رضیہ جمیل
اک
لڑکی
پاگل
پاگل
سی

اس کے پھولوں کا تحفہ پا کر
وہ کس قدر خوش تھی
جیسے آج جدائیوں کے فاصلے طے ہو گئے
پاگل لڑکی
ذرا غور سے دیکھ
اس نے نرگس کے پھول بھیجے ہیں

ریت سے بُت نہ بنا اے میرے اچھے فنکار
ایک لمحے کو ٹھہر میں تجھے پتھر لا دوں

بینا نے ندیم کا شعر گنگناتے ہوئے باورچی خانے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ ہر چیز اپنی جگہ پر قرینے سے رکھی ہوئی تھی بالکل اسی طرح جس طرح امی رکھتی تھیں۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا اور دروازے پر سے دوپٹہ اتار کر گلے میں ڈالتی ہوئی باہر آنگن میں نکل آئی۔ نیم کے گھنے درخت کے نیچے طوطے کا پنجرہ رکھا تھا۔ بینا اُس کے قریب سے گزری تو طوطے نے اپنی گول گول آنکھیں مٹکا کر رٹنا شروع کر دیا۔ "بینا! بینا!"

"مٹھو بیٹے"۔۔۔۔۔۔! بینا طوطے کے قریب بیٹھ گئی۔

"بینا۔۔۔۔۔! روٹی دو۔ بینا۔۔۔۔۔! روٹی دو۔۔۔۔۔۔!" مٹھو بیٹے نے آنکھیں مٹکائیں

"چپ رہ۔۔۔۔۔! پیٹو کہیں کا"۔۔۔۔۔! بینا نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اُسے گھورا۔

"بینا! روٹی دو!" مٹھو نے پھر کہا۔

"میں تجھے اُس وقت تک روٹی نہیں دوں گی جب تک تو شعر نہیں یاد کرے گا۔"

اور بینا نے قریب بیٹھ کر نیم کی ایک بڑی سینک اٹھا کر مٹھو کے چبھو دی۔

"ٹیں۔ٹیں۔ٹیں۔"! مٹھو نے شور مچانا شروع کر دیا۔

"بول! شعر یاد کرے گا" بینا نے پھر اس کے سینک چبھوئی۔ مٹھو شور مچاتا رہا۔

"اچھا چپ ہو جا۔ ! نالائق کہیں کے! مجھے تو تو مٹھو نہیں الو لگتا ہے۔"

بینا تیوری چڑھائے باورچی خانے کی طرف چلی گئی اور ڈلیا میں سے روٹی کا ٹکڑا نکال کر مٹھو کے قریب جا کر بولی۔

"لے! ٹھونس۔ ! خبردار جواب تو نے مجھے پکارا۔"

وہ اپنے بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بنانے لگی۔

پھر مٹھو روٹی کو چونچ میں پکڑے اپنی گول گول آنکھوں سے بینا کی طرف دیکھتا رہا۔ اور بینا ناک سکوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں مدھم سا اندھیرا تھا اور ایک بے نام سی خاموشی۔ بینا چند لمحے کمرے کے وسط میں کھڑی سوچتی رہی پھر دریچے کے قریب آ گئی۔ دریچے کے پردے سرکا کر وہ دونوں کہنیوں کے بل باہر کی طرف جھک گئی۔ برآمدے کے سفید ستون، آم جامن اور بادام کے درختوں سے الجھتی ہوئی اس کی نظریں باہر میدان میں بھٹکنے لگیں۔ میدان میں ابھی تک بچوں کا کھیل زور شور سے جاری تھا ایکطرف گلی ڈنڈا ہو رہا تھا۔ تو دوسری طرف جلیف اور کار دار بننے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ وہ بچوں کا کھیل دیکھتے ہوئے آپ ہی آپ مسکرا دی۔ کھڑکی سے لپٹی ہوئی چنبیلی کی بیل سے ایک پتہ توڑ کر

اس نے انگلی سے مسل دیا۔ اور پھر خود ہی اپنی اس حرکت پر اداس سی ہو گئی۔ بڑی اداسی سے پلکیں جھپکاتے ہوئے اس نے میدان کے پار قبرستان کی طرف دیکھا —— جہاں سناٹا تھا —— اور —— خاموشی —— ! ویرانیاں تھیں —— ! اور اداسیاں —— ! اس کی نظریں قبرستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھٹکنے لگیں۔ چھوٹی اور بڑی —— پختہ اور نا پختہ —— بے شمار قبریں تھیں گیٹ کے بالکل سامنے والی سفید سی قبر پر نیم کا درخت سایہ کیے ہوئے تھا۔ کچھ قبروں پر پھول بکھرے ہوئے تھے۔ گیٹ کے باہر برگد کے گھنے درخت کے نیچے بوڑھا گورکن بیٹھا تھا۔ سڑک پر گاڑیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ انسانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ، زندگی رواں دواں تھی۔ اور اندر...... شہر خموشاں میں...... زندگی خاموشیوں کی لے میں کچھ کہہ رہی تھی...... کچھ سمجھا رہی تھی کچھ بھولی بسری داستانیں —! کچھ عبرتناک کہانیاں —— ! باہر کی ہنگامہ خیز زندگی سے بے نیاز شہر خموشاں کے پرسکوت اور پُر اسرار ماحول میں منوں مٹی تلے سوئے ہوئے —— کیسے کیسے لوگ، کیسے کیسے چہرے تھے جن کو دیکھنے کو آج آنکھیں ترستی تھیں۔

شہر خموشاں کی حدود ختم ہوتے ہی ذہن پھر زندگی کی ہنگامہ خیزیوں کے سمندر میں ڈوب جاتا۔

"یونہی ہوتا ہے بینا بیگم —— سب یونہی کرتے ہیں —! خود تم بھی تو دوسروں سے مختلف نہیں ہو —— ! اس دریچے میں کھڑے ہو کر جب تمہاری نظریں قبرستان پر پڑتی ہیں۔ تو تمہیں زندگی اور اسکی ہنگامہ خیزیاں بالکل بے معنی نظر آتی ہیں۔ لیکن —— اس دریچے سے ہٹتے ہی محض چند لمحوں کے بعد تمہارا ذہن پھر اس

ہنگامہ خیز زندگی میں گم ہو جاتا ہے"——— ! اس نے اپنے آپ سے کہا۔

اور پھر میدان میں کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھنے لگی۔ میدان میں سناٹا ہو چلا تھا۔ بچے اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے تھے۔ محلے کے بس دو چار ہی بچے رہ گئے تھے۔ اور باقی راہرو تھے۔ جو چپ چاپ اپنے ٹھکانوں کی طرف جا رہے تھے——— ! دن کے ہنگامے ماند پڑتے جا رہے تھے——— شام ڈھل رہی تھی اور درختوں کے سائے طویل ہو گئے تھے——— طویل اور پُر اسرار۔ میدان اور سڑک کے پار بنے ہوئے نادر ہاؤس کی اونچی دیوار کے آخری سرے پر برائے نام سی دھوپ رہ گئی تھی اور کیلے کے جھالر دار پتّوں کا سایہ مدھم ہو گیا تھا۔ بینا نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا مغرب کی فنا گاہ میں الاؤ روشن تھا۔ بادلوں کے ٹکڑے سرخ اور نارنجی شعلوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ دُور——— بہت بلندی پر چیلیں پرواز کر رہی تھیں۔ خاموش اور چپ چاپ——— ! اس نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کر کے کچھ سوچا۔ اور پھر——— دریچے سے پلٹ آئی۔ بک شیلف میں سے جذبی کی "فروزاں" نکال کر تکیوں کے سہارے بستر پہ بیٹھ گئی۔

ہم دہر کے اس ویرانے میں جو کچھ بھی نظارا کرتے ہیں

اشکوں کی زباں میں کہتے ہیں آہوں میں اشارا کرتے ہیں

اس نے آہستہ سے گنگناتے ہوئے کئی صفحات اُلٹ دیئے اور جذبی کی "بیزار نگاہیں" پڑھنے لگی۔

اُن کے اُمنڈے ہوئے اشکوں سے مجھے کیا مطلب

میرے بہتے ہوئے آنسو جو نہ پونچھے گا——— کوئی

وُہ جو خود دار ہیں۔ خود دار رہیں اے غمِ دل

ان سے کہہ دو کہ تمہیں یوں تو نہ چاہے گا کوئی

اتنے میں کال بیل بڑے زور سے بج اُٹھی——— لاحول ولا قوۃ——— ! کون نامعقول انسان آ ٹپکا اس وقت۔

اس نے انتہائی بیزار نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ اور پھر کتاب سرہانے رکھ کر بستر سے اتر آئی۔

گیلری کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے وہ آنے والے کو بے شمار صلواتیں سنا چکی تھی——— لیکن دروازہ کھولنے سے قبل اس نے اپنا موڈ ٹھیک کر لیا۔ دروازہ کھُلا تو ایک بالکل اجنبی صورت نظر آئی۔ وہ جو کوئی بھی تھا۔ تھا خوبصورت۔ بیحد وجیہہ۔ اسیاہ چمکدار آنکھیں۔ سیاہ ہلکے خمدار بال۔ یقیناً اللہ میاں نے اس آدمی کو بالکل فرصت کے اوقات میں آرام آرام سے بنایا ہوگا!

بینا نے دل میں سوچا، اور دل ہی دل میں اللہ میاں سے گلہ کرنے لگی کہ اگر اس کے بجائے مجھے فرصت میں بنا دیتے تو اللہ میاں کا کیا بگڑ جاتا——— !

وہ اجنبی خاموش کھڑا اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو نہ کچھ پوچھ رہی تھی اور نہ کچھ کہہ رہی تھی۔

اور پھر بینا کو جیسے ہوش آ گیا۔

"جی قبلہ۔ ! فرمایئے آپ کو کس سے ملنا ہے——— ؟" بینا نے اُوپر سے نیچے تک اس کا جائزہ لیا۔

"آصف صاحب کا گھر یہی ہے——— ؟" اجنبی کی آواز مدھم تھی اور خوابناک بھی۔

"جی ـــ یقیناً ـــ" وہ بڑے اطمینان سے بولی۔

"مجھے آصف صاحب سے ملنا ہے ـــ!" اجنبی نے کہا

"وہ تشریف نہیں رکھتے ـــ!" بینا بے حد شُستہ اردو بولنے پر تُلی ہوئی تھی

"اچھا ـــ بیگم آصف تو ہوں گی ـــ!" اجنبی کچھ پریشان سا تھا۔

"وہ بھی غیر حاضر ہیں ـــ!" بینا قدرے مسکرائی۔

"جی ـــ" اجنبی نے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ـــ" وہ بے حد اطمینان سے بولی۔

"کیا گھر میں کوئی نہیں ہے ـــ؟ اجنبی کی پریشانی کچھ اور بڑھ گئی تھی

"میں غالباً آپ کو نظر نہیں آ رہی ہوں ـــ!" بینا نے بے حد سنجیدگی سے کہا

"جی نہیں ـــ اوہ ـــ میرا مطلب یہ تھا......"

"جی ہاں ـــ کیا مطلب تھا آپ کا" ـــ؟ بینا نے پوچھا۔

"آپ کے علاوہ گھر میں کوئی اور نہیں ہے ـــ؟" اجنبی نے بینا کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھا۔

"میرے علاوہ اس وقت گھر میں میرا ایک دوست ہے۔" بینا نے غور سے اجنبی کی طرف دیکھا۔

"جی ـــ!!" اجنبی پھر چونکا۔ "دوست ہے ـــ؟ یعنی بوائے فرینڈ"

"جی ہاں ـــ بوائے فرینڈ ہی سمجھیں۔" بینا نے کہا۔

اجنبی جھلا گیا۔ "ہیں کون ذاتِ شریف؟"

بینا نے کہا۔ "وہ اعلیٰ النسل کا خاندانی مٹھو ہے مگر آپ اسے اُلّو ہی سمجھیں

اجنبی حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آپ پوچھئے کیوں ـــ؟" بینا نے کہا۔

"کیوں ـــ؟" اجنبی نے بے ساختہ پوچھا۔

"یوں کہ وہ مجھے شعر یاد کر کے نہیں سناتا ہے۔"

"شعر"! اجنبی کی حیرانی بڑھتی جا رہی تھی۔

"جی ہاں شعر! میں اس نالائق کو اتنے دن سے یہ شعر یاد کروا رہی ہوں۔

وحشتِ غربت میں جو آیا ہوگا
کوئی آوارہ بگولا ہوگا

مگر صاحب! مجال ہے جو وہ ٹس سے مس ہو۔"

اجنبی بے حد حیران پریشان کھڑا اس کی باتیں سنتا رہا۔ پھر واپس جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

بینا نے اسے واپس جاتے دیکھا تو جلدی سے بولی۔

"اے مسٹر! ذرا ٹھہریئے ـــ!"

"جی!" اس نے مڑ کر دیکھا۔

"آپ یوں واپس نہیں جا سکتے۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب ـــ؟"

"مطلب یہ کہ آپ اپنا جغرافیہ بیان کیجئے ـــ!"

"جغرافیہ!" اجنبی نے بڑی پریشانی سے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"یہ لڑکی تو پاگل معلوم ہوتی ہے۔"

"جی ہاں! جغرافیے سے میرا مطلب ہے کہ آپ یہ بیان فرمائیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں! آپ کا اسم گرامی کیا ہے ——؟ آصف صاحب سے آپ کا کیا رشتہ ہے ——؟" بینا نے ایک ایک جملے پر زور دے کر کہا۔

اجنبی چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بینا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ رضا عباس صاحب کو جانتی ہیں؟"

"جی یقیناً ——" بینا نے سر ہلایا۔

"میں عاصم رضا ہوں۔"

"اچھا تو آپ بڑے ماموں جان کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔" بینا نے فلسفیوں کی طرح سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی ——" عاصم نے کہا۔

"بڑے ماموں جان کو تو افریقہ سے واپس آئے تقریباً تین ماہ ہو چکے ہیں۔ باقی سب اہلِ خاندان بھی آ چکے ہیں۔ پھر آپ —— میرا مطلب ہے کہ کیا آپ اب تک افریقہ کے جنگلوں میں پھنسے ہوئے تھے؟" بینا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

عاصم کے ہونٹوں پہ پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ بکھری۔

"میری بات کا جواب مسکراہٹ تو ہرگز نہیں ہے۔" بینا نے گھور کر عاصم کی طرف دیکھا۔

"محترمہ! آپ مجھے اندر آنے دیں گی یا میں واپس چلا جاؤں" عاصم نے پوچھا۔

"دیکھیے محترم۔ آپ نے اپنے آپ کو ماموں جان کا فرزند ارجمند ظاہر کیا۔

میں نے سن لیا۔ لیکن مجھے اس کا ثبوت چاہیئے۔" بینا نے وکیلوں کی طرح جرح کی۔

"ثبوت ——؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ثبوت —— اس کے بغیر میں آپ کو اندر آنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی ——" بینا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا —— عاصم خاموشی سے اس کی صورت دیکھتے رہے۔

"دیکھیئے صاحب —— آج کل زمانہ ہے خراب —— اور اس شہر کراچی میں ذرا ایک سے ایک دھوکے باز پڑا ہے —— آپ ہی بتائیے۔ میں بغیر ثبوت کے آپ کی بات پر اعتبار کیسے کر سکتی ہوں ——؟" بینا نے عاصم کے خوبصورت خمدار بالوں کی طرف دیکھا۔

"آپ کو ثبوت چاہیئے۔" عاصم مسکرائے۔

"جی —— اور وہ آپ مہیا نہیں کر سکتے ——" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"جی نہیں۔ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میرے ساتھ تشریف لائیے۔" عاصم نے جانے کے لیے قدم اٹھائے۔

"کہاں ——؟" بینا نے پوچھا۔

"زیادہ دور تک نہیں۔ بس ذرا گیٹ کے باہر تک ——" عاصم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"آپ اپنے ماموں جان کے ڈرائیور کو تو پہچانتی ہیں۔" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ——" بینا نے عاصم کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"بس تو وہ باہر موجود ہے ۔۔۔ اس سے سوال وجواب کر لیجئے ۔۔۔!"
عاصم نے کہا۔
بینا عاصم کے ساتھ گیٹ سے باہر آئی۔ تو سچ مچ ہی بڑے ماموں جان کا
ڈرائیور گاڑی سمیت موجود تھا۔
"کیوں ۔۔۔ یقین آگیا آپ کو ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا۔
"جی۔ بالکل ۔۔۔" بینا نے کہا۔ اور عاصم کے ساتھ واپس آگئی۔ لیکن
عاصم کو اندر نہیں جانے دیا۔ دروازے میں ڈٹ کر کھڑی ہو گئی۔
"چلئے صاحب! یہ معاملہ تو صاف ہو گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ٹھہر کر کریں
گے کیا؟" بینا نے کہا۔
"جی ۔۔۔!!" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔
"جی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ گھر میں سوائے میرے اور مٹھو کے کوئی نہیں ہے۔
مٹھو آپ سے بولے گا نہیں مجھے اپنے ہی بہت سے کام ہیں۔ اخبار آپ گھر سے پڑھ
کر آئے ہوں گے ۔۔۔ باقی گھر والے بہت دیر میں آئیں گے ۔۔۔ لہٰذا میرا مخلصانہ
مشورہ یہ ہے کہ آپ سیدھے سیدھے واپس گھر چلے جائیں۔" بینا نے آنکھیں
چھپکاتے ہوئے کہا۔ عاصم خاموش کھڑے اس کی طرف دیکھتے رہے۔
"آپ انتظار کریں گے ۔۔۔؟" بینا نے پوچھا۔
عاصم پھر بھی چپ رہے۔
"دیکھئے۔ میری ایک نصیحت یاد رکھئے کبھی انتظار کی زحمت مت اٹھایئے"
بینا نے بزرگوں کے سے انداز میں کہا۔

"کیوں ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا۔
"انتظار سے بری کوئی چیز نہیں دنیا میں ۔۔۔" بینا نے کہا۔
"ہم انسانوں کی زندگیاں انتظار میں کٹ جاتی ہیں۔ کسی کی آمد کا انتظار ۔۔۔!
انتظار ۔۔۔ رزلٹ کا انتظار ۔۔۔ اینیتد کا انتظار ۔۔۔ زندگی جیسے سراپا انتظار
ہی ہے ۔۔۔" بینا بڑے اطمینان سے بولتی رہی۔ اور عاصم بے حد
دلچسپی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔
"پھر آپ نے کیا سوچا۔؟" بینا نے عاصم کو خاموش دیکھ کر کہا۔
عاصم زیر لب مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے رہے۔
"اچھا صاحب آجایئے اندر۔" بینا۔ کچھ اکتا کر بولی اور ایک طرف ہٹ کر عاصم
کو اندر آنے کا راستہ دیدیا۔
ڈرائنگ روم میں عاصم کو بٹھا کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ عاصم صوفے
سے ٹیک لگائے سگریٹ کے کش لیتے ہوئے اس عجیب وغریب لڑکی
کے متعلق سوچنے لگے۔ چند منٹ بعد بینا پھر واپس ڈرائنگ روم میں آگئی۔ عاصم
نے پسندیدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
"دیکھئے صاحب! میں بلا کسی تکلف کے آپ کو بتا رہی ہوں کہ میں نہ تو آپ
کو پلاؤں گی۔ نہ چائے ۔۔۔ اب پوچھئے کیوں ۔۔۔؟" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔
عاصم کچھ نہیں بولے۔ بس مدھم سی مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرے اس کی
طرف دیکھتے رہے۔
"آپ کو معلوم ہے گھر میں اس وقت کوئی نہیں ہے جس سے میں آپ کیلئے

ٹھنڈا منگواؤں۔ اور چائے بنانے کی زحمت میں کروں گی نہیں ۔۔۔ آپ
سے کچھ ہی دیر قبل میں باورچی خانے سے نکلی تھی۔ اب مجھ میں ہمت نہیں
آپ کے لئے چائے بناؤں ۔۔۔! بینا نے اپنے بکھرے ہوئے بالوں
جوڑا بناتے ہوئے کہا۔

"آپ قطعی زحمت نہ کریں محترمہ۔! مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں
عاصم نے آہستہ سے کہا۔

"چلیئے ۔۔۔ شکر خدا کا ۔۔۔!" بینا نے اطمینان کا سانس لیا۔ اذا
کی آواز آئی۔

"اچھا ۔۔۔ آپ کا جو دل چاہے کیجئے۔ میں تو نماز پڑھنے جا رہی ہو
بینا نے سر پر آنچل ڈالتے ہوئے کہا۔ اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ عاصم
ہوئے سگرٹ کو ایش ٹرے میں ڈال دیا۔ اور میگزین اٹھا کر دیکھنے لگے۔

اور بینا وضو کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ کہ کس قدر ڈھیٹ ہیں
اتنا بور کرنے کے بعد بھی جمے ہوئے ہیں ۔۔۔!

"بینا بیگم! اپنی یہ حرکتیں چھوڑ دو۔" اس نے اپنے آپ سے کہا
دم امی کا خیال آگیا تھا۔ اگر کہیں انہیں پتہ چل گیا۔ کہ میں ان کے لاڈلے
کر چکی ہوں تو خوب اچھی طرح خبر لیں گی۔!

کس قدر انتظار تھا انہیں اپنے اس بھتیجے کے آنے کا ۔۔۔؟
سے منہ پونچھتے ہوئے سوچا۔ اور جا نماز پر کھڑی ہو گئی۔ نماز پڑھ کر اس
ڈرائنگ روم میں جھانکا۔ عاصم میگزین پڑھ رہے تھے۔ وہ مسکرائی

ئی چلی گئی۔ چند منٹ بعد وہ بڑے قرینے سے چائے بنا کر ڈرائنگ
ے آئی۔ عاصم نے بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور دھیرے سے
یے۔

"آپ نے ناحق زحمت کی۔!" عاصم نے کہا۔

بینا کوئی جواب دیئے بغیر نظریں جھکائے چائے بناتی رہی۔ اور عاصم
زہ لیتے رہے۔

چہرے کے نقش و نگار سانچے میں ڈھلے ہوئے نہیں تھے۔ لیکن ہر چیز
موزوں تھی۔ آنکھیں البتہ بڑی بڑی اور بہت خوبصورت تھیں۔ اور پلکیں
سیاہ اور دراز تھیں رنگ کچھ گندمی سا تھا۔ سفید شلوار اور گلابی قمیض دوپٹے
ں سادی سی بے حد اچھی اور پرکشش لگ رہی تھی۔ بال گھنے لمبے اور
تھے۔ جنہیں شاید نہانے کے بعد باندھنا تک نصیب نہیں ہوا تھا۔ بار
جوڑا کھل کھل جاتا تھا۔ اس وقت بھی بال کھل کر شانوں پر بکھر گئے تھے۔
ر بات سے بے نیاز چائے بنانے میں منہمک تھی۔

چائے بنا کر اس نے بڑی خاموشی سے عاصم کے سامنے رکھ دی۔

"آپ نہیں پئیں گی چائے ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔!!"

"کیوں ۔۔۔؟"

"میں زیادہ چائے پینے کی عادی نہیں ہوں ۔۔۔!"

"عادی تو میں بھی نہیں ہوں ۔۔۔!" عاصم نے جھوٹ بولا۔

"تو پہلے کیوں نہیں بتایا ـــ میں نے ناحق اتنی زحمت کی۔"

"چلئے، کوئی بات نہیں۔ آپ کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔"

"اچھا۔ اب زیادہ باتیں مت بنائیے۔ خاموشی سے پی لیجئے

بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"بہت بہتر ـــ" عاصم مسکرائے۔

"اور سنئے ـــ یہ بھی کھا لیجئے ـــ" بینا نے بسکٹوں اور دال ما

عاصم کی طرف بڑھائیں۔

"شکریہ ـــ بس چائے ٹھیک ہے ـــ" عاصم نے کہا۔

"کھا لیجئے۔ اس لئے کہ میں کھانے پر آپ کو ہرگز نہیں روکوں گی

نے بڑے اطمینان سے کہا۔

عاصم کو ہنسی آگئی۔ بینا نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور اٹھ کر

میں چلی گئی۔ چند لمحوں بعد دو تین کتابیں لے کر واپس آگئی۔

"آپ نے "جذبی" کو پڑھا ہے؟" بینا نے عاصم کے سامنے بیٹھ

"جی نہیں ـــ" عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں پڑھا ـــ؟" بینا نے "فروزاں" کے صفحات الٹتے ہو

عاصم کوئی جواب نہیں دے سکے۔

"گھر جاتے وقت آپ یہ کتاب اپنے ساتھ لے جائیے گا۔ اور ا

ہمارے گھر تشریف لائیے گا۔ تو اسے اچھی طرح پڑھ کر آئیے گا ـــ"

نے کہا۔

"بہت بہتر ـــ" عاصم بے حد سنجیدگی سے بولے اور چائے پینے لگے۔

بینا عاصم کی موجودگی سے بالکل بے نیاز "فروزاں" کا جائزہ لیتی رہی۔

اور ـــ تب ـــ عاصم واپس جانے کے لئے اٹھے ہی تھے کہ سب گھر والے واپس آگئے۔ ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہی پہلے تو ایک اجنبی سے انسان کو بینا کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر سب حیران ہوئے۔ پھر فوراً ہی انہیں ان متعدد تصویروں کا خیال آگیا۔ جو عاصم کے آنے سے قبل تین ماہ کے عرصے میں وہ لوگ بارہا دیکھ چکے تھے۔

"مجھے پہچانا آپ نے ـــ؟" عاصم نے کھڑے ہو کر فرزانہ بیگم (بینا کی امی) سے پوچھا۔

"ارے واہ۔ اپنے بیٹے کو بھی نہیں پہچانوں گی!

فرزانہ بیگم نے آگے بڑھ کر عاصم کو سینے سے لگا لیا۔ بیس سال کی طویل مدت کے بعد اپنے لاڈلے بھتیجے کو دیکھا تھا۔

عاصم سے ملنے کا اشتیاق سب ہی کو تھا۔ سیما۔ زیبی، منصور اور عرفان۔ سب ہی بڑی دلچسپی سے عاصم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور عاصم فرزانہ بیگم سے ایک ایک کے بارے میں تفصیل سے پوچھ رہے تھے۔ چند ہی لمحوں بعد آصف صاحب بھی اندر آگئے۔

"آداب عرض پھوپھا جان ـــ" عاصم نے کہا۔

"پہچانا آپ نے عاصم کو ـــ" فرزانہ بیگم نے آصف صاحب کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"اچھا بھئی ۔ یہ ہیں اپنے عاصم ۔۔" آصف صاحب مسکرائے۔

"کب آئے تم ۔۔؟" آصف صاحب نے آگے بڑھ کر عاصم کی پیٹھ تھپکی۔

"جی ۔۔ میں کل صبح آیا تھا ۔۔!" عاصم نے کہا۔

"اچھا ۔ رضا بھائی وغیرہ کیوں نہیں آئے ؟" آصف صاحب نے پوچھا۔

"وہ سب چچا جان کے یہاں گئے ہوئے تھے ۔۔!" عاصم نے کہا۔

"اچھا ۔۔!" آصف صاحب صوفے پر نیم دراز ہو گئے۔ بینا کے علاوہ گھر کے سب افرادِ ڈرائنگ روم میں جمع تھے۔ جانے کہاں کہاں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ لیکن بینا سب سے بے نیاز اپنے کمرے میں گھس کر کتابوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔ عاصم کھانا کھا کر واپس چلے گئے لیکن وہ سب کے بلانے پر بھی اپنے کمرے سے نہیں گئی۔

—— (۞) ——

ڈرائیور بڑی سبک رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اور عاصم پچھلی نشست پر بیٹھے دھوئیں کے مرغولے اڑاتے ہوتے جانے کن سوچوں میں گم تھے۔ گاڑی ان کی عالیشان کوٹھی کے پورچ میں ایک جھٹکے سے رکی۔ تو وہ چونک گئے۔ بڑی آہستگی سے دروازہ کھول کر وہ اندر چلے گئے۔ ڈرائینگ روم سے باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ شاید سب گھر والے واپس آ چکے تھے لیکن وہ ڈرائینگ روم کے بجائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ جیب سے سگرٹ کیس اور لائٹر نکال کر انہوں نے سرہانے رکھا۔ اور جوتوں سمیت بستر پر دراز ہو گئے۔ ایک ہاتھ اپنی آنکھوں پہ رکھے وہ کچھ سوچتے رہے۔ اور یوں کئی لمحے چپکے سے گزر گئے۔ تب کمرے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ لیکن وہ اسی طرح لیٹے رہے۔ آواز قریب آ گئی۔ اور قریب۔ بالکل قریب ۔۔!

"عاصم بیٹے ——!" محبت و شفقت سے لبریز آواز ان کے کانوں میں رس
گھول گئی۔ اُنہوں نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا۔

"کیسی طبیعت ہے بیٹے ——!"

"ٹھیک ہے امی ——!" وہ خفیف سا مسکرائے۔

"مل آئے اپنی پھوپھی سے ——!" عاصم کی امی ان کے سرہانے بیٹھ گئیں۔

"جی ——!" عاصم نے اپنا سر اُن کی گود میں رکھ دیا۔

"سب اچھے تو ہیں نا ان کے گھر میں ——!"

"ہاں۔ سب ٹھیک ہیں —— آپ کو پوچھ رہے تھے۔ پھوپھا جان اور پھوپھی
جان ۔!"

"اچھا —— ! بینا تھی ——؟" سلطانہ بیگم کے لہجے میں جیسے سارے زمانے
کا پیار اُمنڈ آیا۔

"ہوں —— باقی سب تو ابھی کچھ دیر قبل ہی آئے تھے۔ گھر میں صرف بینا
تھی ——!" عاصم کچھ سوچ کر مسکرا دیئے۔

"تم نے اُسے پہچان لیا تھا۔ ؟" سلطانہ بیگم مسکرائیں۔

"نہیں —— پھوپھی جان نے آکر بتایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ محترمہ بینا تھیں
....." عاصم زیر لب مسکرا رہے تھے۔

اور سلطانہ بیگم بڑے غور سے ان کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

آصف صاحب چائے کی ایک کمپنی میں مینیجر تھے۔ آمدنی اتنی تھی۔ کہ اس
مہنگائی کے زمانے میں اچھی طرح گزر بسر ہو جاتی تھی۔ ان کی بیگم فرزانہ بڑے

رکھ رکھاؤ۔ اور سلیقے والی تھیں۔ دونوں میاں بیوی بے حد ملنسار، ہنس مکھ اور
خوش اخلاق تھے۔ یہی عادتیں ان کے بچوں میں بھی تھیں۔ بینا ان کی سب سے
بڑی لڑکی تھی۔ اس نے اسی سال یونیورسٹی میں شعبہ عمرانیات میں پریولیس میں
داخلہ لیا تھا۔ زیبی اس سے چھوٹی تھی۔ گورنمنٹ کالج میں تھرڈ ائیر میں پڑھتی
تھیں۔ منصور انٹر میں تھا۔ عرفان میٹرک میں تھا۔ سیما اسکول میں آٹھویں میں تھی۔

بینا اپنے سب بہن بھائیوں سے مختلف تھی۔ اس کی شخصیت متضاد
طبیعتوں سے مل کر بنی تھی۔ اس سے ملنے والے اکثر اس کے متعلق سوچتے رہ
جاتے تھے۔ اس کے موڈ کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ دُور سے دیکھنے والے اسے
انتہائی کم سخن۔ بُردبار اور سنجیدہ لڑکی سمجھتے تھے۔ لیکن جو لوگ اسے قریب سے
جانتے تھے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کی فطرت میں بیک وقت بڑوں کی
سی سنجیدگی اور بچوں کی سی معصومیت تھی۔ شوخی اور بذلہ سنجی بھی اس کی فطرت
میں شامل تھی۔ حساس اور خوددار بھی تھی اور سخت گیر اور ہمدرد بھی ——!

کتابیں پڑھنے کا اسے جنون کی حد تک شوق تھا اپنی پسندیدہ کتابوں کو
بار بار پڑھتی تھی۔ دن بھر اپنے آپ کو مختلف کاموں میں مصروف رکھ کر اپنے
پسندیدہ اشعار گنگناتے رہنا اسے بے انتہا پسند تھا۔ اپنے کمرے کی مدھم تاریکیوں
میں میز پر سر رکھ کے یا پھر تکیوں میں مُنہ چھُپا کے ہلکے سروں میں سہگل، خورشید
اور لتا کے گانے سُن کر اسے جو مسرت ہوتی تھی۔ اس کا اندازہ سوائے اس کے اور
کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا اور دوسروں کے دُکھ میں اپنے آپ

کو شریک نہ کرنا اس کے نزدیک جیسے ایک بہت بڑا گناہ تھا۔ لیکن ـــــ اسکے ساتھ اس کی فطرت کا ایک پہلو اور بھی تھا۔ اور ـــــ وہ تھا مرد ذات پر عدم اعتماد ـــ! بچپن سے اب تک اس کے سامنے کچھ مرد اس روپ میں آئے تھے۔ کہ مردوں کی شخصیت اس کے سامنے مسخ ہو کر رہ گئی تھی ـــ!

بچپن میں اس کی ایک سہیلی تسنیم تھی۔ اس کے ابّا اسے بہت چاہتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جانے کیا ہوا۔ کہ اس کے ابّا نے دوسری شادی کر لی۔ اور رفتہ رفتہ تسنیم کی امّی کے ساتھ تسنیم کی محبت بھی ان کے دل سے بالکل ختم ہو گئی۔ اور ـــــ ایک دن ـــــ تسنیم نے روتے ہوئے بینا کو بتایا۔ کہ وہ اور اس کی امّی یہاں سے گاؤں جا رہے ہیں جہاں اس کے نانا رہتے ہیں ـــــ! دوسرے دن بینا نے تسنیم اور اس کی امّی کو ایک تانگے میں مختصر سے سامان کے ساتھ سوار ہوتے دیکھا۔ شام کے ملگجے سے اندھیرے میں تانگہ ٹخ ٹخ کی ہلکی ہلکی آوازوں کے ساتھ سنسان سڑک پر دوڑتا رہا۔ اور بینا آنکھوں میں آنسو لیئے تانگے کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اس دن کے بعد سے بینا اپنی دوست تسنیم کو کبھی نہیں دیکھ سکی۔

پھر ـــــ اس کی ایک دور کی رشتے کی بہن سائرہ آپا تھیں۔ انہیں اپنے کالج کے کسی لکچرار سے محبت ہو گئی تھی۔ دونوں نے زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کیا لیکن ـــ اگلے ہی سال کالج میں ایک بے حد حسین لڑکی داخل ہوئی۔ شبانہ ـــ! سائرہ آپا کے محبوب کی توجہ ان کی طرف سے کم ہونے لگی اور رفتہ رفتہ وہ شبانہ کی زلفوں کے اسیر ہو گئے۔ ایک دن دونوں کی شادی کی خبر بھی گرم ہو گئی۔ اور سائرہ آپا پر جان دینے والے طاہر خود سائرہ آپا کو زندگی بھر کا روگ

دے گئے۔

خالہ شبّو کے شوہر متین صاحب نے خود خالہ شبّو کی ایک سہیلی کو بہن بناتے بناتے اپنی بیگم بنا لیا۔ اور ان کے سینے پر سوت کو لا بٹھایا ـــــ خالہ شبّو عین عالم شباب میں خون تھوکتے تھوکتے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے سو گئیں۔

کالج میں اس کی ایک کلاس فیلو تھی ـــ عالیہ ـــ! اچھی معمولی صورت، پرکشش سی لڑکی تھی ـــ! اس کے چچا زاد بھائی عامر کو ـــ جو خود بے حد حسین تھے۔ اس میں جانے کیا نظر آیا ـــ کہ اس سے دل لگا بیٹھے۔ اور گھر والوں مخالفت کے باوجود اس سے شادی کر لی۔ لیکن سسرال والوں نے اس کا جینا حرام کر دیا۔ ایک عامر کی محبت تھی۔ جو اس کو سہارا دیئے ہوئے تھی۔ لیکن کچھ عرصے بعد عامر کو اپنے آفس کی طرف سے باہر جانا پڑا۔ اور عالیہ کی محبت ـــــ جسے وہ اپنی زندگی اور اپنی روح تصوّر کرتے تھے۔ ان کے دل سے یوں ختم ہو گئی۔ جیسے کبھی اس نے اِن کے دِل میں جنم ہی نہیں لیا تھا ـــــ! اور لندن سے واپسی پر ان کے ساتھ نیلے کانچ جیسی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی نازک سی گڑیا کو دیکھ کر عالیہ کا دل اداسیوں کے گہرے تاریک غار میں گم ہو گیا ـــ اور اس کا مستقبل چند ہی ماہ بعد "طلاق" کے بدصورت لفظ کے ساتھ غموں کے تاریک جزیروں میں کھو گیا ـــــ! اور یوں حسّاس اور خوددار بینا کا اعتماد مرد ذات پر سے اُٹھ گیا۔ اتنی بڑی دنیا میں اسے صرف اپنے ابّو قابل اعتماد نظر آتے تھے۔ جو اس کی امّی کو بہت چاہتے تھے۔ اور دوسرے فاروق بھائی ـــــ! جو اس کی بڑی پھوپھی کی اکلوتی اولاد تھے۔ بچپن سے اب تک فاروق بھائی کے ساتھ اس کا تعلق اتنا گہرا رہا تھا۔ کہ فاروق بھائی کو دیکھے بغیر اسے چین ہی نہیں آتا تھا۔ اور صحیح معنوں میں

اس کی شخصیت کو صرف دو ہی آدمی سمجھ سکے تھے ـــــ ایک اس کے
ابو ـــــ اور دوسرے فاروق بھائی ـــــ!

ـــــ ⁘ ـــــ

دھوپ بے حد تیز اور چمکیلی تھی. میدان کی سنہری ریت تیز دھوپ
ں چمک رہی تھی۔ سامنے والی کولتار کی تپتی ہوئی سڑک پہ گاڑیاں ایک کے بعد
ب بڑی تیزی سے پھسلتی ہوئی جا رہی تھیں۔ اسکولوں کے بچے اپنے اپنے بستے
ٹھائے گھروں کی طرف جا رہے تھے۔ قبرستان میں حسب معمول سناٹا تھا۔ اور
موشی ـــــ! قبرستان کے باہر لگے ہوئے پیپل اور برگد کے درختوں میں پراسرار
ا سرگوشیاں تھیں۔ آہستہ آہستہ کھڑکھڑاتے ہوئے پتّے قبرستان پر چھائی ویرانیوں
نک رہے تھے۔ گیٹ کے سامنے والی سڑک پر نیم کے درخت کا سایہ پھیلا
پھیلا سا پڑ رہا تھا۔ ہر چیز سے سوگواری ٹپک رہی تھی. ہر چیز کو دیکھ کر ایک
نانے سے دکھ کا احساس ہوتا تھا ـــــ! ایک بے نام سے درد کا احساس
تا تھا ـــــ یوں لگتا تھا. جیسے زندگی میں چپ چاپ ہی دکھ درد دبے پاؤں

سرک آئے ہوں —— یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے —— خوشی نام کی کسی چیز کا وجود کے بھی ہو جایا کرتی ہیں —— ! مینا کے ساتھ بھی اکثر ایسا ہی ہوتا تھا —— ! آج بھی ـ
دنیا میں نہ ہو —— ! زندگی محض درد اور دکھ ہی سے عبارت ہو —— ! مگر —— ! وہ صبح ہی سے اداس تھی —— ! کوئی وجہ نہیں تھی —— ! کوئی سبب نہیں تھا لیکن
محض احساسات کی بات تھی —— ! مینا کے نازک احساسات کی بات —— ! پھر بھی —— دل تھا کہ سوگوار ہوا جاتا تھا —— اور آنسو تھے کہ اُمنڈے آتے
احساسات —— جو آبگینوں سے زیادہ نازک تھے —— ! تھے —— ! یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے —— دل سے آنکھوں تک طوفان ہی طوفان
زندگی نہ محض دکھ درد کا نام ہے —— اور نہ صرف خوشی کا —— ! مینا بیگم ہو —— ! وہ بڑی بے دلی سے تیار ہو کر بغیر ناشتہ کئے یونیورسٹی چلی گئی —— امّی
یہ تو محض تمہارے سوچنے کا انداز ہے —— ! زندگی کو تو تم جس روپ میں ڈھالنا سے کہہ گئی تھی۔ کہ آج دیر سے گھر آؤں گی —— لائبریری میں بیٹھ کے نوٹس بنانے
چاہو گی ڈھل جائے گی —— ! اس کے دل نے اسے سمجھایا —— ! اور وہ گیلے بال ہیں —— ! لیکن باوجود کوشش کے وہ اپنے آپ کو پڑھنے پر آمادہ نہیں کر سکی —— !
کو خشک کرنے لگی۔ ذہن کو خواہ مخواہ کے سوگوار خیالوں سے نجات دلانے کیلئے پوری کلاسیں تک اٹینڈ نہیں کر سکی —— ! شروع کے تین پیریڈ اس نے سب سے
وہ آہستہ آہستہ گنگنا نے لگی۔ پچھلی سیٹ پر چپ چاپ بیٹھ کر گزار دیئے۔ پھر نائلہ کو ساتھ لے کر کینٹین چلی گئی ——

تیرا بہار کا وعدہ درست ہے لیکن چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے۔ وہ ہر آنے جانے والے کو دیکھتی
مجھے بہار کے رنگوں پہ اعتبار نہیں رہی۔ اور پھر —— بڑی خاموشی سے بل ادا کر کے وہ نائلہ کے ساتھ بس اسٹاپ

تبھی بادام کے درخت سے ایک بادام ٹوٹ کر اس کے پیروں پر آ گری۔ اور اپنی عادت کے خلاف وہ بھری ہوئی بس میں چڑھ گئی —— نائلہ اسے
قریب آ گرا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ درخت کی شاخ پر کوّا بیٹھا اپنی چونچ سے خدا حافظ کہہ کر لائبریری کی طرف چل گئی۔
دوسرے بادام کو کتر رہا تھا اور چمپا کی شاخ پر مینا کا ایک جوڑا بیٹھا ایک دو گھر آ کر دل کچھ اور اداس ہو گیا —— ! گھر میں سناٹا تھا۔ سوائے امّی کے اور
کو پیار بھری نظروں سے تک رہا تھا مینا نے تولیہ کو کرسی کی پشت پر ڈال دیا کوئی نہیں تھا۔ امّی اسے دیکھ کر حیران ہی تو رہ گئیں۔
اور برآمدے کے ستون کے قریب سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی۔ نیم کے گھنے درخت نے اسے اپنے سائے میں لے لیا "تو تو شام کو واپس آنے کے لئے کہہ گئی تھی۔"
وہ گھٹنوں میں منہ چھپائے جانے کیا سوچتی رہی۔ دل تھا۔ کہ لاکھ سمجھانے کے باوجود اداس رہنے "ہوں —— !" وہ اور کچھ نہ کہہ سکی —— اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ امّی
سے باز نہیں آتا تھا —— اس اداسی کی نہ کوئی وجہ تھی —— ! اور نہ کوئی سبب —— بھی اس کے پیچھے آ گئیں۔
لیکن —— اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ بعض باتیں بغیر کسی سبب کے بھی ہو جایا کرتی ہیں —— ! بلا کسی وجہ "تجھے ہوا کیا ہے آخر —— ؟"

"کچھ نہیں امّی — !" وہ زبردستی مسکرا دی۔

"پھر اتنی چپ چپ کیوں ہے — ؟"

وہ خاموش رہی۔

"بھوک لگی ہے — ؟" امّی نے پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"نہیں — !" وہ اپنی کلائی سے گھڑی اتارتے ہوئے بولی۔

"صبح ناشتہ بھی تو نہیں کیا تھا تم نے — ؟" میں روٹی ڈال رہی ہوں آکر کھانا کھالو — !"

"نہیں — ابھی نہیں — !" بینا نے اپنے بالوں سے پن نکالتے ہوئے کہا۔

"پھر کب — ؟"

"ذرا نہالوں — ! بہت گرمی لگ رہی ہے — !"

"جاؤ — نہالو — !" امی باورچی خانے کی طرف چلی گئیں۔ بینا کچھ دیر اپنے بستر پہ آڑھی آڑھی لیٹی رہی۔ پھر الماری سے کپڑے نکال کر نہانے چلی گئی۔

نہا کر واپس آئی تو سیما اسکول میں کوئی کتاب کھو آئی تھی۔ اور عرفان اس سے بڑے ہونے کے ناطے اسے بڑے رعب سے ڈانٹ رہا تھا۔ دونوں میں اچھا خاصا جھگڑا ہو رہا تھا کوئی اور وقت ہوتا۔ تو وہ ضرور بیچ میں پڑ کر دونوں میں مصالحت کرا دیتی — لیکن اس وقت وہ سیما کے بلانے کے باوجود بغیر کو جواب دیئے باہر آگئی۔ اور یوں — اپنی زندگی کے کتنے ہی قیمتی لمحات اس نے اداسیوں کی نذر کر دیئے۔

گھٹنوں میں منہ چھپا کر چند لمحے سوچوں کی خاموش اور سونی رہگذر پہ چلی تو پلکیں خود بخود ہی بھیگ گئیں۔ یہ کیا دیوانگی ہے بینا — ؟ کوئی بات بھی ہو — ! دل نے کہا۔ اور تبھی — گیٹ کے باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ بینا اسی طرح بیٹھی رہی۔ گاڑی کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز — اور اپنے قریب آتے ہوئے قدموں کی آواز وہ سنتی رہی — لیکن اس نے گھٹنوں سے سر نہیں اٹھایا گاڑی کی آواز سن کر اندر سے سیما نکل آئی۔

"امّی — ! عاصم بھائی آئے ہیں — !" سیما بڑی خوشی سے چلائی — بینا کو سیما کے یوں چلانے پر اتنا سخت غصّہ آیا۔ گھٹنوں سے سر اٹھا کر اس نے مڑ کر سیما کی طرف دیکھا۔

"تمہیں کب عقل آئے گی سیما — ؟ اس قدر چلّا کر بولنے کی کیا ضرورت ہے — ؟" بینا نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے گھورا۔

"عاصم بھائی آئے ہیں نا — !" سیما نے ذرا آگے بڑھ کر عاصم کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"عاصم بھائی ہی تو آئے ہیں۔ کہیں کے گورنر تو نہیں آئے — !" بینا نے اپنے ماتھے پر بکھرے ہوئے بالوں کو پیچھے سمیٹتے ہوئے کہا۔

"اونہہ — آپ کو تو بلاوجہ ہی غصّہ آرہا ہے — !" سیما نے ناک سکوڑی۔

بینا خاموش بیٹھی اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"چلیئے اندر چلیئے عاصم بھائی — !" سیما نے عاصم کے ساتھ اندر جاتے ہوئے کہا۔

اور عاصم تصوّر میں بینا کی بھیگی پلکوں کو بسائے خاموشی سے اندر چلے گئے۔ بینا بھی کرسی سے تولیہ اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ بک شیلف میں سے فیض کی

"نقشِ فریادی" نکال کر بستر پہ لیٹی ہی تھی کہ عرفان آگیا۔

" آپی ــــ! امی بلا رہی ہیں؟"

" کیوں ــــ؟" بینا کو اس وقت عرفان کی مداخلت قطعی پسند نہیں آئی۔

" معلوم نہیں ــــ! عرفان نے بڑے ٹھاٹھ سے زیبی کے بستر پہ دراز ہوتے ہوئے کہا۔

" اچھا ــــ یہ تم جوتوں سمیت اُس کے بستر پر کیوں لیٹے ہو؟" بینا نے اپنے پلنگ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

" تو کیا ہوا ــــ؟ عرفان بڑے اطمینان سے بولا۔

" آکر اچھی طرح خبر لے گی ــــ پھر پتہ چلے گا ــــ" بینا نے کمرے سے باہر جاتے ہوئے کہا۔

فرزانہ بیگم اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں۔ قریب ہی کرسی پر عاصم بیٹھے تھے۔

" کیوں بلایا ہے امی ــــ؟" بینا نے ایک نگاہِ غلط انداز عاصم پر ڈالی۔

" کھانا کھانے کا ارادہ ہے یا نہیں ــــ" امی نے پوچھا۔

" بھوک نہیں ہے امی ــــ!" بینا ان کے قریب ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

" آخر ہوا کیا ہے تجھے ــــ؟ نہ صبح ناشتہ کیا ــــ نہ اس وقت بھوک ہے ــــ!" امی جھنجھلا گئیں۔

" اُفوہ امی!! ــــ اس میں بھی میرا قصور ہے نا ــــ! بینا مسکرائی۔

" نہیں ــــ! میرا قصور ہے ــــ!" امی بولیں۔

" ہاں ــــ میرا بھی یہی خیال ہے ــــ" بینا شرارت سے بولی۔

عاصم مسکرا دیئے ــــ امی نے پیار بھرے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دیں۔

" آپ تو کھانا کھا کر آئے ہوں گے ــــ!" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا۔ عاصم چپ رہے۔

" نہیں۔ ابھی نہیں کھایا اس نے ــــ!" امی نے کہا۔

" جاؤ۔ تم کھانا میز پر لگا دو ــــ!" امی نے اس کی طرف دیکھا۔

" پھر کیا کروں ــــ؟" بینا بڑی سنجیدگی سے بولی۔

" تو اس قدر دماغ کیوں چاٹتی ہے ــــ!" امی کو غصہ آگیا۔

" اچھا یہ بتائیے۔ پکایا کیا ہے ــــ؟" بینا نے بات بدل دی۔

" کل رات کو تو نے کیا فرمائش کی تھی ــــ؟" امی نے اس کی طرف دیکھا۔

" میں تو بھول بھی گئی ــــ!" بینا لاپرواہی سے بولی۔

" تیرا حافظہ اتنا کمزور کب سے ہوگیا ــــ؟" امی مسکرائیں۔

" یہ بھی نہیں بتا سکتی۔ کیونکہ حافظہ کمزور ہو چکا ہے۔" وہ بے حد اطمینان سے بولی۔

" اب تو سچ مچ میرے ہاتھ سے پٹ جائے گی بینا ــــ!" امی کو غصہ آگیا۔

" کمال کرتی ہیں امی آپ بھی ــــ اب تو میں بوڑھی ہونے کو آئی ــــ اب بھی آپ مجھے ماریں گی ــــ!" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" پھر تو کہنا کیوں نہیں سنتی ــــ؟" امی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

" آپ کچھ کہیے بھی تو ــــ نہ مانوں تو میرا ذمہ ــــ!" اس نے اپنے بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک تو نے بھی نہیں سُنا۔ کہ میں کیا کہہ رہی ہوں ؟"

"اچھا ـــــ وہ کھانے والی بات ـــــ! بینا جیسے حافظے پر زور دیکر بولی
امّی خاموش بیٹھی اس کی صورت دیکھتی رہیں۔

"اچھی بات ہے ـــــ میں ابھی جا کر کھا لیتی ہوں ـــــ" بینا نے اُٹھتے ہوئے

"تو اکیلی کھائے گی ـــــ؟" امّی بولیں۔

"تو اور کون کون کھائے گا میرے ساتھ ـــــ!" بینا نے انجان بن کر کہا

"عاصم کو کھانا دینے کا ارادہ نہیں ہے کیا ـــــ؟"

"انہیں ہمارے گھر کی دال روٹی کیا پسند آئے گی۔ وہ ٹھہرے بڑے گھر کے
آدمی ـــــ! مرغ مسلّم کھانے والے!" بینا نے ترچھی نظروں سے عاصم کی طرف
دیکھا۔ عاصم امّی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ـــــ بے سنجیدگی سے ـــــ!"

"تجھے نہیں دینا کھانا ـــــ تو تو صاف منع کر دے ـــــ! گھما پھرا کر باتیں
کیوں کرتی ہے ـــــ؟" امّی خود ہی بستر سے اُتر گئیں۔

"ارے امّی! یہ کیا غضب کرتی ہیں ـــــ میں دے رہی ہوں کھانا۔
سچ مچ دے رہی ہوں ـــــ!" اس نے امّی کو پکڑ کر بٹھا دیا۔ اور دروازے
کی طرف بڑھ گئی

"دیوانی ہے بالکل ـــــ!" امّی نے پیار بھرے غصّے سے کہا۔

بینا تھوڑی ہی دیر بعد میز پر کھانا لگا کر آ گئی۔

"جائیے، صاحب بہادر! کھانا نوش جاں کر لیجئے۔" وہ عاصم کے سامنے
قدرے جُھک کر بولی۔ عاصم کو ہنسی آ گئی۔

"امّی! لے جائیے، بڑے صاحب کو ـــــ!" وہ امّی کی طرف دیکھ کر بولی۔

"لے جائیے، کیا مطلب ـــــ؟ تو نہیں کھائے گی ؟"

"میں ان کے ساتھ نہیں کھاؤں گی۔" وہ تیوری چڑھا کر بولی۔

"کیوں ـــــ؟" امّی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ میرے نوالے گنیں گے ـــــ!" بینا بے حد سنجیدگی سے بولی۔

"یا میرے خدا ـــــ! اس لڑکی کو عقل کب آئے گی ـــــ؟" امّی اپنی پیشانی پر ہاتھ
مار کر بولیں۔ انہیں سچ مچ غصّہ آ گیا تھا۔ بینا نے امّی کے تیور بدلے دیکھے تو جلدی
سے عاصم کی طرف دیکھ کر بولی۔

"چلئے بھی ـــــ کیوں نخرے دکھا رہے ہیں ـــــ؟"

عاصم زیر لب مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ کھانے کے کمرے میں
چلے گئے۔

کھانے کی میز پر دونوں کچھ دیر چپ چاپ بیٹھے کھاتے رہے۔ بینا اپنی
پلیٹ پر جُھکی ہوئی تھی۔ اور عاصم کھانے سے زیادہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔
ہلکے سبز رنگ کے کپڑوں میں نکھری نکھری سی وہ بے حد اچھی لگ رہی تھی اس کا چہرہ
ہر قسم کے بناؤ سنگھار سے بے نیاز بے حد پُرکشش لگ رہا تھا۔ نہا کر اس نے
بال تک نہیں سلجھائے تھے ـــــ یونہی اُلجھے بال کمر پر بکھرائے وہ اپنی ذات سے
بھی بے نیاز ہو کر بیٹھی تھی۔ عاصم اس کی جُھکی جُھکی پلکوں کی طرف دیکھ رہے تھے رہے
تھے۔ تب ـــــ ایک دم ـــــ بینا نے پلکیں اُٹھائیں۔ عاصم بے حد سنجیدہ تھے۔
اور خاموش ـــــ!

"سنیئے ۔۔۔" بینا نے انہیں مخاطب کیا۔
"جی ۔۔۔" عاصم چونک گئے۔
"آپ کچھ ناراض ہیں ۔۔۔؟" بینا نے پوچھا۔
"کس سے ۔۔۔؟" عاصم نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔
"مجھ سے ۔۔۔" بینا نے کہا۔
"نہیں تو ۔۔۔ ناراضگی کی کیا بات ہے بھلا ۔۔۔" عاصم نے کہا۔
"وہ ۔۔۔ دراصل میں نے آپ کو تنگ بھی تو بہت کیا ہے؟" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔
"لیکن مجھے تو بالکل برا نہیں لگا ۔۔۔" عاصم مسکرائے۔
"کیوں نہیں برا لگا ۔۔۔؟" بینا نے تحکمانہ انداز سے پوچھا
اس کی ذہنی رو پھر بہکنے لگی ۔۔ عاصم اس کیوں نہیں کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ چپ چاپ بیٹھے خالی گلاس کو انگلیوں سے ضرب لگاتے رہے۔
دونوں کھانا کھا کر آئے، تو امی کی آنکھ لگ گئی تھی۔
بینا عاصم کو ڈرائنگ روم میں بیٹھا کر اور ان کے سامنے اخبار اور میگزین رکھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ عاصم کچھ دیر سگرٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتے ہوئے اخبار پڑھتے رہے۔ پھر دیوان پر کشن سرہانے رکھ کر سو گئے۔ اور بینا شام تک اپنے بیڈ پر لیٹی "دسوپ اور شگوفے" پڑھتی رہی۔
اور پھر ۔۔۔ شام کو عاصم ہیما کے جھنجھوڑنے پر ہی اٹھے۔ ہیما انہیں جگا کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اور عاصم سگرٹ کے ہلکے ہلکے کش لگاتے ہوئے بینا کے

متعلق سوچنے لگے۔ سگرٹ ختم ہونے تک وہ بینا کے بارے میں بے شمار باتیں سوچ چکے تھے۔ چائے کی میز پر بینا کے علاوہ سبھی موجود تھے۔ آصف صاحب بھی آفس سے آچکے تھے۔ عاصم کو بینا کی کمی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ لیکن وہ کسی سے بھی اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھ سکے چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے وہ آصف صاحب سے باتیں کرتے رہے۔
چائے ختم ہوئی تو زیبی انہیں ساتھ لے کر اپنے کمرے میں آگئی۔
زیبی اور بینا کا کمرہ مشترکہ تھا۔ بینا اپنے پلنگ پر بڑے ٹھاٹھ سے لیٹی ناول پڑھ رہی تھی۔ قریب ہی میز پر چائے رکھی ٹھنڈی پالا ہو چکی تھی۔ لیکن اسے بالکل ہوش نہیں تھا۔ اس نے ایک نظر زیبی اور عاصم پر ڈالی اور کتاب کی طرف متوجہ ہوگئی۔
"چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے آپی ۔۔" زیبی نے عاصم کی طرف کرسی سرکاتے ہوئے کہا۔
"اچھا ۔۔۔" بینا نے بڑی بیزاری سے کہا۔
"اس وقت تو ان سے کچھ کہنا سننا بیکار ہے ۔۔۔" زیبی عاصم کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ عاصم بھی زیر لب مسکرائے۔
زیبی کچھ دیر بیٹھی عاصم کو اپنے کالج اور اپنی سہیلیوں کے قصے سناتی رہی۔ اور ان سے یورپ اور امریکہ کے سفر کی بیشمار باتیں پوچھتی رہی۔ عاصم بڑی محبت سے اس سے باتیں کر رہے تھے۔ انہیں نازک گڑیا سی زیبی بے حد اچھی لگی۔ جو ان کی باتوں کو اس قدر توجہ اور دلچسپی سے سن رہی تھی۔
کچھ دیر بعد زیبی کو امی نے بلا لیا۔ عاصم زیبی کے سرہانے رکھا میگزین اٹھا کر

دیکھنے لگے۔ لیکن انہیں بڑی سخت بوریت ہو رہی تھی۔ دو ایک مرتبہ انہوں نے بینا کی
طرف دیکھا۔ لیکن وہ ان کی موجودگی کو کوئی اہمیت دیئے بغیر کتاب پڑھتی رہی ایک لمحے
کے لئے انہیں بینا پر غصہ آیا۔

"سخت بدتمیز سی لڑکی ہے ——!" انہوں نے دل میں سوچا۔

تبھی بینا نے کتاب ایک طرف رکھ کر طویل جمائی لی۔ اور ٹھنڈی چائے کی طرف
دیکھنے لگی۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ پھر عاصم کی طرف دیکھ کر بے انتہا سنجیدگی سے بولی

"سنئے —! ایک کام کر دیں —؟"

"جی ——!" عاصم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میری چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ اس کو پھینک کر دوسری چائے بنا لائیے۔"
بینا نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

عاصم اس کی اس بے تکلفی پر مسکرا دیئے۔

"اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے —؟" بینا نے گھور کر ان کی طرف دیکھا۔

"اور اگر میں انکار کر دوں چائے بنانے سے۔ تب —؟" عاصم کی مسکراہٹ
گہری ہو گئی۔

"ظاہر ہے کہ میں جھک مار کر خود بنا لاؤں گی —!" بینا نے میز پر سے
پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"لائیے ——!" عاصم اٹھ کر اس کے قریب آ گئے۔

"ٹھہرئیے۔ پہلے میں یہ چائے پی لوں ——!" بینا نے ٹھنڈی چائے ایک
ہی سانس میں ختم کر لی۔ اور خالی پیالی میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

"چھوڑئیے۔ اب دل نہیں چاہ رہا۔"

"جی —!" عاصم نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ——! آپ یہاں تشریف رکھئے ——!" بینا نے اپنے پلنگ پر ہاتھ مار کر کہا۔

عاصم نے ایک لمحے کچھ سوچا۔ اور پھر اس کے حکم کی تعمیل میں بیٹھ گئے

"ہوں۔ اب یہ بتائیے۔ اس دن میں نے جو کتاب آپ کو دی تھی۔ وہ آپ لے کر
کیوں نہیں گئے —؟" بینا نے کچھ رعب سے کہا۔

"وہ دراصل میں بھول گیا تھا —!" عاصم مسکرائے۔

"وہ کوئی بھولنے والی بات تھی —؟" بینا نے کچھ اور رعب سے کہا۔

عاصم خاموش رہے۔

"کیا سوچ رہے ہیں ——؟" بینا نے عاصم کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"جی ——! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کہیں آپ کچھ پاگل تو نہیں ہیں ——!" عاصم
نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"جی کیا فرمایا —؟ پاگل ہوں گے آپ —!" بینا نے کچھ غصے سے کہا۔ اور
پھر ایک دم اس کا موڈ بدل گیا۔ کچھ اداس سی ہو کر اس نے عاصم سے پوچھا۔

"آپ کو واقعی میں پاگل نظر آتی ہوں ——؟"

"آپ سچ سمجھ گئیں —؟ میں تو مذاق کر رہا تھا —" عاصم اس کے چہرے
کی اداسی دیکھ کر نادم ہو گئے۔

بینا ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکائے کچھ سوچتی رہی۔ اور عاصم اس کی جھکی جھکی پلکوں
کا خیال آ گیا۔ ان کا دل چاہا۔ وہ بینا سے پوچھیں۔ کہ وہ اس دن کیوں رو رہی تھی —؟

لیکن پھر انہوں نے سوچا کیا فائدہ پوچھنے سے ـــــ ؟ سرپھری لڑکی ہے۔ جانے کیا۔ اُلٹا سیدھا جواب دے دے ـــــ ! مگر ـــــ وہ جو تجسّس کا ایک مادہ ہوتا ہے انسانوں میں ـــــ ! اس کے آگے وہ مجبور ہو گئے۔ اور اس سے پوچھ ہی بیٹھے۔

"ایک بات پوچھوں ـــــ ؟" عاصم نے اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے بالوں کی طرف دیکھا۔

"پوچھئے ـــــ !" بیناؔ نے خلافِ توقع بڑی نرمی سے کہا۔

"آپ ـــــ اس دن کیوں رو رہی تھیں ـــــ" عاصم نے پوچھا

"میں رو رہی تھی ـــــ !!!" بیناؔ نے ایکٹنگ کی۔

"جی ـــــ ! اور کیا ـــــ !" عاصم نے گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میرا خیال ہے آپ نے میرے دشمنوں کو دیکھ لیا ہوگا ! میرے دشمن اکثر روتے رہتے ہیں ـــــ !" بیناؔ مسکرائی۔

عاصم کو سخت غصّہ آیا ـــــ کبھی جو ڈھنگ سے جواب دے کسی بات کا۔ انہوں نے سوچا۔

"آپ جھوٹ بھی بولتی ہیں ـــــ !" عاصم نے بڑے رُعب سے کہا۔

"ہمیشہ نہیں۔ کبھی کبھی ـــــ !" بیناؔ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے ـــــ !" عاصم کو غصّہ آ گیا۔ وہ اس کے بستر سے اُٹھ کر کرسی پر جا بیٹھے۔

"ہاں ـــــ آئندہ کبھی مجھ سے بات مت کیجئے گا" بیناؔ نے مسکراتے ہوئے کہا

"آپ حکم دے رہی ہیں مجھے ـــــ ؟" عاصم کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"جی ـــــ یقیناً۔ یہ مابدولت کا حکم ہے۔ آرڈر ہے اور آپ جانتے ہیں۔ کہ آرڈر از آرڈر ـــــ !" بیناؔ نے اچھی خاصی بکواس کر ڈالی۔

"ایسی تیسی آپ کے آرڈر کی ـــــ !" عاصم کا پارہ مسلسل ہائی ہوتا جا رہا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کی بات نہیں سنی تھی۔ تو پھر بیناؔ کیا چیز تھی ـــــ ؟

"میرا خیال ہے، اب آپ اپنے گھر واپس جائیے" بیناؔ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"کیوں ـــــ ؟" عاصم نے اس کی طرف گھور کر دیکھا۔

"اس لئے کہ مجھے یقین ہے۔ اگر آپ تھوڑی دیر اور رُکے رہے تو تیسری عالمی جنگ چھڑ جائے گی ـــــ !" بیناؔ نے اپنے بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹکتے ہوئے کہا۔

عاصم خاموش بیٹھے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ میرا شمار دنیا کی لڑاکا ترین لڑکیوں میں ہوتا ہے ـــــ !" بیناؔ نے کہا۔

"اور ـــــ آگے بکواس کیجیے ـــــ" عاصم کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔

"اور یہ کہ ـــــ اگر کوئی ایک سناتا ہے۔ تو میں دس سناتی ہوں ـــــ آپ اگر ایک سنائیں گے تو میں دس ضرب دس سناؤں گی ـــــ !" بیناؔ نے میز پر سے کتاب اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اور آگے فرمایئے ـــــ !" عاصم نے کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں فرماتے۔ بس ہماری مرضی ـــــ !" بیناؔ نے عاصم کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

عاصم چند لمحے کھڑے اس کی طرف دیکھتے رہے اس کے چہرے پر چھائی ہوئی

معصومیت دیکھ کر ان کا غصہ خودبخود ہی دور ہوگیا۔ اور وہ ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ لئے باہر چلے گئے۔

عاصم کو آئے ہوئے تین چار روز گزر گئے تھے۔ گھر میں سوائے بینا کے ہر ایک کو فکر تھی۔ کہ عاصم کیوں نہیں آئے اس سے پہلے تو وہ اتنے دن کبھی بھی غیر حاضر نہیں رہے تھے۔ فرزانہ بیگم کو یہ ڈر تھا کہیں بینا نے کچھ اُلٹی سیدھی بات نہ کہہ دی ہو۔ منہ پھٹ تو ہے ہی۔ جو منہ میں آتا ہے بک دیتی ہے ۔۔۔! اُنہوں نے کئی بار سوچا۔ بینا سے پوچھیں لیکن انہیں یہ ڈر تھا۔ کہ اگر اس نے واقعی کچھ نہیں کہا ہوگا۔ تو رونے بیٹھ جائے گی۔ اور پھر اسے چپ کرانا اچھا خاصا مسئلہ بن جائے گا۔

اُس روز ۔۔۔ بینا باورچی خانے میں شام کی روٹیاں پکا رہی تھی۔ تب اچانک ہی رضا عباس اپنی پوری فیملی سمیت آ گئے۔ ان کے آتے ہی گھر میں ایک ہنگامہ شروع ہو گیا۔ بڑے زور و شور سے گھر کے ایک ایک فرد کا حال چال پوچھتے ہوئے وہ باورچی خانے کی طرف آ گئے۔

”ارے بھئی ۔۔۔! فرزانہ! میری بٹی کہاں ہے ۔۔۔؟“ رضا عباس بینا کو بہت چاہتے تھے۔

”میں تو جب بھی آتا ہوں۔ اسے باورچی خانے میں دیکھتا ہوں۔ آخر تم اس سے اتنا کام کیوں کرواتی ہو ۔۔۔؟“ رضا ماموں باورچی خانے کے دروازے میں آ گئے۔

”تسلیم ماموں جان ۔۔۔!“ بینا نے توے سے روٹی اتارتے ہوئے کہا۔

”جیتی رہو ۔۔۔!“ رضا ماموں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ”تم تو اسے باورچی

خانے میں گھونٹ گھونٹ کر مار دینا ۔۔۔! رضا عباس اپنی بہن کی طرف دیکھ کر بولے۔

”آپ بھی کمال کرتے ہیں بھائی جان [illegible] میں کون سا اس سے ہر وقت کام کرواتی ہوں ۔۔۔! فرزانہ بیگم نے کہا۔

”تم اس سے بالکل کام نہیں کروایا کرو ۔۔۔!“ رضا عباس بے حد سنجیدگی سے بولے۔

”نہیں بھئی ۔۔۔ یہ تو غلط بات ہے ۔۔۔ لڑکیوں سے کام تو ضرور کروانا چاہئے۔ آئندہ جانے کیسی پڑے ۔۔۔ کام کی عادت نہیں ہو گی ۔۔۔ تو زندگی اچھی خاصی مصیبت بن جائے گی ۔۔۔!“ فرزانہ بیگم نے کہا۔

”ارے۔ تم دیکھنا تو سہی۔ میری بیٹی تو ایسے گھر جائے گی کہ زندگی بھر [illegible] کرے گی ۔۔۔! رضا عباس نے بینا کی پیٹھ تھپکی۔

”سنتی ہیں بھابھی جان ان کی باتیں ۔۔۔! فرزانہ بیگم نے قریب کھڑی اپنی بھاوج سے کہا

”ہاں تو وہ کوئی غلط کہہ رہے ہیں ۔۔۔؟ تم دیکھ لینا۔ ہماری بیٹی کتنے عیش و آرام سے رہے گی ۔۔۔؟“ سلطانہ بیگم (عاصم کی ماں) نے اپنے شوہر کی حمایت کی۔

”اچھا بھئی ۔۔۔ آپ لوگوں کا ارادہ کیا ہے ۔۔۔؟ کیا یہیں باورچی خانے میں ہی میٹنگ ہوگی ۔۔۔؟“ آصف صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رضا عباس کو بازو سے پکڑ کر باورچی خانے سے باہر لے گئے۔ فرزانہ بیگم بھی اپنی بھاوج کو ساتھ لئے باہر آ گئیں ۔۔۔ تب ۔۔۔ سمیعہ آپا۔ فریحہ آپا اور معتصم بھائی باورچی خانے میں آ گئے۔

"کیا ہو رہا ہے بڑی بی ——؟" معتصم بھائی نے بینا کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔

"پیٹ پوجا کا سامان ہو رہا ہے —۔" بینا مسکرائی۔

"لاؤ ہم تمہاری کچھ مدد کر دیں ——" سمیعہ آپا نے کہا

"شکریہ —— اب تو میرا کام قریب الختم ہے ——" بینا نے روٹی بیلتے ہوئے کہا۔

"چائے کون بنائے گا ——؟ فریحہ چلو تم چائے بناؤ —" معتصم بھائی نے اپنی چھوٹی بہن فریحہ سے کہا۔

"ارے نہیں۔ فریحہ آپا۔ زیبی کو آواز دیجئے۔ زیبی بنائے گی —" بینا نے کہا۔

تبھی زیبی باورچی خانے میں آگئی۔ اور فریحہ کے لاکھ اصرار کے باوجود اس نے انہیں چائے نہیں بنانے دی۔ معتصم بھائی کچھ دیر بعد باورچی خانے سے چلے گئے۔ فریحہ اور سمیعہ آپا زیبی اور بینا سے باتیں کرتی رہیں۔ بینا نے جلدی جلدی آخری روٹی پکاتے ہوئے باہر کی طرف دیکھا۔ عصر کی نماز کا وقت بہت کم رہ گیا تھا۔

"سمیعہ آپا، آپ ذرا یہ روٹیاں چھاڑن میں ٹھیک سے لپیٹ کے رکھ دیجئے —— میں نماز پڑھ لوں ——" بینا نے چولہے پر سے توا اتارتے ہوئے کہا۔ اور باہر صحن میں نکل گئی —— جلدی جلدی وضو کر کے اپنے کمرے میں آئی۔ تو عاصم کو سیما سے باتیں کرتے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ تو یہ سمجھی تھی کہ شاید عاصم نہیں آئے۔

"تسلیم ——" وہ جانماز بچھاتے ہوئے بولی۔

"تسلیم ——" عاصم بے حد سنجیدگی سے بولے۔

بینا نماز پڑھ رہی تھی اور عاصم سیما سے باتیں کرتے ہوئے بینا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آسمانی دوپٹے کے حاشئے میں اس کا معصوم اور پرکشش چہرہ بہت پُر تقدس نظر آ رہا تھا۔ حسب معمول چوٹی کو لپیٹ کر اس نے جوڑا سا باندھ رکھا تھا۔ بینا نے سلام پھیرا۔ تو عاصم نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا لیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ان کی نظریں پھر بینا کے چہرے پر بھٹکنے لگیں —— وہ بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگ رہی تھی۔

"آپا —— میرے پاس ہونے کی دعا بھی مانگئے گا —" سیما کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولی۔ زیبی اُسے آواز دے رہی تھی۔

بینا نماز پڑھ کر اُٹھی۔ تو عاصم کو والہانہ انداز سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ لیکن وہ ایسی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھی۔

"بینا ——" عاصم نے سگرٹ کھڑکی سے باہر پھینکتے ہوئے کہا۔

"جی ——" خلاف توقع بینا نے بڑی انسانیت سے کہا۔

"کیا دعا مانگ رہی تھیں تم ——؟" عاصم نے پوچھا۔

"میں یہ دعا مانگ رہی تھی۔ کہ یا اللہ پاک تو عاصم بھائی جیسے تمام نوجوانوں کو عقل کی نعمت سے سرفراز فرما ——" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"عاصم بھائی" کے الفاظ عاصم کے ذہن پر ہتھوڑے سے برسا گئے۔ جانے کیوں انہیں بینا کی زبان سے عاصم بھائی کے الفاظ کچھ عجیب سے لگے۔ وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے خوابیدہ نظروں سے بینا کی طرف دیکھتے رہے۔

"کہاں کھو گئے جناب ——؟" بینا ان کی طرف قدرے جھک کر بولی۔

”ہوں ۔۔۔!“ عاصم تصورات کی دنیا سے پلٹ آئے۔ ”کہیں نہیں ۔!“ دھیرے سے مسکرائے۔

”جائیے۔ چائے آپ کا انتظار کر رہی ہے ۔!“ بینا سر سے دوپٹہ اتارتے ہوئے کہا۔

”آپ میری چائے یہیں لا دیجئے ۔!“ عاصم نے سامنے رکھی میز پر ٹانگیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

”ایسی نہیں پالتے ہم ۔ وہیں جاکے پی لیجئے ۔!“ بینا نے کمرے سے باہر جاتے ہوئے کہا۔

عاصم جھنجھلا کر رہ گئے۔ اُنہوں نے بھی سوچ لیا۔ وہ ہرگز وہاں جاکر چائے نہیں پئیں گے۔ انہوں نے پیکٹ سے دوسرا سگریٹ نکال کر سلگایا۔ تبھی زیبی ان کے لئے چائے لے کر آگئی۔

”کتنی اچھی ہے زیبی۔ ہمیشہ ہی میرا خیال رکھتی ہے ۔!“ عاصم نے سوچا۔

”ارے زیب ۔۔۔ ! چائے ٹھیک ہے بس ۔۔۔! یہ تم اتنے سارے لوازمات کیوں لے آئیں ۔۔۔؟“ عاصم مسکرائے!

”کوئی زیادہ تو نہیں عاصم بھائی ۔۔۔! آپ تو خواہ مخواہ ہی تکلف کرتے ہیں ۔۔۔!“ زیبی نے پیار سے کہا۔ اور کمرے سے باہر جانے لگی۔

”تم نہیں پیو گی چائے ۔۔۔!“ عاصم نے پوچھا۔

”نہیں ۔ میں زیادہ چائے نہیں پیتی ۔۔۔!“ زیبی نے کہا۔

”اچھا! چائے مت پیو، بیٹھ تو جاؤ ۔۔۔!“ عاصم نے اصرار کیا۔ اور زیبی ان

ے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

”آپ اتنے دن آئے کیوں نہیں عاصم بھائی ۔۔۔؟“ زیبی نے پوچھا۔

”بس یونہی ۔۔۔!“ عاصم نے کہا۔

”آپی نے تو کچھ اُلٹی سیدھی بات نہیں کہدی تھی آپ سے ۔۔۔!“ زیبی مسکرائی۔

”نہیں ۔۔۔!“ عاصم زیر لب مسکرا دیئے۔

”یہ تمہاری آپی ہیں کیا چیز زیب ۔۔۔؟“ عاصم نے پوچھا۔

”بس کچھ نہ پوچھئے ۔ اچھی خاصی کریک ہیں ۔۔۔!“ زیبی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

تبھی باہر سکوٹر رکنے کی آواز آئی۔

”فاروق بھائی آئے ہیں ۔۔۔!“ زیبی اُٹھ کر کھڑکی میں آگئی۔ عاصم بھی چائے کی پیالی لئے اس کے قریب آکر کھڑے ہو گئے۔ فاروق بھائی سکوٹر کی چابی گھماتے ہوئے آرہے تھے۔ اچھے اسمارٹ سے تھے۔ سیاہ پینٹ اور سفید بش شرٹ ان کے دراز قد پر خوب سج رہی تھی۔ ان کے ہونٹوں پر کھیلتی ہوئی مدھم سی مسکراہٹ بے حد پرکشش تھی۔

”یہ فاروق بھائی کون ہیں زیبی ۔۔۔؟“ عاصم نے پوچھا۔

”یہ ہماری بڑی پھوپھی جان کے بیٹے ہیں ۔۔۔!“ زیبی نے کہا۔

”اس سے پہلے تو میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا ۔۔۔!“ عاصم کو جانے کیوں فاروق بھائی کے بارے میں بڑا تجسس تھا۔

”ہاں ۔ حیدرآباد گئے ہوئے تھے پندرہ بیس روز کے لئے! ہر روز ایک پھیرا ضرور لگاتے ہیں ہمارے گھر کا ۔! ورنہ بینا آپی ان کا جینا دشوار کر دیں ۔!“

زیبی نے کہا۔

"اچھا —— "عاصم جانے کیا سوچنے لگے تھے۔

"بینا آپی ان کی بہت لاڈلی ہیں —— "زیبی نے بڑی سادگی سے کہا۔

عاصم کے دماغ پر جیسے ایٹم بم سا آگرا —— شاید ان کے لاشعور میں بینا کی چاہت جنم لے چکی تھی۔ "بینا آپی ان کی بہت لاڈلی ہیں" زیبی کے الفاظ ان کے کانوں میں مسلسل گونج رہے تھے۔

"اب دیکھئے گا بینا آپی ان سے کتنا لڑیں گی —— "زیبی ہنسی عاصم کے ہونٹوں پر بھی ایک مجروح سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ واپس آکر کرسی پر بیٹھ گئے۔ زیبی چائے کے برتن سمیٹ کر باہر چلی گئی۔ عاصم نے سگریٹ کا طویل کش لگایا۔ اور دھوئیں کے مرغولوں میں جانے کیا تلاش کرنے لگے —— تھوڑی دیر بعد ہی بینا کمرے میں داخل ہوئی۔ کچھ روٹھی ہوئی سی —— اس کے پیچھے ہی فاروق بھائی بھی اندر آگئے۔

"ارے لڑکی —— یہ کوئی طریقہ ہے تمہارا —— اتنے دنوں بعد میں آیا ہوں —— اور تم نے بجائے میری خیر و عافیت پوچھنے کے منہ پھلا لیا —— "فاروق بھائی نے بینا کے سر پر چپت لگایا۔ اور تب —— ایک دم ان کی نگاہ عاصم پر پڑی وہ کچھ ٹھٹک کر رہ گئے۔

"آپ کی تعریف بینا —— "فاروق بھائی مسکرائے بینا خاموش رہی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں نا —— "فاروق بھائی نے بینا کا سر ہلایا۔

"مت بولئے مجھ سے —— "بینا نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"اچھی بات ہے —— نہیں بولیں گے —— "فاروق بھائی عاصم کے سامنے

والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"ہاں جناب! آپ ہی اپنا تعارف کروائیے۔ یہ نالائق تو بتائے گی نہیں کچھ ——!" فاروق بھائی نے بڑی بے تکلفی سے عاصم سے پوچھا۔

"مجھے عاصم رضا کہتے ہیں —— "عاصم کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اچھا۔ آپ عاصم ہیں —— بھئی بہت اشتیاق تھا آپ سے ملنے کا ——!" فاروق بھائی نے بڑی گرم جوشی سے عاصم سے ہاتھ ملایا۔ عاصم بھی مسکراتے رہے۔

"کراچی آئے ہوئے آپ کو کتنے روز ہوئے —— "فاروق بھائی نے پوچھا۔

"تقریباً پندرہ بیس روز ہوئے ہیں — "عاصم نے کہا۔

"اچھا —— "فاروق بھائی بے حد تھکے تھکے سے لہجے میں بولے۔ اور بینا کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ دریچے میں جھکی باہر دیکھ رہی تھی۔

"سخت مشکل کام ہے صاحب اس نالائق لڑکی کو منانا" فاروق بھائی عاصم کی طرف دیکھ کر بولے۔ اور اٹھ کر بینا کے قریب چلے گئے۔

"تمہارا موڈ کب تک ٹھیک ہوگا —— "فاروق بھائی بیحد سنجیدگی سے بولے۔

بینا خاموش رہی۔

"میں واپس چلا جاؤں —— "فاروق بھائی نے کہا بینا پھر بھی خاموش رہی۔

"اچھی بات ہے —— "فاروق بھائی سچ مچ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

بینا نے کنکھیوں سے فاروق بھائی کی طرف دیکھا۔ اور پھر جلدی سے آگے بڑھ کر ان

کا ہاتھ تھام لیا۔

"جا کے دیکھیے آپ —!" بینا نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے انہیں گھورا

"بس آپ چھوڑ دیجئے میرا ہاتھ —!" فاروق بھائی نے ناراضگی کی ایکٹنگ کی

"کیوں —؟" بینا نے جیسے لٹھ مار دیا۔

"میں ایسی احمق لڑکیوں سے قطعی بات نہیں کرنا چاہتا جو خواہ مخواہ منہ پھلا لیتی ہیں —!" فاروق بھائی منہ پھیر کر مسکرائے۔

"جی ہاں —! اپنی غلطیوں پر کوئی گرفت نہیں کرتے!" بینا اور چڑھ گئی۔

"میں نے کیا غلطی کی —؟" فاروق بھائی انجان بن کر بولے۔

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں —؟" بینا کو اور غصہ آگیا۔

"ہاں۔ بتاؤ —!" فاروق بھائی اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولے۔

"ایک ہفتے کے لئے حیدرآباد گئے تھے۔ اور بیس روز لگا دیئے — اُوپر سے کوئی خط تک نہیں لکھا —!" بینا نے کہا۔

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو۔ جیسے میرے لئے بہت پریشان تھیں —" فاروق بھائی نے اسے چھیڑا۔

"اور کیا — آپ کو کیا معلوم —؟ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے گھر کے کتنے چکر لگائے ہیں —؟ پھوپھی اماں بیچاری الگ پریشان تھیں —!" بینا کا غصہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"اچھا بابا —! مان لیا کہ غلطی میری تھی۔ چلو غصہ تھوک دو۔ اور مابدولت کو معاف کر دو —!" فاروق بھائی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونہہ —! معاف کر دو۔ بس یہ آسان ہے آپ کے لئے" بینا نے گھور کر فاروق بھائی کی طرف دیکھا۔

"اچھی بات ہے۔ تم لڑتی رہو۔ بس جاؤ ہم تمہیں ٹافی نہیں دیں گے —!" فاروق بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لائے بھی ہیں ٹافی —! ویسے ہی بیوقوف بنا رہے ہیں" بینا کا غصہ قدرے کم ہوا۔

"ٹافی کا نام سُن کر کیسی سیدھی بن گئی —!" فاروق بھائی نے اس کے نرم نرم کان کھینچتے ہوئے کہا۔

"اب لائے ہیں تو دیجئے پھر —! وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں —؟"

بینا مسکرائی۔

فاروق بھائی نے ایک لمحہ کے لئے بڑی شفقت سے بینا کی طرف دیکھا۔ اور دروازے سے باہر نکل گئے۔

عاصم اس تمام وقفے میں خاموش بیٹھے سگرٹ پیتے رہے۔ بینا نے بڑی لاپرواہی سے عاصم کی طرف دیکھا۔ اور ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

چند منٹ بعد فاروق بھائی مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور ٹافی کا ڈبہ بینا کے سر پر مارتے ہوئے بولے۔

"لو پکڑو۔ ندیدی لڑکی —!"

"آیئے آپ بھی کھائیے —!" بینا — ان کے ہاتھ سے ڈبہ لیتے ہوئے مسکرائی۔

"شکریہ! اس نوازش کا —!" فاروق بھائی مسکرائے۔

"اچھا چلئے آپ کو اچھی سی چائے بنا کر پلاؤں ——!" بینا نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"شکر خدا کا — کوئی تو نیک کام کرنے پر آمادہ ہوئیں۔" فاروق بھائی نے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیجئے، آپ یہ ٹافیاں کھائیے ——!" بینا نے ٹافیوں کا ڈبہ عاصم کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ عاصم نے ایک لمحے کے لئے گہری نظروں سے بینا کی طرف دیکھا۔ اور سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل دیا۔ بینا فاروق بھائی کے ساتھ باہر چلی گئی۔ اور عاصم کرسی کی پشت سے سر لگائے جانے کیا سوچنے لگے یوں انہیں چپ چاپ سوچتے ہوئے جانے کتنے لمحے چپکے سے بیتے تھے۔ تب بینا دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے ہی پوری پلٹن تھی۔ منصور۔ عرفان۔ سیما۔ زیبی۔ سمیعہ اور فریحہ آپا سبھی تھے۔

"آپی — ہمیں بھی دو ٹافیاں ——!" سب شور مچا رہے تھے۔ اور سمیعہ، فریحہ ہنس رہی تھیں۔ بینا نے جلدی سے آگے بڑھ کر میز پر پڑا ہوا ڈبہ اُٹھا لیا۔ اور منصور کی طرف گھورتے ہوئے بولی۔

"کسی کو ٹافی نہیں ملے گی —— تم لوگ ہر دفعہ حصہ لگا لیتے ہو —!"

"اچھی آپی —— !"

"پیاری آپی —— !"

"سویٹ آپی — !"

زیبی، منصور اور عرفان شور مچا رہے تھے۔

"نہ میں اچھی ہوں۔ نہ پیاری ہوں۔ نہ سویٹ ہوں۔" بینا گردن کو خم دے کر بولی۔

"اچھا بہت بری آپی ——!" منصور جلدی سے بولا۔

"بس ایک سے زیادہ نہیں ملے گی کسی کو بھی —!" بینا نے اپنی دانست میں بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کیا۔

"اچھا لاؤ فی الحال ایک ہی دو —!" زیبی نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"ہاں۔ اس وقت ایک ایک ہی دو —— ! باقی ہم چرا کر کھالیں گے —!" منصور کے ہونٹوں پر بڑی شریر سی مسکراہٹ تھی۔

بینا نے ڈبہ کھول کر ایک ایک ٹافی سب کی طرف بڑھا دی۔ ہاں سمیعہ اور فریحہ آپا کی طرف بڑی فراخدلی سے ڈبہ بڑھا دیا۔ کہ آپ جتنی چاہیں کھالیں —— ان دونوں نے انصاف سے کام لیتے ہوئے ایک ایک ٹافی ہی لی —— تھوڑی ہی دیر میں پوری پلٹن کمرے سے باہر چلی گئی۔

عاصم بڑی خاموشی سے بیٹھے بینا کی تمام حرکات کا جائزہ لے رہے تھے۔ بینا نے ایک لمحے کے لئے عاصم کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر —خود بھی بڑی سنجیدگی سے ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"آپ ٹافی کھائیں گے ——!" بینا میز پر دونوں کہنیاں ٹیک کر ان کے سامنے جھکتے ہوئے بولی۔

"جی نہیں —— شکریہ ——!" عاصم بے حد سنجیدگی سے بولے۔

"کیوں —— ؟"

"مجھے ٹافیاں پسند نہیں —!" عاصم مسکرائے۔

"پسند ہوں یا نہ ہوں۔ آپ کو کھانی پڑیں گی —!" بینا جیسے حکم دیتے ہوئے بولی۔

"کوئی زبردستی ہے آپ کی ——!" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ بالکل ۔۔۔! ہماری زبردستی ہے ۔۔۔" بینا نے بڑے رعب سے کہا۔

"ماشاءاللہ ۔۔۔!" عاصم کچھ طنزیہ انداز سے مسکرائے۔

"سبحان اللہ ۔۔۔!" بینا بھی ان کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرائی۔ اور پھر ڈبا میں سے ٹافی نکالنے لگی۔

"اپنے ہاتھ سے نہیں کھاتے تو میرے ہاتھ سے کھا لیجیے۔" بینا نے ٹافی کا کاغذ الگ کرتے ہوئے کہا۔ عاصم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"لیجیے ۔۔۔!" بینا نے ٹافی ان کے منہ کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

عاصم نے بے حد حیرانی سے اس کی طرف دیکھا لیکن وہاں سوائے بچوں کی سی معصومیت کے اور کچھ نہ تھا۔

"کھا لیجیے نا ۔۔۔! اتنے نخرے کیوں دکھا رہے ہیں؟" بینا کی آنکھوں میں التجا تھی عاصم نے والہانہ انداز سے اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر ۔۔۔ ٹافی اس کے ہاتھ سے لے کر منہ میں رکھ لی۔

"شاباش ۔۔۔!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور ٹافی کا ڈبہ الماری میں بند کر کے باہر چلی گئی۔

باورچی خانے کی طرف جا رہی تھی۔ تب امی اس کے قریب آگئیں۔

"امی ۔۔۔!" بینا نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں ۔۔۔!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"آپ کھانے پر کیوں روک رہی ہیں ان لوگوں کو ۔۔۔!"

"کھانے کا وقت ہونے والا ہے بیٹی ۔۔۔ بری بات ہے بغیر کھانا کھلائے رخصت

کردیں ان لوگوں کو ۔۔۔" فرزانہ بیگم نے آہستہ سے کہا۔

"اللہ ۔۔۔! امی آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ اتنے سارے لوگوں کے لئے کھانا پورا کب پڑے گا ۔۔۔؟" بینا نے دبی زبان سے کہا۔

"کوئی بات نہیں ۔۔۔ فریج سے قیمہ اور انڈے نکال لاؤ۔" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"لیکن امی! روٹیاں بھی تو کم ہیں ۔۔۔" بینا منہ بنا کر بولی۔

"روٹیاں پکنے میں کتنی دیر لگتی ہے ۔۔۔؟" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"اوہ، امی۔ آپ سمجھتی کیوں نہیں ۔۔۔ میں کس لئے اتنی تمہید باندھ رہی ہوں ۔۔۔!" بینا نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تو آخر کہنا کیا چاہتی ہے ۔۔۔؟" فرزانہ بیگم اس کی باتوں سے تنگ آ کر بولیں۔

"مجھ سے اتنی روٹیاں نہیں پکیں گی ۔۔۔" بینا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یا میرے اللہ ۔۔۔! تو اس لئے تیرا دم نکلا جا رہا ہے" فرزانہ بیگم اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولیں۔

"اور کیا ۔۔۔!" بینا مسکرائی۔

"ارے بابا! میں خود پکا لوں گی۔ یا پھر بازار سے منگوا لوں گی ۔۔۔!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"اوہ امی! آخر ضرورت کیا ہے۔ خواہ مخواہ کے تکلفات کی ۔۔۔" بینا کچھ بیزاری سے بولی۔

"شرم کر بینا ۔۔۔! تو ان کے گھر چار چار دن رہ کر آتی ہے ۔۔۔ اور ان لوگوں کو ایک وقت کا کھانا کھلاتے ہوئے تیرا سیروں خون خشک ہوتا ہے ۔۔۔!" فرزانہ بیگم کو سچ مچ غصہ آگیا تھا۔

"امی ۔۔۔ وہ الگ بات ہے ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"الگ بات کیسے ہے — ؟" فرزانہ بیگم بولیں۔

"اب دیکھئے نا امی۔ ان کے گھر میں جو کھانا پکا ہوگا۔ وہ سب خراب ہوگا —!" بنـ[illegible]
نے صفائی پیش کی۔

"اچھا بس۔ رہنے دے اپنی باتیں —!" فرزانہ بیگم نے سالن کی دیگچی کھو[illegible]
کر اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

لیکن — بینا کی مشکل سچ مچ آسان ہوگئی۔ فرزانہ بیگم کے لاکھ اصرار کے باو[illegible]
وہ لوگ کھانے پر نہیں رُکے۔

"خواہ مخواہ کا تکلف مت کرو فرزانہ —! ہمارے گھر میں جو کھانا پکا ہے۔ وہ [illegible]
پھینکا جائے گا؟" رضا عباس نے بات ہی ختم کردی۔

"میری بیٹی کدھر ہے — ؟" رضا عباس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پو[illegible]

"جی ماموں جان —!" بینا باورچی خانے سے نکلتے ہوئے بولی۔

"بیٹی —! تم اپنے کپڑے اور کتابیں لے لو —!" رضا عباس نے کہا۔

"بینا کو لے جا رہے ہیں آپ — ؟" فرزانہ بیگم نے پوچھا۔

"ہاں —! اب ایک مہینے سے پہلے نہیں واپس آئے گی —!" عاصم کی امی [illegible]
پیار سے بینا کی طرف دیکھا۔

"ہاں — بالکل —! یہ فرزانہ تو اسے ہر وقت باورچی خانے میں بٹھائے رکھ[illegible]
ہے —!" رضا عباس نے سگار کا کش لگاتے ہوئے کہا۔

"بھائی جان —! آپ نے تو خواہ مخواہ ہی بدنام کر رکھا ہے۔ سارے زمانے
—!" فرزانہ بیگم مسکرائیں۔

بینا کا اس وقت بالکل موڈ نہیں تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ جانے کا — اس نے
سینکڑوں بہانے بنا ڈالے لیکن آخر کار ان سب کی محبت و شفقت کے آگے مجبور ہوگئی
— فریحہ بیگم نے بینا کے ساتھ مل کر جلدی جلدی اس کی چیزیں سمیٹنا شروع کردیں۔

"چلو جلدی کرو بیٹی —!" رضا عباس نے کہا۔

"چلیئے میں تو تیار ہوں — !" بینا نے کہا۔

"یہ کھونٹا تو کھولو آپی — !" زینبی نے بینا کا جوڑا کھولتے ہوئے کہا۔

"اونہہ — سب ٹھیک ہے —!" بینا لاپرواہی سے بولی۔

"ہاں — تم تو بس ہر جگہ حُلیہ بنا کر جانے کیلئے تیار ہو جاتی ہو —!" زینبی نے ناک سکوڑی۔

"معتصم بھائی نے آگے بڑھ کر فریحہ کے ہاتھ سے بینا کا اٹیچی کیس لے لیا۔

"کیا تو سچ مچ ایک مہینہ رہے گی — ؟" فرزانہ بیگم نے بینا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ارے نہیں امی — بس زیادہ سے زیادہ دو چار روز بعد واپس آجاؤں گی۔!"
بینا مسکرائی۔

"کیوں بھائی جان — ؟" فرزانہ بیگم نے اپنے بھائی کی طرف استفہامیہ نظروں
سے دیکھا۔

"بھئی پہلے اسے جانے تو دو۔ واپسی بھی ہو ہی جائے گی —!" رضا عباس
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جاؤ بیٹی — خدا حافظ —!" آصف صاحب نے بینا کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
اور بینا بھی سب کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئی۔

—— ⁘ ——

رضا عباس فرزانہ بیگم کے بڑے بھائی تھے۔ بے حد نیک۔ رحم دل اور شفیق
تقریباً بیس بائیس سال قبل وہ اپنی بیوی اور بچوں سمیت افریقہ جا بسے تھے۔ وہاں
زر و جواہر کی دنیا میں کچھ ایسے گم ہوئے کہ وطن واپس آنے کا خیال تک دل میں نہ آ
لیکن وہ اپنی دونوں بہنوں فرزانہ بیگم، عرفانہ بیگم اور اپنے چھوٹے بھائی صالح عبا
کو بڑی پابندی سے خطوط لکھا کرتے تھے۔ معتصم ان کی سب سے بڑی اولاد تھے
عاصم کا نمبر دوسرا تھا ان کے بعد سمیعہ اور فریحہ تھیں۔

رضا عباس نے اپنے خاندان سے باہر شادی کی تھی۔ ان کی بیوی اچھی خلیق
اور خوب سیرت عورت تھیں۔ جنہیں اپنے شوہر کی دولت پر کوئی گھمنڈ نہیں تھا۔
بیٹوں کے حسن اور وجاہت پر کوئی غرور نہیں تھا۔ اپنے شوہر اپنی اولاد اور ا
سسرال والوں سے انہیں بہت محبت تھی ـــــ اپنی اولاد میں یوں تو انہیں سب

سے پیار تھا ـــــ لیکن ـــــ عاصم کی بات ہی کچھ اور تھی۔ عاصم کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل ہی
ان کے اکلوتے جوان بھائی کا ایک ہوائی حادثے میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس حادثے نے
ان کے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ دن رات ان کی آنکھوں میں اپنے جوان اور حسین
بھائی کی صورت پھرا کرتی تھی۔ شاید اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ جب عاصم پیدا ہوئے تو۔ وہ ہو بہو اپنے
ماموں کے ہم شکل تھے۔ اپنے بھائی کے نام پر سلطانہ بیگم نے ان کا نام بھی عاصم رکھا۔

عاصم کو پا کر ان کا غم بہت ہلکا ہو گیا۔ اور پھر ـــــ وقت کے آتے جاتے ناہموار سلسلوں
نے غموں کے نقوش کو کچھ اور دھندلا کر دیا۔ عاصم سے گھر کا ہر فرد بے حد محبت کرتا تھا۔
رضا عباس کو عاصم کی شکل میں اپنے مرحوم سالے کی جھلک نظر آتی تھی ـــــ معتصم۔ فریحہ
اور سمیعہ کو عاصم میں اپنے بے حد پیارے ماموں جان کے نقش نظر آتے تھے۔ سمیعہ اور
فریحہ نے تو اپنے ماموں کی صرف تصویریں ہی دیکھی تھیں ـــ شکل و صورت کے علاوہ
عاصم کے عادات و اطوار بھی ویسے ہی تھے۔ جیسے ان کے ماموں کے تھے۔ اور یوں ـــ عاصم
ہر وقت اور ہر جگہ ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنے رہتے تھے۔

رضا عباس نے اپنے دونوں بیٹوں کو بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم دلوائی تھی۔
سمیعہ اور فریحہ نے سینئر کیمبرج تک پڑھا تھا۔

افریقہ میں بائیس طویل سال گزارنے کے بعد رضا عباس کا دل ایک دم ہی
اچاٹ ہو گیا۔ اور وہ سب کچھ سمیٹ کر وطن واپس آ گئے۔ کراچی آکر انہوں نے بنگلور ٹاؤن
میں ایک عالیشان کوٹھی خریدی اور نئے سرے سے کاروبار شروع کیا۔ عاصم کے سوا باقی
سب ان کے ساتھ ہی آئے تھے۔ عاصم ان دنوں یورپ اور امریکہ کی سیاحت کیلئے
گئے ہوئے تھے۔ رضا عباس کے وطن آنے کے تقریباً تین ماہ بعد وہ بھی واپس آگئے۔

ہمدردی۔ رحم دلی۔ خاموشی اور سنجیدگی ان کی فطرت کے خاص اوصاف تھے۔ چھو
بڑے ہر فرد سے انتہائی محبت اور انکساری سے ملتے تھے۔

انہیں نہ وجاہت پر کوئی غرور تھا۔ اور نہ اپنی قابلیت پر کوئی فخر — ! اپنے با
کی دولت و ثروت پر بھی انہیں کوئی گھمنڈ نہیں تھا۔ ہر بات کا مشاہدہ انتہائی خاموشی
کرتے تھے اور بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اُٹھاتے تھے۔ وعدوں کی قدر و قیمت ان
نزدیک جان سے بھی بڑھ کر تھی۔ اگر ایک بار زبان سے کوئی بات کہہ دیتے۔ تو اس کو
کرنے کے لئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی باوقار شخصیت کے یہی
اوصاف تھے۔ جو ہر ایک شخص کو ان کا گرویدہ بناتے تھے۔ اپنی اٹھائیس سالہ زندگی میں
زمانہ طالب علمی میں۔ اور اس کے بعد سیاحت کے دوران وہ بے شمار لڑکیوں سے
ملے تھے۔ مختلف موضوعات پر ان سے ان گنت باتیں کی تھیں۔ لیکن ان کا یہ میل ملاپ
کبھی بھی اچھے اور پرخلوص دوست کی حد سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ ان کے دل میں ان
لئے کبھی بھی "محبت" نام کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ نیلے کانچ جیسی آنکھوں ا
سنہرے بالوں والی نازک لڑکیاں ان پر دل و جان سے فدا تھیں۔ عاصم کی محض ایک
سی مسکراہٹ سے ان کے رخساروں کے گلاب کھل اُٹھتے تھے۔ ہونٹوں کی منہ بند کل
خود بخود ہی چٹک اٹھتی تھیں۔

سنڈریلا۔ سنتھیا۔ الزبتھ۔ للی۔ روزا۔ اور دوسری بے شمار لڑکیوں نے
کو اپنانے کی خاطر کیا کیا جال نہ بچھائے تھے — لیکن عاصم کے پاس ان کے لیے
ایک پرخلوص مسکراہٹ کے اور کچھ نہیں تھا — ایک مسکراہٹ — ! فقط ایک مسکراہٹ
— ! ایک ہمدرد اور پرخلوص دوست کی مسکراہٹ — ! ایسے دوست۔

جو زندگی کی طویل شاہراہوں پر چلتے ہوئے کسی انجانے موڑ پر محض اتفاق سے مل جاتے
ہیں۔ اپنے خلوص کے چند حسین اور نازک پھول بکھراتے ہیں — اپنی دلکش مسکراہٹوں
کا تبادلہ خیال کرتے ہیں — زندگی کے کچھ حقیقی مسائل پر تبادلہ خیال کرتے ہیں۔
— اور جنہیں وہ اپنا دوست کہتے ہیں — ان کی زندگی کے المیہ اور طربیہ
پہلوؤں کا تجزیہ کرتے ہیں — چند ہمدردانہ مشورے دیتے ہیں — اور وقت
گذر جاتا ہے — لمحات پیچھے دھندلکوں میں سرک جاتے ہیں — وقت چپ
چاپ کروٹ بدلتا ہے — سونی سونی خاک پر ان کے خلوص اور ان کی دلکش
مسکراہٹوں کے پھول بکھرے ہوئے بڑی اداسی سے انہیں آگے بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں
— اور پھر — کچھ لمحات اور گذر جانے کے بعد وہاں کچھ باقی نہیں رہتا —
پھول مرجھا جاتے ہیں — دور دیس سے آتی ہوئی خاموش ہوائیں ان مرجھائے
ہوئے پھولوں کو نامعلوم سمتوں میں لے جاتی ہیں۔ انجانی سمتوں سے آئی ہوئی اجنبی
خاک ان کے قدموں کے نشان دھندلا دیتی ہے — سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔
سب کچھ — ! صرف خیال کی سونی رہگذر پر پرخلوص مسکراہٹوں کے مرجھائے
ہوئے پھولوں کی یاد — اور اُن یادوں کے دھندلے نقوش باقی رہ جاتے ہیں !

اور اب عاصم کی زندگی میں دو لڑکیاں اور آئی تھیں — ! شہناز — ! اور بینا
— ! شہناز ان کے چچا کی بیٹی تھی — جسے انہوں نے کراچی میں آکر پہلی بار دیکھا تھا۔
— ! اچھی خوبصورت سی لڑکی تھی — ! نت نئے ڈیزائنوں کے کپڑے پہنتی تھی۔
طرح طرح کے ہیر اسٹائل بناتی تھی۔ بڑی نفاست سے میک اپ کرتی تھی — ! کچھ
مغرور اور ضدی سی تھی — ! پندرہ بیس دن کے مختصر سے عرصے میں ہی عاصم نے یہ

محسوس کرلیا تھا۔ کہ وہ ان میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہی ہے ۔۔۔۔ ! لیکن عا
کے نزدیک اس میں اور سمیعہ فریحہ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ شہناز کے انداز میں ایا
قسم کا تصنع تھا اور بناوٹ ۔۔۔ ! جو عاصم کو قطعاً پسند نہیں تھا ۔۔۔۔ !

بینا ۔۔۔ ان تمام لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ جن سے عاصم اپنی زن
میں ملے تھے ۔۔۔ ! اس کے انداز میں نہ بناوٹ تھی ۔۔۔ اور نہ تصنّع ۔۔۔ ! اس کے
برعکس ایک قسم کی بے ساختگی تھی ۔۔۔ اور سادگی ۔۔۔ ! عاصم کی نظر سے آج تک
کوئی ایسی لڑکی نہیں گزری تھی۔ جس کی شخصیت اس قدر متضاد طبیعتوں سے مل کر بنی
جو بیک وقت سنجیدگی اور شوخی ۔۔۔ بردباری اور بزلہ سنجی کا امتزاج ہو ۔۔۔ !
کے انداز میں اس قدر لاپرواہی ہو۔ ! کبھی کبھی تو اس کی باتوں میں بچوں کی سی معصو
ہوتی تھی ۔۔۔ اور کبھی ایک فلاسفر کی سی سنجیدگی اور خبطی پن ۔۔۔ ! بعض اوقات
کے چہرے سے پھوٹتی ہوئی مسرت کی کرنوں کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے
دنیا کے ہر سُکھ اور ہر خوشی نے اس کا ہی دامن تھام رکھا ہو ۔۔۔ ! اور کبھی آنکھ
سے اتنی اُداسی ٹپکتی تھی۔ جیسے دنیا کا ہر غم اور حزن دیاس محض اسی کا مقدر ہو ۔۔۔

عاصم اب تک بینا کو سمجھ ہی نہ سکے تھے۔ وہ آخر تھی کیا چیز ۔۔۔ ؟ وہ اکثر اس
متعلق سوچتے تھے ۔۔۔ ! لیکن اس کو سمجھنا شاید بہت مشکل تھا۔ ان کے کراچی آ
بعد بینا پہلی بار ان کے گھر رہنے کے لئے گئی تھی۔ اور عاصم سوچ رہے تھے۔ کہ کچھ
تک ہر وقت کا ساتھ رہے گا ۔۔۔ شاید وہ بینا کی شخصیت کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

پہلے روز تو بینا اور عاصم میں قطعی بات نہیں ہوئی۔ عاصم کھانے کے بعد
کمرے میں بیٹھے اخبار پڑھتے رہے ۔۔۔ اور بینا معتصم بھائی، سمیعہ اور فریحہ

ی رات تک تاش کھیلتی اور شور مچاتی رہی ۔۔۔ ! شور مچانے میں سب
یادہ بلند آواز اسی کی تھی ۔۔۔ ! عاصم اس کی آواز سُن کر مسکراتے رہے ۔۔۔ !
دوسرے روز بینا کا ٹیسٹ تھا ۔۔۔ ! لیکن گذشتہ روز کے ہنگاموں میں
ز ۔ ماہیں پڑھ سکی تھی۔ رات کو بارہ بجے سونے کے بعد وہ چار بجے اُٹھ بیٹھی ۔۔۔ !
ا سے برابر میں فریحہ سو رہی تھی۔
بینا نے چند سیکنڈ اس کی طرف دیکھا۔ اور سرہانے سے دوپٹہ اُٹھا کر گلے میں
ی نیچے اُتر گئی ۔۔۔ دریچے کی راہ سے چاندنی اندر آرہی تھی ۔۔۔ وہ دریچے
پ جاکر کھڑی ہوگئی ۔۔۔ ڈھلتی ہوئی رات خاموشیوں کی لَے میں جانے کون
در اَن کہی داستانیں سنا رہی تھی ۔۔۔ ؟ ہر طرف ایک پُراسرار سی خاموشی
ی تھی۔ درخت چپ چاپ ساکت کھڑے تھے۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ کوئی سرگوشی
ی ۔۔۔ سامنے والی سڑک کے دونوں طرف ایستادہ بجلی کے کھمبے زمین پر
تر چھے سے سائے بنا رہے تھے ۔۔۔ جلتے ہوئے بلبوں کی روشنیاں زرد
ہ گوار ۔۔۔ ! انجانی سمت سے آتی ہوئی اجنبی ہوا کا ایک سبک رفتار جھونکا
در کمرے میں شبتو اور رات کی رانی کی البیلی سی مہک بکھر گئی۔ بینا نے طویل
ے کر اس مدھر سی خوشبو کو اپنی سانسوں میں جذب کیا۔ اور اس کی نظریں آسمان
وسعتوں پر ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کا قافلہ بڑی سبک رفتاری سے آگے بڑھ
رہے چاند کی روشنی سوئی ہوئی کائنات کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھی ۔۔۔
ل شاخوں پر تھکی تھکی سی چاندنی محوِ خواب تھی ۔۔۔ اور رات سسک سسک
رہی تھی ۔۔۔ !

بینا ایک طویل سانس لے کر دریچے سے ہٹ آئی۔ اور ٹیبل لیم
پڑھنے بیٹھ گئی ـــــ!

ناشتے کی میز پر سوائے بینا اور عاصم کے سبھی پہنچ چکے تھے۔

"یہ دونوں کہاں رہ گئے ـــــ؟" معتصم بھائی نے فریحہ سے پو

اسی وقت عاصم دروازے سے داخل ہوئے۔

"بینا کہاں ہے عاصم ـــــ؟ اسے بھی بلا لاؤ ـــــ!" معتصم بھ
اور عاصم بینا کے کمرے کی طرف چلے گئے۔ بینا جلدی جلدی با

"آپ ابھی تک تیار ہی نہیں ہوئیں ـــــ!" عاصم اس کے شانوں
ہوئے بالوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"ہاں۔ بس نہیں ہوئے۔ کوئی تکلیف ہے آپ کو ـــــ؟" بینا جھ
عاصم کو اس کے انداز تخاطب پر غصہ آگیا۔

"مجھے کیوں تکلیف ہوتی ـــــ؟ ناشتے پر سب آپ کا انتظار کر
ـــــ ان سے ہی کہئے جا کر یہ بات!" عاصم کی پیشانی پر شکنیں تھیں۔

"اچھا ایک کام کر دیجئے ـــــ!" بینا نے خوشامد کی۔

عاصم خاموش کھڑے اس کی طرف دیکھتے رہے ـــــ

"ذرا ہمارے قلم میں روشنائی بھر دیجئے ـــــ ہمیں دیر ہو رہی ہے"
بینا نے الجھے ہوئے بالوں کو بری طرح کھسوٹ ڈالا۔

"مجھے آپ نے نوکر سمجھا ہے ـــــ!" عاصم کا غصہ اب تک دور نہ

"نہیں تو ـــــ عاصم بھائی سمجھا ہے ـــــ!" بینا نے معصومیت سے

عاصم اس کی معصومیت پر مسکرا دیئے۔ اور میز کی طرف بڑھ گئے۔ بینا
م میں لئے ان کے نزدیک آگئی۔

یری باتوں کا برا نہ مانا کیجئے۔ میں تو کریک ہوں ـــــ!" بینا ان کی طرف جھکتی
ی۔

اس میں کوئی شک بھی نہیں ـــــ!" عاصم نے ترچھی نظروں سے اس کی طرف

ہونہہ! بڑے آئے۔ آپ خود کیا کچھ کم کریک ہیں ـــــ؟" بینا نے جلدی
ٹی باندھتے ہوئے کہا۔

ہر وقت بیکار باتیں نہیں کرتے۔ جلدی سے تیار ہو کر آجائیے۔ آپ ناشتے
ـــــ!" عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔

میں بیکار باتیں کرتی ہوں ـــــ؟" بینا نے گھور کر عاصم کی طرف دیکھا۔

اور کیا ـــــ!" عاصم مسکرائے۔

بس جائیے۔ میں نہیں کروں گی ناشتہ ـــــ!" بینا منہ بنا کر کرسی پر بیٹھ

عجیب لڑکی ہے ـــــ!" عاصم زیر لب بولے۔

آپ خود ہوں گے عجیب ـــــ! بلکہ عجیب وغریب ـــــ!" بینا غصہ سے بولی۔

اچھا بھئی۔ میں نے مان لیا کہ میں ہی عجیب وغریب ہوں۔ میں کریک ہوں۔
ب آپ ناشتے کے لئے تو چلئے!" عاصم اس کے قریب آکر بولے۔

بینا خاموش بیٹھی رہی۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے محترمہ ——!" عاصم مسکراتے

"تو آپ جائیے ——!" بینا نے بے نیازی سے کہا۔

"آپ نہیں چلیں گی ——!" عاصم نے اس کی جھکی ہوئی پلکوں ک

"نہیں —— ایک دفعہ کہہ دیا ——!" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"بیکار ضد نہیں کرتے ——!" عاصم نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"بس آپ جائیے یہاں سے ——!" بینا جھنجھلا کر بولی۔

"میں آپ کو لئے بغیر نہیں جاؤں گا ——!" عاصم بضد تھے۔

"کوئی زبردستی ہے آپ کی ——؟" بینا نے ابرو چڑھائے۔

"ہاں —— بالکل ——!" عاصم نے بینا کی طرف جھک کر اس کا ہاتھ
اسے ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔ خیریت اسی میں ہے۔ آپ چپ چاپ
چلتی رہیے ——!" عاصم نے کہا۔

بینا نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولنے چاہے۔ لیکن عاصم کے چہ
چھائی ہوئی بے پناہ سنجیدگی کو دیکھ کر خاموش رہی۔ اور چپ چاپ ان
آ گئی۔

اور اس روز —— بینا یونیورسٹی سے واپس آئی تو کافی شام
سب شام کی چائے پی کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ عاصم بھا
ستون کے پاس کھڑے سگرٹ پی رہے تھے۔

"تسلیم ——!" بینا نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے کہا۔

"عاصم نے سر اور ہونٹوں کی خفیف سی جنبش سے جواب دیا۔"

ے اس وقت تشریف لاتی ہیں ——!" عاصم نے گہری نظروں سے بینا کی طرف دیکھا۔

"جی ——!" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"آرٹس کی کلاسیں تو اتنی دیر تک نہیں ہوتیں ——!" عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں سیر و تفریح کر رہی تھی —— کہئے آپ کو کچھ اعتراض ہے ——؟" بینا
ن کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرائی۔

"کس کی اجازت سے ——؟" عاصم نے کہا۔

"اپنے دل کی اجازت سے ——!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور اپنے
رے کی طرف بڑھ گئی۔ فریحہ آرام کرسی پر بیٹھی کوئی ناول پڑھ رہی تھی۔

"سخت بور کیا ہے آج تم نے بینا ——!" فریحہ نے کہا۔

"میں نے ——! وہ کیسے ——؟" بینا نے کتابیں میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہم لوگوں نے سوچا تھا تم چار بجے تک آ جاؤ گی۔ تو پکچر چلیں گے۔" فریحہ نے کہا۔

"تو آپ لوگ چلے جاتے —— میری وجہ سے اپنا پروگرام کیوں خراب کیا ——؟"
نا نے پیار سے فریحہ کی طرف دیکھا۔

"تمہارے بغیر بھلا کیا مزہ آتا ——؟" فریحہ نے کہا۔

"اُفوہ —— اتنا مت چڑھائیے مجھے فریحہ آپا ——! میں مغرور ہو جاؤں گی ——!"
نا مسکرائی۔

"تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو ——!" فریحہ آپا نے پیار سے اس کے بکھرے
وئے بالوں کی طرف دیکھا۔

"اچھا —— چائے پی چکے آپ لوگ ——!" بینا نے کورٹ شوز اتار کر چلیں

ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــ!" فریحہ ناول کے صفحات اُلٹتے ہوئے بولی۔

"ماموں جان کہیں گئے ہوئے ہیں ـــ؟" بینا نے پوچھا۔

"ہوں ـــ امی اور ابو چچا جان کے گھر گئے ہیں۔ اور معتصم بھائی تو تم جانتی ہو کہاں گئے ہوں گے ـــ؟" فریحہ مسکرائی۔

"اچھا ـــ خالہ امی کے گھر گئے ہوں گے ـــ" بینا کی آنکھوں میں چمک

"ہاں ـــ!" فریحہ نے کہا۔

"ظاہر ہے بیچارے مجبور ہیں ـــ مُلا کی دوڑ مسجد تک ـــ" بینا مسکراتے ہوئے کہا۔

فریحہ بھی ہنس دی۔

"اب کے ملیں نجمہ آپا ـــ اچھی طرح تنگ کروں گی ـــ!" بینا کے میں زمانے بھر کا پیار اُمنڈ آیا۔

"اچھا جاؤ ـــ تم چائے پیو ـــ اشریر لڑکی ـــ!" فریحہ ہنستے ہو بولی۔

"چائے کی آرڈکیوں لے رہی ہیں ـــ؟ صاف کہہ دیجئے کہ مجھے بور مت ک ناول پڑھنے دو ـــ!" بینا باہر جاتے ہوئے شرارت سے بولی۔ اور فریحہ مسکرا کتاب پر جھک گئی۔

دروازے سے باہر نکلتے ہوئے اس کا سامنا عاصم سے ہو گیا۔

"چائے پئیں گے ـــ؟" بینا نے پوچھا۔

"آپ پلائیں گی ـــ؟" عاصم نے کہا۔

"اگر آپ پینا چاہیں گے تو میں ضرور پلاؤں گی ـــ!" بینا اس وقت شرارت کے موڈ میں تھی۔

"پھر دیر کس بات کی ہے ـــ؟" عاصم نے مسکرا کر کہا۔

"آئیے ـــ!" بینا نے کہا۔

"آپ چائے لے کر میرے کمرے میں آجائیے ـــ!" عاصم نے کہا۔

"بہت بہتر ـــ!" بینا آہستہ سے گردن کو خم دے کر بولی۔ اور اندر چلی گئی۔

عاصم بڑی حیرت سے اسے جاتا ہوا دیکھتے رہے۔ انہیں اس سے اتنی سعادت مندی کی توقع نہیں تھی ـــ اُنہوں نے بجھا ہوا سگرٹ باہر پھینکا۔ اور ا پنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

دریچے میں جھکے ہوئے انہیں کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔ تب بینا چائے لے کر آگئی۔ بینا چائے کے برتن میز پر رکھ رہی تھی اور عاصم گہری نظروں سے اس کے تھکے ہوئے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"آئیے جناب ـــ!" بینا نے ان کی طرف دیکھا۔

عاصم کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

"آپ کا کمرہ تو بہت اچھا ہے ـــ!" بینا چائے بناتے ہوئے بولی۔

عاصم خاموش رہے ـــ بینا نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا۔ اور پھر زیر لب کہا "گونگے"

عاصم پھر بھی خاموش رہے۔

"بھئی کیا مصیبت ہے یہ ـــــ مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ اس خاموشی ـــــ!" بینا نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس قدر شور کیوں مچاتی ہیں آپ ـــــ؟" عاصم مسکرائے۔

"اور آپ گونگے کا گڑ کھا کے کیوں بیٹھ جاتے ہیں ـــــ؟" بینا پیشانی پر بل ڈال کر بولی۔

"کیا بات کروں ـــــ؟" عاصم اس کے غصے سے محظوظ ہو رہے تھے

"کوئی بھی بات کیجئے۔ اور کچھ نہیں تو اپنی سیاحت کے واقعات سنائیے۔"

بینا نے چائے کی پیالی عاصم کی طرف سرکائی۔

"آپ کو ان واقعات سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟" عاصم نے کہا۔

"میں آپ کو بہت بدذوق نظر آتی ہوں ـــــ؟" بینا نے اس طرح کہا جیسے ابھی وہ ان سے لڑ پڑے گی۔

"نہیں ـــ یہ بات تو نہیں ـــ!" عاصم مسکرائے۔

"پھر بتائیے ـــ آپ کہاں کہاں گئے تھے ـــ آپ نے کیا کیا دیکھا" بینا نے پوچھا۔ اور پھر ایک دم چونک کر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی

"ارے ـــ! میں نے یونیورسٹی سے آکر منہ تو دھویا ہی نہیں ـــ ذرا ٹھہریے۔ بس ابھی منہ دھو کر آتی ہوں ـــ!" وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں ـــ؟" عاصم نے اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"ٹوائلٹ روم ـــ!" بینا نے کہا۔

"ٹوائلٹ روم تو ادھر بھی ہے ـــ!" عاصم نے اپنے کمرے سے ملحق ٹوائلٹ روم کی طرف اشارہ کیا۔

"مگر وہ تو آپ کا ہے نا ـــ!" بینا بڑی معصومیت سے بولی۔

"اب کیا کہا جائے اس لڑکی کو ـــ!" عاصم کو ہنسی آگئی۔

عاصم کو ہنستے دیکھ کر بینا کو اپنی بیوقوفی کا احساس ہو گیا مگر وہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوئی۔ بڑے اطمینان سے خود بھی ہنستی ہوئی ٹوائلٹ روم میں چلی گئی۔

بینا نے منہ دھو کر وہیں سے آواز لگائی۔

"میں آپ کا تولیہ استعمال کر سکتی ہوں ـ ـ ؟"

"جی۔ یقیناً ـــ!" عاصم نے مسکرا کر کہا۔ اور چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لی ـــ چند لمحوں بعد بینا بھی ان کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

"ہاں ـــ تو اب بتائیے۔ آپ نے کہاں کہاں کی سیر کی ـــ؟" بینا نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

عاصم اسے اپنے سفر کے واقعات سناتے رہے اور وہ اس قدر غور سے سنتی رہی جیسے ایک ایک لفظ ذہن نشین کر رہی ہو ـــ!

"اچھا تو آپ جب امریکہ گئے تھے۔ تو بوسٹن میں آپ پک مین سے ملے ـــ؟" بینا نے یکایک پوچھا۔

"پک مین ـــ!!!" عاصم نے بڑی حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ پک مین کو نہیں جانتے ـــ؟" بینا نے پوچھا۔

"کون بک مین ـــــ ؟" عاصم کی حیرانی بڑھتی جا رہی تھی۔

"آپ کو پتہ ہے۔ بوسٹن میں اس سے بڑا مصوّر کوئی نہیں ہے ـــــ ! وہی جو نارتھ ا ... کے علاوہ گرینولین کے کافی آگے کو رہتا ہے۔

ابھی نہیں سمجھے آپ ـــــ ! ارے بھئی وہی جو کفن چوروں کا ناشتہ "سبق اور" زمین دوز ریل کا حادثہ" جیسی خوفناک تصاویر کا خالق ہے ـــــ !" بینا نے کہا۔

عاصم بے حد حیرانی اور پریشانی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے ـــــ اس لمحے انہیں اس کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا تھا۔

بینا عاصم کو خاموش دیکھ کر بولی۔

"جائیے۔ پھر کیا خاک سیر کی آپ نے ـــــ ! جب آپ اس جیسی مشہور ہستی سے نہیں ملے ـــــ !"

"آپ اپنے ہوش میں تو ہیں محترمہ ـــــ !" عاصم نے کہا

"ہاں۔ بالکل ـــــ !" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"تو پھر یہ کیسی اوندھی سیدھی باتیں کر رہی ہیں ـــــ !" عاصم نے سگرٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"بھئی آپ نے "اُردو ڈائجسٹ" نہیں پڑھا کبھی ـــــ ؟ اسی میں تو بک مین کا قصہ ہے ـــــ !" بینا نے کہا۔

"اُف میرے خدا ـــــ !" عاصم نے اپنا سر تھام لیا ـــــ "تم بیکار کے قصے مت پڑھا کرو ـــــ اپنا دماغ خراب کر لوگی ایک دن ـــــ !" عاصم نے کہا۔

"ہونہہ۔ آپ پڑھتے ہی نہیں اُردو ڈائجسٹ" ـــــ آپ کو کیا معلوم اس

میں کتنے عجیب عجیب لوگوں کے قصے ہوتے ہیں۔ اور زیادہ تر سچے ہوتے ہیں ـــــ !" بینا نے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم کہ سچے ہوتے ہیں ـــــ ؟" عاصم مسکرائے۔

"بس ہمیں معلوم ہے ـــــ !" بینا نے بڑے رعب سے کہا

"تمہیں کچھ نہیں معلوم ـــــ بیوقوف ـــــ !" عاصم کو اس کی معصومیت پر ہنسی آ رہی تھی۔

"اچھا ـــــ خیر اس ذکر کو چھوڑیئے ـــــ !" بینا نے اُکتا کر کہا۔ "یہ بتائیے کہ آپ نے مشرقی ممالک کی سیر کیوں نہیں کی ـــــ ؟ اگر آپ لندن۔ مانچسٹر۔ لورلپول۔ پلائی ماؤتھ۔ واشنگٹن۔ پیرس۔ نیو یارک بون۔ بروسلز۔ اور برلن کے بجائے مصر اُردن۔ سعودی عرب۔ ایران۔ بغداد۔ انڈونیشیا اور سیلون کی سیر کر لیتے۔ تو یقیناً آپ کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا ؟" بینا نے اپنی چوٹی کو پیچھے کی طرف جھٹکتے ہوئے کہا۔

عاصم چپ چاپ بیٹھے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

میں مانتی ہوں عاصم صاحب کہ ملوں کی چمنیوں سے نکلتے ہوئے دھوئیں کی آغوش میں سوئے ہوئے مانچسٹر اور لورپول کی صبحیں بہت اچھی ہوتی ہیں ـــــ پیرس کی راتیں بہت رنگین اور دلفریب ہوتی ہیں ـــــ رنگ و نور کے سیلاب میں ڈو ہوئے واشنگٹن اور نیو یارک انتہائی جاذب نظر ہوتے ہوں گے ـــــ سوئیزرلینڈ کی ڈوبتی ہوئی شامیں بے حد حسین اور دلکش ہوتی ہیں۔ لیکن آپ نے کبھی تصوّر کی آنکھ سے یہ بھی دیکھنے کی کوشش کی کہ ـــــ دریائے نیل کے کنارے ڈوبتی ہوئی شفق آلو شامیں کتنی حسین ہوتی ہیں ـــــ ؟ راون کے دیس لنکا کی طویل سنسان دوپہر

میں کتنا حسین ہوتا ہے ___؟ رات کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا بغداد کیا روشنیوں میں نہائے ہوئے واشنگٹن سے زیادہ حسین نہیں ___؟"

"بینا ___! خدا کے لئے خاموش رہو ___!" عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔" آخر تم سے شاعری کرنے کو کس نے کہا تھا ___؟" عاصم اس کے سامنے جھکتے ہوئے بولے۔

"حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ عاصم صاحب ___!" بینا بجد سنجیدہ تھی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنا طویل لکچر دو گی ___ ورنہ میں تمہیں ہرگز کچھ نہیں بتاتا ___!" عاصم نے کہا۔

"بات کو مذاق میں نہیں ٹالا جا سکتا عاصم صاحب ___! مجھے بے حد افسوس ہوتا ہے۔ جب لوگ یہ کہتے ہیں ___ کہ ہم نے مغربی ممالک کی سیر کی ___ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ہم نے ایشائی یا مشرقی ممالک کی سیر کی ___!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ تم ایشائی ممالک کی سیر کرنا ___!" عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سچ ___ مجھے اگر کبھی موقع ملا۔ تو میں ایک تو مصر ضرور جاؤں گی ___ وہاں کے اہرام دیکھنے کی بڑی تمنا ہے۔ بغداد جاؤنگی ___! مجھے یقین ہے۔ دورِ عباسیہ کی شان و شوکت کے بچے کھچے آثار اب بھی باقی ہوں گے۔"

"اور کہاں جاؤ گی ___؟" عاصم نے والہانہ انداز سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اور مجھے عرب کے طویل سنسان ریگستانوں کو دیکھنے کا بہت شوق ہے ___!" بینا نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"اور ___؟" عاصم اس کی پلکوں کی گرتی اٹھتی چلمن کو دیکھ رہے تھے۔

"لبنان جانے کا بہت شوق ہے مجھے ___ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں اپنے پسندیدہ نف خلیل جبران کے لبنان ضرور جاؤں ___ اور اس کے گاؤں بشری میں وہ مکان بھی ھوں۔ جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ کتنی اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں اس نے ___ "ریت اور جھاگ" ___ "دولہن کی سیج" ___ "ٹوٹے ہوئے پر" ___ "پاگل" ___! بینا نے ایک خواب کے سے عالم میں کہا۔

عاصم اس کے چہرے کی کیفیات کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ نے خلیل جبران کی "پاگل" پڑھی ہے ___؟" بینا نے پوچھا۔

"تم جیسے پاگل ہی پڑھتے ہیں اس قسم کی کتابیں ___!" عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں ___ اور آپ تو جیسے بالکل صحیح الدماغ ہیں ___!" بینا نے ناک سکوڑی۔

"اس میں کوئی شک ہے ___؟" عاصم نے سگرٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے دنیا کا ہر انسان تھوڑا بہت پاگل ضرور ہوتا ہے ___!" بینا نے سفیانہ انداز میں کہا۔

"کوئی پاگل ہو یا نہ ہو ___ لیکن میرا خیال ہے۔ تم ضرور پاگل ہو ___!" اصم کا انداز والہانہ تھا۔

بینا چند سکینڈ عاصم کو گھورتی رہی۔ پھر کچھ سوچ کر بولی۔

"اچھا ایک بات بتائیے!"

"فرمائیے ___!" عاصم کے لبوں پہ مدھم سی مسکراہٹ تھی۔

"سب سے مشہور پاگل خانہ کس جگہ ہے ___؟" بینا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیوں ـــــ ؟ کیا جانے کا ارادہ ہے ـــــ ؟" عاصم کی مسکراہٹ گہری ہو
"پاگل خانے جائیں میرے دشمن ـــــ میں تو یونہی پوچھ رہی تھی۔" بینا نے عاصم
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"اچھا ـــــ تو تم مجھے اپنا دشمن سمجھتی ہو ـــــ ؟" عاصم نے ایک لمحے کے
اس کی آنکھوں میں جھانکا۔
"اور کیا ـــــ آپ تو میرے دشمن نمبر ایک ہیں ـــــ !" بینا نے مسکراتے
کہا۔
"یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا بینا۔ کہ میں تمہارا دشمن ہوں یا دوست۔"
عاصم نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔
"خیر چھوڑیئے اس ذکر کو ـــــ !" بینا نے بڑی بیزاری سے کہا۔
عاصم خاموش رہے۔ بینا چند لمحے کرسی کی پشت سے سر ٹکائے دریچے سے
دیکھتی رہی۔ پھر چائے کے برتن اُٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔ عاصم دو ایک سیکنڈ درواز
کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر سگرٹ سلگا کر دریچے کے قریب آ گئے۔ شام گہری ہو چکی
دھوپ ڈھل چکی تھی۔ ہر طرف سائے ہی سائے رہ گئے تھے۔ مغرب کی فضا گاہ میں ارغ
سی روشنیاں تھیں۔ اور ایک پر اسرار سا سناٹا ـــــ ! اونچے اونچے درختوں سے گھ
ہوئی قرب و جوار کی کوٹھیاں ڈوبتی ہوئی ارغوانی شام کے سناٹے میں سوگوار سوگوار تھیں
اور اُن جانے اَن دیکھے وقت کے پر اسرار ہاتھ زندگی کے لمحات کو بڑی خاموشی اور
سے پیچھے دھندلکوں میں سرکا رہے تھے۔
پھر ـــــ دوسرے روز بینا یونیورسٹی جانے لگی۔ تو معتصم بھائی نے بڑے

کہا۔
"اے محترمہ ـــــ !"
"جی محترم ـــــ !" بینا نے برجستہ کہا۔
"کان کھول کر سن لیجئے۔ آج آپ، جلدی تشریف لائیں گی ـــــ !" معتصم بھائی نے کہا۔
"وہ کس خوشی میں ـــــ ؟" بینا نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔
"اس خوشی میں کہ آج ہم نے پکچر کا پروگرام بنایا ہے !" معتصم بھائی مسکرائے۔
"لیکن آج تو میرا دیر تک پڑھنے کا پروگرام ہے لائبریری میں ـــــ !" بینا
پنے ماموں جان کے برابر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"ایسی تیسی تمہارے پروگرام کی ـــــ ! سیدھی طرح حامی بھرتی ہو۔ یا پھر میں
نہ جاؤں لینے کے لئے ـــــ !" معتصم بھائی کے ہونٹوں پر پیار بھری مسکراہٹ تھی۔
"اچھا بابا ـــــ ! آ جاؤں گی ـــــ !" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اور رضا عباس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
آخری کلاس اٹینڈ کر کے بینا باہر نکلی۔ تو فوزیہ اور ریحانہ اس کے پیچھے پڑ گئیں۔
"دیکھ عنبریں کی بچی ـــــ تو ہمیں اس طرح چکمے نہیں دے سکتی ـــــ !" فوزیہ نے
کہا۔
"کیا مطلب ـــــ ؟" بینا نے آنچل سنبھالتے ہوئے کہا۔
"مطلب یہ کہ تو اس طرح ہمارا پروگرام خراب نہیں کر سکتی۔" ریحانہ نے کہا۔
"ہاں خود ہی تو کل بڑے دعوے سے کہا۔ کہ اب روزانہ پانچ بجے تک لائبریری
میں پڑھا کریں گے ـــــ ! اور اب گھر بھاگنے کی فکر میں ہے ـــــ !" فوزیہ نے کہا۔

"اُفوہ ــــ تم سمجھتی کیوں نہیں فوزیہ ــــ اُن لوگوں کا پروگرام جو خراب ہوگا" بینا نے بڑی نرمی سے کہا۔

"آخر یہ چکر کیا ہے عنبریں ــــ یہ معتصم بھائی ہم پر اتنے مہربان کیوں ہیں ــــ" ریحانہ نے بڑی تشویش سے کہا۔

"ہاں مجھے بھی کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے ــــ" فوزیہ نے سرگوشی کی۔

"تم لوگوں کا تو دماغ خراب ہے ــــ نہ کالا نظر آتا ہے۔ نہ پیلا ــــ" بینا بیزاری سے کہا۔

"پھر آخر اِن سب باتوں کا مطلب کیا ہے ــــ" فوزیہ نے جرح کی۔

"نہ کوئی مطلب ہے نہ معنی ــــ تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ معتصم بھا ہماری نجمہ آپا کے وہ ہیں ــــ وہ ہی ــــ" بینا شرارت سے مسکرائی۔

"جی ہاں ــــ "وہ" تو ہیں نجمہ آپا کے۔ اور گھر آپ کو بلا بلا کر رکھا جاتا ہے۔" فوزیہ نے کہا۔

"ہاں۔ بالکل۔ یہ ہمیں اُلّو بناتے چلے ہیں ــــ" ریحانہ نے تائید کی۔

"ارے بابا ــــ وہ تو ماموں جان لے جاتے ہیں ــــ" بینا نے کہا۔

"اچھا یوں سہی ــــ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کے ماموں اور ممانی کیوں مہربان ہیں آپ پر ــــ" ریحانہ نے وکیلوں کی طرح جرح کی۔

"اُن سے پوچھو جا کے میرا دماغ مت کھاؤ ــــ" بینا جھنجھلا کر بولی۔

تبھی سامنے سے نائلہ اور فرزانہ آگئیں۔ "تم اپنی حرکتوں سے باز مت آنا" ــــ بینا نے نائلہ کی طرف خشمگیں ۔۔۔۔ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیوں ــــ کیا ہوا ــــ" نائلہ کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ تھی۔

"کلاس سے کیوں غائب تھیں ــــ" بینا نے بڑے رعب سے کہا۔

"وہ ــــ" نائلہ نے کچھ کہنا چاہا۔

"وہ محمود کینٹین لے گیا تھا ــــ یہ ہی نا بات ــــ" بینا چڑ کر بولی۔

"ہاں ــــ" نائلہ نے سر جھکا لیا۔

"دیکھو نائلہ تم یہ حرکتیں چھوڑ دو۔ ورنہ بہت پچھتاؤ گی" بینا نے ناصحانہ انداز سے کہا۔

فرزانہ خاموش کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"اور تم یہ گٹّھن پنا چھوڑ دو ــــ بڑی آئیں محمود کی ہمدرد بن کے ــــ" بینا نے فرزانہ کو آنکھیں دکھائیں۔

"تم تو معلوم نہیں کون سے زمانے کی بوڑھی روح ہو ــــ آخر اس میں حرج کیا ہے۔ اگر دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں ــــ" فرزانہ نے کہا۔

"ہونہہ۔ پسند کتنے عرصے تک رہے گی ــــ" بینا نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔

"تم تو خواہ مخواہ ہی مردوں کی طرف سے بدگمان ہو" ریحانہ نے کہا۔

"ہاں۔ معلوم نہیں اس لڑکی کو مردوں سے کیا بیر ہے۔" فوزیہ نے کہا۔

"تم سب کی سب بیوقوف ہو ــــ اب بھینسوں کے آگے میں کیا بین بجاؤں" بینا جھنجھلا کر بولی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا آخر مردوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے ــــ" نائلہ نے کہا۔

"یہاں بات صرف میری نہیں ___ تمہیں کیا معلوم یہ مرد ہمیشہ عورتوں کی زندگی بگاڑنے کے ہی درپے ہوتے ہیں ___ سنوارنے کی کوشش کبھی نہیں کرتے ___" بینا کی آنکھوں میں گہری سوچیں تھیں۔ اس کا ذہن بھٹک کر پیچھے دھندلکوں میں تسنیم کی امی۔ سائرہ آپا اور شبنو خالہ کی برباد زندگیوں کے ویران کھنڈروں کو دیکھ رہا تھا۔

"افوہ عنبریں ___ معلوم نہیں۔ یہ تمہیں اکثر کیا ہو جاتا ہے ___" بینا کو کھوئے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"کچھ نہیں فوزیہ ___" بینا نے گہری سانس لی "بس مجھ پر اتنا اعتماد رکھو۔ کہ میں تم لوگوں کی دشمن نہیں ہوں۔ ایک دوست ہونے کے ناطے میں یہ ہرگز نہیں چاہوں گی کہ تم لوگ زندگی میں اتنا بڑا فریب کھاؤ" بینا نے اداس ہو کر کہا۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو ___ کیا ہم لوگ لڑکوں سے بات کرنا چھوڑ دیں ___" ریحانہ نے کہا۔

"بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیا میں بات نہیں کرتی لڑکوں سے ___ بینا نے کہا۔

"پھر ___" فوزیہ نے ابرو چڑھائے۔

"بس میں یہ چاہتی ہوں کہ تم لوگ ان لڑکوں کی پرفریب باتوں میں آکر لیلیٰ مجنوں کے ڈرامے نہ کھیلو ___" بینا نے کہا۔

"عنبریں! آخر یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ کہ سب لڑکے ایک سے نہیں ہوتے ___" نائلہ نے کہا۔

"یہ صحیح ہے نائلہ ___ مگر کیا تمہارے اندر اتنی صلاحیت ہے۔ کہ تم باوفا اور بے وفا لڑکوں کو پرکھ سکو ___" بینا نے کہا۔

"لیکن بھئی ___ کسی کو آزما لینے میں کیا حرج ہے ___" ریحانہ نے کہا۔

"اسی آزمائشی دور میں ہی لڑکیاں اس قدر آگے بڑھ جاتی ہیں ___ کہ وقت پڑنے پر ان کے لئے پیچھے ہٹنا مشکل ہی نہیں۔ ناممکن ہو جاتا ہے ___ برعکس اس کے لڑکوں کے لئے یہ بہت آسان ہوتا ہے کہ جتنے قدم آگے بڑھ چکے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ قدم پیچھے ہٹ جائیں ___" بینا نے اچھا خاصا لکچر دیدیا۔

ان لڑکوں کے نزدیک نہ کسی کے احساسات کی کوئی قدر ہوتی ہے اور نہ جذبات کی کوئی قیمت ___ یہ بات محض وقتی تفریح کا سہارا ہوتی ہے ___" بینا نے تلخ لہجہ میں کہا۔

"میں تو تمہاری رائے سے قطعی متفق نہیں ہوں ___" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں بھئی۔ اس عنبریں کی بچی نے تو سب کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکنا شروع کر دیا ___" فوزیہ نے کہا۔

"یہ سراسر زیادتی ہے عنبریں ___" نائلہ نے کہا۔

"بالکل ___ اب یہ محسن۔ ریاض۔ منصور۔ جاوید۔ صفدر۔ ہارون اور ناصر وغیرہ کتنے مہذب لڑکے ہیں ___ کم سے کم میں تو نہیں سمجھتی۔ کہ ان کے قول اور فعل میں تضاد ہوگا ___" ریحانہ نے کہا۔

"اور محمود کو کیوں بھول گئیں ___" نائلہ نے جلدی سے کہا۔

"ارے بھئی اس کی شرافت کے تو ہم قائل ہیں ہی ___ وہ یقیناً تمہارے

معاملے میں بہت سنجیدہ ہے ۔ ۔ ۔ "فوزیہ نے کہا

"کچھ نہیں ـــ سب خول ہے فوزیہ ـــ یہ خول اُترے تو پھر دیکھو کہ یہ کتنے پانی میں ـــ " بینا نے کہا۔

"بابا۔ تم سے تو بحث کرنا بیکار ہے ـــ " ریحانہ نے کہا۔

"چھوڑو اس ذکر کو ـــ " فوزیہ نے کہا۔

"ہاں۔ سب کو اُن کے حالوں پہ چھوڑ دو ـــ " فرزانہ نے کہا۔

"ہاں۔ تاکہ تم لوگوں کو گلچھرّے اڑانے کا موقع ملے۔ بینا نے رسٹ واچ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"یہ آپ اپنی گھڑی کی طرف کیا دیکھ رہی ہیں محترمہ ـــ ؟ آپ کو گھر نہیں جانے دیا جائے گا ـــ " ریحانہ نے کہا۔

"ہاں۔ سیدھی طرح لائبریری چلیئے ـــ " فوزیہ نے کہا۔

"پلیز فوزیہ ـــ " بینا نے التجا آمیز لہجہ میں کہا۔

"بھئی جانے دو اسے ـــ کیوں بور کر رہی ہو ـــ ؟ فرزانہ نے کہا۔

"اچھا چلو ـــ معاف کیا۔ تم بھی کیا یاد کرو گی ـــ " ریحانہ نے کہا۔

اور سب کی سب اس کے ساتھ بس اسٹاپ کی طرف چل دیں۔

"تم لوگ پڑھو لائبریری جا کر ـــ " بینا نے بڑے رعب سے کہا۔

"اب چھوڑ دو ـــ جانے دو ـــ تمہارے بغیر کیا مزہ آئے گا۔ نائلہ نے کہا۔

"ہاں بھئی ـــ اب موڈ نہیں رہا ـــ " ریحانہ نے کہا۔

"اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے سامنے والے کوریڈور سے گزر رہی تھیں۔ تب

منے سے گُلی ڈنڈا آتے ہوئے نظر آئے گلی ڈنڈا آ رہا ہے ـــ " نائلہ نے کہا۔

"آنے دو کوئی ہم ڈرتے ہیں ان سے ـــ " بینا نے کہا۔

"ابھی دانت نکال کے راستہ روک کے کھڑے ہو جائیں گے ـــ " فرزانہ نے کہا۔

اور ہوا بھی یہی ـــ دونوں ان لوگوں کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

"آپ لوگوں کی کلاسیں ختم ہو گئیں ـــ ؟ امجد گلی نے پوچھا۔

"جی۔ آپ کی دعا سے ـــ " بینا نے کہا۔

"ارے صاحب! ہماری دعاؤں میں کہاں اثر ہے ـــ " مسعود ڈنڈا نے معنی خیز نظروں سے فوزیہ کی طرف دیکھا۔

"اس وقت تو آپ ہمارا بھلا کر دیجئے ـــ " بینا مسکرائی۔

"کیا مطلب ـــ ؟ امجد گلی نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم لوگ رخصت ہو جائیں ـــ ورنہ ہماری بس نکل جائے گی ـــ " بینا نے کہا۔

"ایسی جلدی کیا ہے آپ کو گھر جانے کی ـــ ؟ امجد گلی نے کہا۔

بس ہے جلدی ـــ ضروری ہے کہ آپ کو بتایا جائے ـــ " بینا نے بڑے رعب سے کہا۔

"اچھا بھئی جائیے آپ تو خواہ مخواہ ہی ناراض ہو رہی ہیں۔" مسعود ڈنڈا نے سہم جانے کی ایکٹنگ کی۔

"بس ڈر گئے ـــ " بینا مسکرائی اور نائلہ کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گئی۔ باقی

سب بھی اُن کے پیچھے چل دیں۔

بس میں چڑھتے ہوئے بینا کی نظریں پچھلی سیٹوں کی طرف اُٹھ گئیں ۔۔۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"خیریت ۔؟" نائلہ نے اسے مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں، سب خیریت ہی ہے۔ ٹیڈی مُلا اور احسان پائلٹ بھی اسی بس میں ہیں ۔! بینا نے آہستہ سے کہا۔

احسان پائلٹ آج اتنی جلدی کیسے جا رہا ہے یہ شخص تو کبھی شام ڈھلے پہلے یونیورسٹی کا پیچھا نہیں چھوڑتا ۔۔۔!" فوزیہ نے کہا۔

"ہوگا کوئی کام ۔ تمہیں کیا تجسس ہے ۔۔۔؟ بینا نے کہا۔

"ہاں۔ بالکل ۔ قاضی جی دُبلے کیوں، شہر کے اندیشے ہیں۔ فرزانہ نے کہا ایک خالی سیٹ پر بیٹھ کر سب کی کتابیں اور کاپیاں اپنی گود میں رکھنی شروع کر دیں

ڈھائی بجے کے قریب بینا گھر پہنچی۔ تو ہر طرف سناٹا تھا۔ شاید سب اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے۔ بینا اپنی کتابیں اور پرس میز پر ڈال کر کھانے کے کمرے چلی گئی۔ پردہ ہٹاتے ہی اس کی نظریں عاصم پر پڑیں۔ ڈائننگ ٹیبل کے آخری سرے پر عاصم بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

"افوہ! آپ نے ابھی تک کھانا نوش جان نہیں کیا ۔!" بینا مسکراتی بیسن کے قریب چلی گئی۔

عاصم خاموش رہے۔ بینا نے ترچھی نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور دھو کر ان کی مخالف سمت میں میز کے آخری سرے پر بیٹھ گئی۔

"یہ کیا حرکت ہے ۔! عاصم نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا حرکت ہے ۔؟ ہم کھانا کھانے بیٹھے ہیں ۔!" بینا نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

"ادھر سامنے آکر بیٹھو ۔۔۔! اتنی دور بیٹھنے کا کیا تک ہے ۔! عاصم نے کہا۔

"کتنا تو اچھا لگ رہا ہے۔ آپ وہ اُس سرے پر ۔ ہم یہ اس سرے پر ۔!" بینا نے "وہ" اور "یہ" کو کھینچتے ہوئے کہا۔

عاصم اس کی طرف دیکھتے رہے۔ زبان سے کچھ نہیں کہا۔

"آپ کے اور میرے درمیان اس وقت فاصلہ اتنا طویل ہے۔ کہ صدیوں تک چلتے رہنے کے بعد بھی انشاء اللہ اس فاصلہ کو طے نہیں کیا جا سکے گا ۔! بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہر وقت بیوقوفی کی باتیں ۔!" عاصم کو غصہ آگیا۔

"آپ ہی ہوں گے بیوقوف ۔ آپ کو کیا معلوم میں نے کس قدر فلسفیانہ بات کہی ہے ۔!" بینا بھی جیسے لڑنے کے لئے آمادہ تھی۔

"اچھا بیکار باتیں چھوڑو ۔۔۔ سامنے بیٹھ کر چپ چاپ سے کھانا کھاؤ ۔!" عاصم نے بڑے رعب سے کہا۔

"نہیں ہم کھانے کے سامنے نہیں جائیں گے۔ بلکہ آپ کھانے کر ہمارے سامنے لائیے ۔!" بینا نے کسی ضدی بچے کی طرح کہا۔

"میں تمہارا نوکر نہیں ہوں ۔۔۔! عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں۔ کھانا سامنے رکھنے سے آپ نوکر بن جا
گے ــــ اور میں جو کل آپ کے لئے چائے بنا کر لائی تھی تو کیا میں آپ کی نوکرانی بن گئی"
بیناؔ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔
"یہ تم اپنا سارا غصہ میرے اوپر کیوں اُتارتی ہو ــــ؟" عاصم مسکرائے۔
"بس اتارتے ہیں۔ ہماری مرضی ــــ!" بیناؔ کرسی چھوڑ کر جانے کیلئے کھڑی
"کھانا نہیں کھاؤ گی ــــ؟" عاصم نے کہا۔
"نہیں کھاؤں گی۔ ــــ!" بیناؔ نے لٹھ مار دیا۔
"کیا بیوقوفی ہے بیناؔ ــــ!" عاصم بھی کرسی چھوڑ کر اُٹھ گئے اور اس کے
ہی آگئے۔
"اچھا بھئی میں کھانے کو ہی تمہارے سامنے لے آؤں گا غصہ تھوک دو ــــ!" عا
نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"شکریہ نوازش ــــ مہربانی ــــ کرم۔ عنایت۔ چھوڑ دیجئے میرا ہاتھ۔
بیناؔ نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"بکومت۔ چپ چاپ سے بیٹھ کر کھانا کھالو ــــ!" عاصم نے بڑے رُ
سے کہا۔
"نہیں کھاؤں گی ــــ!" بیناؔ نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ لیکن عاصم کی گ
بہت سخت تھی۔
"بیکار ضد نہیں کرتے ــــ!" عاصم نے کچھ اور رعب سے کہا۔ بیناؔ ان کی طر
گھورتی رہی۔

"میں نے ایسی کون سی بات کہی تھی جو تمہیں بُری لگ گئی۔" عاصم نے نرمی سے کہا۔
بیناؔ پھر بھی کچھ نہیں بولی۔ لیکن اس کا پارہ آہستہ آہستہ نیچے ہو رہا تھا۔
"اچھے بچے ضد نہیں کرتے ہیں ــــ!" عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا
"میں اچھی ہی کب ہوں ــــ!" بیناؔ نے کہا۔
"اچھا چلو بری ہی سہی۔ ــــ کبھی کبھی بُرے بچے بھی کہنا مان لیا کرتے ہیں ــــ!"
م کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔
بیناؔ آہستہ سے ہاتھ چھڑا کر میز کی طرف بڑھ گئی اور عاصم کے سامنے والی کرسی
بیٹھ کر چپ چاپ کھانا کھانے لگی۔
"آج جلدی کیسے آگئیں تم ــــ؟" عاصم نے اس کے سنجیدہ چہرہ کی طرف

"پکچر جانا ہے ــــ!" بیناؔ نے بڑی متانت سے کہا۔
"کون کون جا رہا ہے ــــ؟" عاصم نے پوچھا۔
"پروگرام تو سب ہی کا تھا۔ اب آپ اگر نخرے دکھا رہے ہوں۔ تو الگ بات
ــــ!" بیناؔ نے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے کہا۔
"مجھ سے تو کسی نے نہیں کہا ــــ!" عاصم مسکرائے۔
"صبح آپ کے سامنے ہی تو بات ہوئی تھی۔ اب کیا لکھ کر دیا جائے آپ کو ــــ!"
لھر لہجے میں بولی۔
"ہاں۔ بالکل ــــ جب تک لکھ کر نہیں دیا جائے گا۔ میں نہیں جاؤں گا ــــ!"
م اسے ستانے پر آمادہ تھے۔

"مت جائیے۔ آپ کی خوشامد بھی نہیں کرے گا کوئی ——! بیناؔ نے کہا۔ اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"بس، کھا چکیں —— ؟ عاصمؔ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"بس، اتنی ہی بھوک تھی —— !" بیناؔ نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

"شام کو عاصمؔ نے سچ مچ پکچر جانے سے انکار کر دیا۔ لیکن ان کو سا فریحہ۔ سمیعہ اور معتصم بھائی میں سے کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ا بھی ضد تھی۔ کہ جب تک بیناؔ اپنی زبان سے نہیں کہے گی وہ نہیں جائیں۔ کافی دیر تک خود بھی ضدّی بنی بیٹھی رہی۔ پھر ایک کاغذ پہ کچھ لکھ کر عاصمؔ کے چلی گئی۔

"لیجئے حضور —— !" بیناؔ نے پرچہ ان کی طرف بڑھایا۔

عاصمؔ نے پرچے پہ نظریں دوڑائیں۔ لکھا تھا۔

"نواب عاصمؔ رضا صاحب —— !

پبلک آپکے سامنے ہاتھ جوڑتی ہے کہ آپ پکچر ضرور چلیں

عاصمؔ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"کہئے تو اس پہ ٹکٹ بھی لگا دوں —— !" بینا نے گھور کر ان کی ط

"بس اتنا ہی کافی ہے —— !" عاصمؔ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ہونہہ۔ اتنا ہی کافی ہے —— بڑے خوش ہو رہے ہیں ——

تیار ہو کر آئیے —— !" بیناؔ نے کمرے سے باہر جاتے ہوئے کہا۔

بیناؔ نے کتاب بند کر کے ایک طویل سانس لی۔ اور دونوں ہاتھوں میں مُنہ
یز کے کنارے پہ سر ٹیک دیا۔ آج یونیورسٹی میں اس نے بڑی سنجیدگی سے
لیا تھا کہ چاہے کچھ ہو جائے۔ آج گھر جا کر سونا ہرگز نہیں ہے —— بلکہ کم سے
گھنٹے ضرور پڑھنا ہے —— اور سچ مچ ہی اس نے اس پہ عمل کر دکھایا۔ ڈیڑھ
ورسٹی سے واپس آ کر اس نے جلدی جلدی اُلٹا سیدھا کھانا کھایا۔ اور کتابوں
کا ڈھیر لگا کر بڑی سنجیدگی سے پڑھنے بیٹھ گئی۔ پڑھائی شروع کرنے سے پہلے ہی
یہ اعلان کر دیا تھا کہ اب چھ بجے تک مجھ سے کوئی بات نہ کرے۔ سمیعہ۔ فریحہ
صمؔ بھائی سب ہی نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اور عاصمؔ تو خیر اسے زیادہ
ب کرتے ہی نہیں تھے۔ سوا چھ بجے تک وہ بڑے سکون سے پڑھتی رہی تھی۔
اُٹھنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی۔ کہ چھوٹے ماموں مع اپنے بیوی اور بچوں کے
شہناز کو چونکہ یہ اطلاع مل چکی تھی کہ بیناؔ یہاں رہنے کے لئے آئی ہوئی ہے۔

اس لئے وہ جلدی جلدی سب کو علیک سلیک کر کے بینا کے پاس آ گئی۔ اد
معنی خیز سی باتیں کر کے چل گئی۔ شہناز اسے ڈسٹرب کر کے چلی گئی۔ اور بینا
پڑھائی میں بالکل نہیں لگ سکا۔ کچھ دیر تک وہ بے مقصد ہی کتاب اور کاپی کے
اُلٹتی رہی۔ پھر کتاب بند کر کے میز پر سر ٹیکے جانے کیا سوچتی رہی ۔۔۔ ؟

کچھ دیر بعد اُس نے میز سے سر اُٹھایا اور آنکھیں ملتی ہوئی کرسی
کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دیر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں
کھڑی کچھ سوچتی رہی پھر دریچے کے قریب چلی گئی ۔۔۔ باہر ڈوبتی ہوئی سرمئی
اپنی تمام تر سوگواریوں کے ساتھ آنے والے لمحات کی منتظر تھی وہ لمحات
جو اپنے دامن میں سیاہ رات کی ظلمتوں کو چھپائے ہوئے تھے۔ اُن کے
دھندلکا تھا اور بیکراں خاموشی! پرندوں کے غول کے غول انجانی سمتوں
اُڑے جا رہے تھے ۔ آسمان کی وسعتوں پر بادلوں کے سرمئی اور
ٹکڑے کسی آوارہ گرد کی طرح منڈلا رہے تھے۔ اور نیچے ۔۔۔ آسمان کی د
کے نیچے کائنات کی ہر چیز بجھتے ہوئے دن کے سحر آتشیں کی موجوں میں
تھی۔ چپ چاپ ساکت کھڑی ہوئی کوٹھیاں شام کے سرمئی دھندلکوں اور
جھلملاہٹوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ درختوں میں پراسرار سی خاموشی تھی۔
بے نام سی اداسی ۔۔۔ ! زندگی آہستہ آہستہ اپنی عمر کے چند بیش بہا
محروم ہو رہی تھی ۔۔۔ !

بینا نے اپنے اُلجھے ہوئے بالوں کو انگلیوں سے سنوارا اور در
پلٹ آئی۔ تب معتصم بھائی وہاں آ گئے۔

"پڑھ چکیں سقراط کی خالہ ۔۔۔ ؟" معتصم بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"جی حکیم افلاطون ۔۔۔ !" بینا نے برجستہ کہا۔
"تو اب کمرے سے باہر نکلو ۔۔۔ !" معتصم بھائی نے کہا۔
"کمرے سے باہر تو نکلوں گی ۔۔۔ لیکن میں یہ کہہ رہی تھی معتصم بھائی کہ مجھے
گھر چھوڑ آئیے ۔۔۔ !" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔
"دماغ صحیح ہے تمہارا ۔۔۔ !" معتصم بھائی نے رعب جمایا۔
"ہاں سو فی صد ۔۔۔ !" بینا نے کہا
"پھر یہ کیا بے تکی ہانکی ۔۔۔ !" معتصم بھائی نے کچھ اور رعب سے کہا۔
"اتنے دن تو ہو گئے ہیں ۔۔۔ !" بینا سنجیدہ تھی۔
"محترمہ ۔۔۔ ! صرف چار دن ہوئے ہیں۔ آپ کو آئے ہوئے ۔۔۔ اور
کان کھول کر سُن لیجئے۔ کہ ایک مہینہ سے پہلے نہیں جا سکتیں۔" معتصم بھائی نے
کہا۔

"میں کل یونیورسٹی سے گھر چلی جاؤں گی ۔۔۔ !" بینا نے کہا۔
"جا کے دیکھو۔ تمہاری ٹانگ توڑ دی جائے گی ۔۔۔ !" معتصم بھائی نے اس
ہاتھ پکڑ کر باہر لے جاتے ہوئے کہا۔
اور بینا مزید کچھ کہے بغیر ان کے ساتھ چلتی رہی۔
شہناز عاصم کے کمرے سے نکل رہی تھی۔ اور عاصم سامنے ہی دریچے
کھڑے سگریٹ سلگا رہے تھے۔ ان کی پیشانی پر سلوٹیں تھیں اور آنکھوں میں سوچ
کے سائے۔

رات کو تقریباً آٹھ بجے چھوٹے ماموں واپس چلے گئے۔ جاتے جاتے
شہنانہ ایک طنزیہ سا جملہ کہہ گئی۔

"تم یہاں کب تک براجمان رہوگی ___؟"

"جب تک میرا دل چاہے گا ___" بینا نے بھی تڑ سے جواب دیا۔

شہنانہ کچھ کھسیانی سی ہو کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد بھی کچھ دیر بینا کا موڈ آف رہا۔ کھانے کی میز پر
تو دل کھانے کو بالکل نہ چاہا۔ لیکن وہ بیکار کی باتیں سوچ کر اپنا خون کم کرنا نہیں
تھی۔

"اونہہ۔ جلتی ہے تو جلے۔ میری بلا سے ___! میں کیوں اس کے پیچھے
ایک وقت کا کھانا چھوڑوں ___؟" اس نے دل میں سوچا۔ اور کھانے کی طرف
ہوگئی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ دیر تک فریحہ اور سمیعہ آپا کے ساتھ باہر لان میں
رہی۔ واپس اپنے کمرے میں جانے لگی۔ تو عاصم کے کمرے کی طرف نظر اٹھ گئی۔
سگرٹ پی رہے تھے۔ بینا فریحہ کا ہاتھ تھام کر کھڑکی کے قریب چلی گئی۔

"آخر کیوں اپنا خون جلا رہے ہیں ___؟ کس حکیم نے مشورہ دیا ہے آپ
کہ آپ اپنا جگر پھونکتے رہیں ___؟" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب ___؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ سگرٹ پھینکئے۔ ورنہ میں چھین کر پھینک دوں گی ___!"
نے کہا۔ فریحہ اور سمیعہ آپا مسکرانے لگیں۔

"آپ کو کیا دلچسپی ہے ___؟ میں خون جلاؤں یا جگر پھونکوں۔" عاصم نے بڑ

ہدگی سے کہا۔

"اب ظاہر ہے کہ کچھ نہ کچھ دلچسپی تو ہوگی ہی۔ کیونکہ آپ ہمارے اتنے اچھے سے
ماجان کے بہت چہیتے بیٹے ہیں۔" بینا شرارت سے مسکرائی۔ عاصم بھی مسکرا دیئے۔

"ہوں۔ بس یہ آسان ہے۔ کوئی بات ہوئی مسکرا کر ٹال دیا۔" بینا سنجیدہ ہوتے
ے بولی۔

"پھر کیا کروں ___؟" عاصم نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیجئے یہ کہ سگرٹ۔ سیدھی طرح سے پھینک دیجئے ___!" بینا نے کہا۔

"اور اگر میں نہ پھینکوں تو ___!" عاصم اس کی باتوں سے محظوظ ہو رہے تھے۔

"تو یہ لیجئے ___!" بینا نے ان کی انگلیوں میں دبا ہوا سگرٹ چھین کر زمین
پھینک دیا۔ اور پیروں تلے مسل دیا۔

"جنگلی ___!" عاصم نے کہا۔

"آپ خود جنگلی۔ بلکہ پورا جنگل ___!" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"اُس نے کچھ اتنی بے ساختگی سے کہا۔ کہ فریحہ۔ سمیعہ آپا اور عاصم تینوں ہی
دیئے۔

"اُس میں ہنسنے کی کیا بات ہے ___؟" بینا نے ان تینوں کی طرف باری باری
اور فریحہ کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔ سامنے سے معتصم بھائی
ہے تھے۔

"اوہ تڑی بی۔ ایک دو ہاتھ ہو جائیں ___!" معتصم بھائی نے کہا۔

"بس۔ ایک دو۔ کم سے کم سات آٹھ ہونے چاہئیں ___!" بینا نے کہا۔

"بات ایک ہی ہے ——" معتصم بھائی بولے۔

"بھئی مجھے تو نیند آ رہی ہے —— سمیعہ آپا نے کہا۔

"عاصم بھائی کو بلا لیتے ہیں ——" بینا نے کہا

"جاؤ بلا لاؤ ——" معتصم بھائی نے ڈرائینگ روم کی طرف جا

بینا عاصم کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ عاصم بھی سونے کی تیاری کر رہ

"اے جناب۔ سونے کی نہیں ہو رہی ہے ——" بینا نے کہا۔

عاصم نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"چلئے، ہمارے ساتھ تاش کھیلئے ——" بینا نے کہا۔

"نہیں بینا —— نیند آ رہی ہے ——" عاصم نے کہا۔

"آ کے دیکھیے آپ کی نیند۔ اس کی خیر نہیں ہے بس ——" بینا

سے بولی۔

"کیوں؟ کیا ارادے ہیں ——؟" عاصم اس کی طرف دیکھ کر

"ہم اُسے ایسا بھگائیں گے کہ وہ صبح تک بھی نہیں آ سکتی ——" ب

"نہیں بھئی —— رحم کرو میرے حال پہ ——" عاصم نے مسکرا

کہا۔

"رحم کرنے والا تو خدا ہے ——" بینا نے کہا۔

"بندے بھی تو رحم کر دیتے ہیں کبھی کبھی ——" عاصم اس کی جگہ

کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"مگر ہم تو خدا کے انتہائی ظالم بندوں میں سے ہیں ——" بینا نے

ئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ آپ "ہم" کا لفظ بہت استعمال کرتی ہیں —— !"

صم مسکرائے۔

"ہاں۔ بس ہماری مرضی۔ اب آپ ٹالیے نہیں۔ جلدی چلئے" بینا نے کہا۔

"کوئی رعایت نہیں ہو سکتی ——؟" عاصم نے بستر پہ دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"بھئی نہیں ہو سکتی نا —— نخرے مت دکھائیے ——" بینا چیخ کر بولی۔

"چیخ کیوں رہی ہو ——؟ میں بہرا تو نہیں ہوں ——" عاصم بستر سے

اٹھتے ہوئے بولے۔

بینا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ عاصم کے ساتھ باہر آ گئی۔

ڈرائنگ روم میں فریحہ اور معتصم بھائی تاش کے پتے سامنے رکھے

کا انتظار کر رہے تھے۔ بڑے ماموں دریچے کے قریب والے صوفے پر بیٹھے

بار دیکھ رہے تھے، اور رحمانی کونے والے دیوان پر نیم دراز "نیل کی ساحرہ" پڑھ

رہی تھیں۔

"سب لوگ کان کھول کر سن لیں —— بے ایمانی کی بالکل نہیں ہو گی ——!"

بانے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"بے ایمانی کی ابتدا تم ہی کرو گی ——" معتصم بھائی نے کہا۔

"میں کب بے ایمانی کرتی ہوں ——؟ میں بے ایمانی کرتی ہوں فریحہ آپا

——؟" بینا نے فریحہ کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ فریحہ مسکرانے لگی۔ رضا عباس

ہی اخبار پڑھتے پڑھتے مسکرا دیئے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا۔ بینا کبھی ایمانداری سے

نہیں کھیلتی۔

"تم دونوں پارٹنر ہو ۔۔۔۔؟" عاصم نے فریحہ اور بینا کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ بالکل۔! آپ دیکھئے گا۔ ہرا ہرا کے رلا دیں گے۔ آپ دونوں کو"
بینا نے پتّے پھینٹتے ہوئے کہا۔

پتّے بانٹے گئے۔ اور کھیل شروع ہو گیا۔

بینا مسلسل اسی کوشش میں لگی ہوئی تھی کہ کسی طرح عاصم اور معتصم
کے پتّے دیکھ لے۔ ہر دفعہ پتّہ پھینکتے ہوئے فریحہ کو جانے کون کون سے ا
کر رہی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے ۔۔۔۔؟" عاصم نے بینا کو اپنے پتّوں کی طرف جھ
ہوئے دیکھ کر کہا۔

"کچھ بھی نہیں ۔۔۔۔ میں کیا کر رہی ہوں ۔۔۔۔؟" بینا نے رعب جھاڑا۔

تھوڑی دیر بعد بینا نے پھر وہی حرکت کی۔

"باز آجاؤ بینا اپنی حرکت سے ۔۔۔۔!" معتصم بھائی نے مسکراتے ہوئے

"خواہ مخواہ ہی ۔۔۔۔ ! کوئی بات بھی ہو ۔۔۔۔؟" بینا زیرِ لب مسکرائی۔

مسلسل جیتنے کے بعد بینا نے بڑے فخر سے عاصم کی طرف دیکھا۔

"بہت بڑا چیمپئن سمجھتے ہیں دونوں بھائی اپنے کو ۔۔۔۔!" بینا نے مسکرا
ہوئے کہا۔

"وہ تو ہم ہیں ہی ۔۔۔۔ !" معتصم بھائی نے پتّہ پھینکتے ہوئے کہا۔

"سبھی جبھی ہار رہے ہیں لڑکیوں سے ۔۔۔۔!" بینا نے پتّہ زور سے

ان کھیا کے فریحہ کو کچھ اشارہ کیا۔

فریحہ مسکرانے لگی۔ عاصم بڑی سنجیدگی سے بینا کی طرف دیکھ رہے تھے۔

موقع پا کر بینا نے پھر عاصم کے پتّوں کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک سے کھیلو بینا ورنہ میں کھیل ادھورا چھوڑ کر اٹھ جاؤں گا۔!"
م نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"رونے کی کیا بات ہے۔ کھیل میں ہار جیت تو ہوتی ہی رہتی ہے ۔۔۔۔!"
نے شرارت آمیز نظروں سے عاصم کی طرف دیکھا۔

دو دفعہ مسلسل جیتنے کے بعد۔ جب ہارنے کی باری آئی۔ تو بینا سنجیدہ ہو گئی
جب کسی طرح جیتنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ تو بینا نے کھلم کھلا بے ایمانی
رع کر دی۔ رضا عباس بھی قریب آکر بیٹھ گئے۔ اور ان میں مصالحت کرا دی۔ لیکن
اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ کبھی ایمانداری سے نہیں کھیلتی تھی۔ اس کا ریکارڈ تھا۔
آج وہ کیسے اپنے اس ریکارڈ کو توڑ دیتی ۔۔۔۔! کھیل میں بے ایمانی کئے بغیر
لڑے جھگڑے بغیر اسے بالکل مزہ نہیں آتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے
بے ایمانی شروع کر دی۔ اور آخر کار لڑ جھگڑ کر پتّے پھینک کر چلی گئی۔

"توبہ۔ کس قدر بے ایمان ہے یہ لڑکی ۔۔۔۔!" معتصم بھائی نے مسکراتے
ئے کہا۔" رضا عباس ہنسنے لگے۔

"اور ابّو آپ بھی اسی کی حمایت لے رہے تھے ۔۔۔۔!" معتصم بھائی نے
ازمین پر سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بچّی ہے ۔۔۔۔!" رضا عباس نے پیار سے کہا۔

"بچے بھی اتنی بے ایمانی نہیں کرتے ۔۔۔ !معتصم بھائی بولے
ہنسنے لگی۔
"تمہارے بڑے دانت نکل رہے ہیں ۔۔۔ اس کی پارٹنر جو
معتصم بھائی نے فریحہ کو ہنستے دیکھ کر کہا۔
"چلو، ختم کرو، سو جاؤ جا کر ۔۔۔ !" رضا عباس نے اٹھتے ہوئے
ان کے ساتھ ہی باقی سب بھی اٹھ گئے۔
بینا کو اپنے ماموں جان کے گھر رہتے ہوئے پورا ایک ہفتہ ہو چکا
اس دوران میں اس کی امی۔ ابو اور فاروق بھائی دو دفعہ آئے۔ اور بینا
دیکھ کر جھٹ پٹ جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ مگر فریحہ اور سمیعہ آپا نے اسے گھ
باہر قدم تک نکالنے نہیں دیا۔
آخر کار ساتویں روز بینا نے بڑی منت سماجت کر کے اپنے ما
سے گھر جانے کی اجازت لی۔ مگر انہوں نے یہ شرط عائد کر دی۔ کہ دو ہفتے
آجانا ۔۔۔ ! اپنے ماموں جان سے اجازت لے کر بینا بڑی خوش خوش
کے کمرے میں آئی۔
"معتصم بھائی! مجھے گھر چھوڑ آیئے ۔۔۔ !" اس نے لجاجت سے کہا۔
"بیکار باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ !" معتصم بھائی
جھاڑا۔
"میں نے ماموں جان سے پوچھ لیا ہے ۔۔۔ !" بینا نے کہا۔
"بس تو ان کے ساتھ چلی جاؤ ۔۔۔ !" معتصم بھائی نے الماری

کہا۔
"نہیں کہیں جانا ہے ۔۔۔ !" بینا اپنی چوٹی کو بل دیتے ہوئے بولی۔
"مجھے خود کہیں جانا ہے ۔۔۔ !" معتصم بھائی زیر لب مسکرائے۔
"تو کیا ہوا۔ راستے میں مجھے ڈراپ کر دیجئے گا ۔۔۔ !" بینا نے کہا۔
"چپکی بیٹھی رہو تم۔ تمہارا گھر یہی ہے ۔۔۔ کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں
۔۔۔ !" معتصم بھائی نے معنی خیز انداز سے اس کی طرف دیکھا۔ لیکن وہ سر جھکائے
تھی۔
"اچھا ٹاٹا۔ بائی بائی ۔۔۔ !" معتصم بھائی نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا
"بڑے اچھے لگ رہے ہیں نخرے دکھاتے ہوئے !" بینا نے ناک سکوڑی۔
"اچھے تو ہم ہیں ہی ۔۔۔ !" معتصم بھائی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور
سے باہر چلے گئے۔
بینا چند منٹ کھڑی کچھ سوچتی رہی۔ پھر عاصم کے کمرے میں چلی آئی۔ عاصم
ریکارڈر سامنے رکھے گانے سن رہے تھے ۔۔۔ بینا بڑی شرافت سے ان
منے جا کر بیٹھ گئی ۔۔۔ کئی لمحے گزر گئے۔ لیکن بینا چپ چاپ بیٹھی رہی۔ عاصم
پشت سے سر ٹکائے خوابیدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے رہے ۔۔۔ وہ
تھے۔ کہ بینا اب کچھ بولے گی۔ لیکن وہ بالکل خاموش تھی۔
"کیا بات ہے بینا ۔۔۔ ؟" عاصم کے لہجے میں اپنائیت تھی۔
"ایک بات ہے !" بینا نے بچوں کی طرح کہا۔
"وہی تو میں بھی پوچھ رہا ہوں ۔۔۔ !" عاصم مسکرائے۔

"آپ مان جائیں گے نا ۔۔۔!" بینا نے انتہائی معصومیت سے
"تم کہہ کے تو دیکھو ۔۔۔ ضرور مانوں گا ۔۔۔!" عاصم کا انداز وا
"وعدہ ۔۔۔؟" بینا نے عدمِ اعتمادی سے ان کی طرف دیکھا۔
"وعدہ ۔۔۔!" عاصم مسکرائے۔
"بالکل پکا ۔۔۔!" بینا کو جانے کیوں ان کی بات پر یقین نہیں آ
"مجھ پر اعتماد کرو بینا ۔۔۔!" عاصم کی آنکھوں میں گہرائی تھی۔
"مجھے گھر چھوڑ آیئے ۔۔۔!" بینا نے التجا آمیز لہجہ میں کہا۔
"کب ۔۔۔؟" عاصم سنبھل کر بیٹھ گئے۔
"آج ۔۔۔ ابھی ۔۔۔؟" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔
"تمہیں گھر جانے کی اتنی جلدی کیوں ہے ۔۔۔؟" عاصم نے
نگاہوں سے دیکھا۔
"اتنے دن تو ہو گئے ۔۔۔!" بینا بدستور سنجیدہ تھی۔
"یہ تمہارا خیال ہے نا ۔۔۔! دوسروں کا تو نہیں ۔۔۔!" عاصم
کیس سے سگرٹ نکالتے ہوئے کہا۔
"اگر جانا ہے تو بتا دیجئے۔ خواہ مخواہ کی باتیں مت کیجئے مجھ سے
بیزاری سے بولی۔
"کل چھوڑ آؤں گا ۔۔۔!" عاصم نے سگرٹ کا ایک طویل کش لیا
"نہیں ۔۔۔ میں آج ۔۔۔ ابھی ۔۔۔ اور اسی وقت جاؤں"
بینا ایک دم بپھر گئی۔

"خواہ مخواہ غصہ نہیں کیا کرتے ۔۔۔!" عاصم کے لہجے میں نرمی تھی۔"
"آپ غصہ دلانے والی بات ہی کیوں کر رہے ہیں؟" بینا نے لٹھ مار دیا ۔۔۔
عاصم دھوئیں کے مرغولے بکھیرتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے رہے۔
"کیا خاک اعتماد کروں آپ کے اوپر ۔۔۔ ابھی ابھی وعدہ کیا اور اب
مکر رہے ہیں ۔۔۔!" بینا کا غصہ کچھ اور بڑھ گیا۔
"اچھا ناراض مت ہو۔ ابھی اور اسی وقت چھوڑ آؤں گا۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم
اتنی بے چین کیوں ہو گھر جانے کے لئے ۔۔۔؟" عاصم نے بڑے غور سے اس
کے چہرے کی طرف دیکھا۔
"مجھے فاروق بھائی یاد آ رہے ہیں ۔۔۔!" بینا نے بڑی صاف گوئی سے
کہا۔
"فاروق بھائی ۔۔۔!" عاصم کی آواز مدھم تھی۔
"ہوں ۔۔۔!" بینا کے انداز میں لاپرواہی تھی۔
"فاروق بھائی تمہیں بہت اچھے لگتے ہیں ۔۔۔؟" عاصم کے انداز میں
والہانہ پن تھا۔
"اب آپ میرا انٹرویو تو مت لیجئے ۔۔۔!" بینا نے چڑ کر کہا۔
"انٹرویو ۔۔۔!" عاصم مسکرائے۔
"آپ بیکار وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مجھے جلدی سے چھوڑ آیئے ۔۔۔!"
بینا نے رعب سے کہا۔
"امی سے پوچھ لیا ہے ۔۔۔!" عاصم نے سگرٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے

کہا۔

"پوچھ لیا ہے ——" بینا نے ٹھٹھہ مارتے ہوئے کہا۔

"ابّو نے اجازت دے دی ——؟" عاصم نے پوچھا۔

"ارے بابا! دے دی ۔ سارے زمانے نے اجازت دی ۔ اب اُٹھئے بھی کسی طرح —" بینا نے چیخ کر کہا۔

"چلو، اُٹھاؤ اپنا سامان —— مصیبت —" عاصم سگرٹ کے ٹکڑے کو ایش ٹرے میں رکھ کر کھڑے ہوگئے۔

"آپ خود مصیبت —— آفت اور پتہ نہیں کیا کیا —" بینا بھی اُٹھتے ہوئے بولی — اور عاصم کے ساتھ اپنے کمرے میں آگئی۔ فریحہ اور سمیعہ آپا نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اُس نے کسی کی نہ سنی۔ اور اپنی ممانی کو خدا حافظ کہہ کے عاصم کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ سارے راستے وہ اوندھی سیدھی باتیں کر کے عاصم کا دماغ چاٹتی رہی۔ لیکن عاصم کو اُس کی وہ اوندھی سیدھی باتیں بہت اچھی لگ رہی تھیں — اُن کے دل نے تمنا کی — کاش! وقت کی گردش تھم جائے۔ لمحات پر جمود طاری ہو جائے۔ اور بینا یونہی ان کے برابر بیٹھی باتیں کرتی رہے۔ لیکن —— عاصم کی یہ تمنا تمنا ہی رہی —— نہ وقت کی گردش تھمی۔ اور نہ لمحات پر جمود طاری ہوا۔ لمحات پیچھے سرک گئے اور وقت آگے بڑھ گیا۔

اور جب عاصم بینا کو چھوڑ کر واپس آئے —— تو شام گہری ہو چکی تھی۔ گھر میں سناٹا تھا۔ گاڑی ایک طرف پارک کر کے وہ فریحہ کے کمرے میں چلے گئے، فریحہ کا کمرہ خالی تھا۔ فریحہ جانے کہاں تھی ——؟ بینا کے چلے جانے سے کمرہ بالکل سونا سونا نظر آرہا تھا۔ عاصم

اپنے دل کے خاموش ایوان میں بینا کے قدموں کی نرم نرم چاپ سنائی دے ں تھی۔ دماغ میں اس کی بے سروپا باتیں گردش کر رہی تھیں۔ اور نفس کا سرتار بجتے ئے صدا دے رہا تھا۔ بینا — بینا —! عاصم اپنے کمرے میں لوٹ آئے۔ ر سگرٹ سلگا کر دریچے میں کھڑے ہوگئے۔ شام ڈھل چکی تھی۔ ہر طرف بے نام اسی کے سائے بکھرے ہوئے تھے۔ ہر لمحہ پھیلتے ہوئے اندھیرے اپنی آنکھوں یں گئے دن کا حسین اور جوان عکس لئے ہوئے تھے۔ سڑک کے دونوں طرف لگے ہوئے بلب جل چکے تھے۔ ان کی زرد مدھم سی روشنیاں ہلکے ہلکے اندھیروں سے ہم آغوش ہو رہی تھیں۔ مغرب کی طرف آسمان پر اندھیرا سا چھایا ہوا تھا۔ اور جامن کے درخت کی سیدھ میں بہت دور —— آسمان کی بلندیوں پر شام کا ستارا جھلملا رہا تھا ——! عاصم نے سگرٹ کا ایک طویل کش لگایا۔ اور دھوئیں کے مرغولے بکھیر کر اس کی دھندلاہٹوں میں کچھ تلاش کرنا چاہا۔ تو بینا کی معصوم سی شبیہہ نظروں کے سامنے آگئی۔

ہوا کا ایک سُبک رفتار جھونکا آیا۔ کھڑکی سے لپٹی ہوئی انگور کی بیل کے پتوں میں ہلکی ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی۔ اور سامنے والے ستون سے لپٹی ہوئی چنبیلی کی بیل سے جھانکتی ہوئی ۔ منہ بند کلیاں دھیرے سے مسکرا دیں۔ — عاصم نے سگرٹ مسل کر باہر پھینک دیا۔ اور دریچے سے پلٹ آئے۔ صوفے کی پُشت پر دونوں ہاتھ رکھے کچھ سوچتے رہے۔ ایک بے نام سی اُداسی انہیں اپنے چاروں طرف چپ چاپ سرکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ — اور تنہائی کا احساس شدید تر ہو گیا تھا —!

"تمہیں کیا ہو گیا ہے عاصم ——؟" دل نے سوال کیا۔

مگر ---- وہ دل کو کیا جواب دیتے ---؟ وہ تو خود دل سے یہ سوال والے تھے۔ کہ مجھے کیا ہو گیا ---؟ چند لمحے اور گزر گئے۔ اور دل کی ویران تنہا کچھ اور بڑھ گئیں دل کو بہلانے کی خاطر وہ باہر نکل آئے۔ اور بوجھل قدموں سے اپنی امی کے کمرے میں چلے گئے۔

"چھوڑ آئے بینا کو ---؟" سلطانہ بیگم نے پوچھا۔

"ہاں ---" عاصم نے ایک طویل سانس لی اور اپنی امی کی گود میں رکھ کر لیٹ گئے۔ چند لمحے چپ چاپ لیٹے کچھ سوچتے رہے۔ پھر مدھم آواز بولے ---" امی!"

"ہوں ---؟" سلطانہ بیگم نے پیار سے ان کے بالوں میں انگلیاں پھیر ہوئے کہا۔

"آپ نے کیوں جانے دیا بینا کو ---؟" عاصم نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

"کل سے گھر جانے کو کہہ رہی تھی ---" سلطانہ بیگم نے غور سے عاصم کی طرف دیکھا۔

"اس کا کیا ہے امی ---؟ وہ تو معلوم نہیں کیا کیا کہتی رہتی ہے --- ضروری تو نہیں اس کی ہر بات مانی جائے۔" عاصم کی آواز مدھم تھی۔

"تمہیں اچھا نہیں لگ رہا بینا کے بغیر ---؟" سلطانہ بیگم کی آواز میں اپنائیت تھی۔ عاصم چپ چاپ لیٹے اپنے تصور کی نگاہوں سے دل کے سناٹوں کا جائزہ لیتے رہے۔

"عاصم ---" چند لمحوں بعد سلطانہ بیگم نے بڑی سنجیدگی سے انہیں پکارا۔

"جی امی ---" عاصم نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹایا۔

"بینا تمہیں پسند ہے ---؟" سلطانہ بیگم کی نگاہیں عاصم کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"آپ کو پسند ہے ---؟" عاصم کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ تھی۔

"تم اپنی بات کرو ---" سلطانہ بیگم بھی مسکرائیں۔

"تھوڑی سی کریک ہے ---" عاصم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"یہ میری بات کا جواب تو نہیں ہے ---" سلطانہ بیگم ہنس دیں۔

"میری پسند سے کیا ہوتا ہے امی ---؟" عاصم سنجیدہ ہو گئے۔

"کیوں ---؟" سلطانہ بیگم کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"آپ کو یا مجھے کیا معلوم کہ اُس کے دل میں کیا ہے ---؟" عاصم کی آنکھوں میں گہری سوچیں تھیں۔

"اس کے دل میں کیا ہوگا ---؟ بہت اچھی لڑکی ہے وہ۔ تم اپنی کہو ---!" سلطانہ بیگم کی انگلیاں مسلسل عاصم کے بالوں کو سلجھا رہی تھیں۔

"چھوڑئیے اس ذکر کو امی ---" عاصم نے ٹالنا چاہا۔

"چھوڑئیے کیوں ---؟" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا --- جلدی میں کیے گئے فیصلے ہمیشہ نقصان دہ ہوتے ہیں ---" عاصم نے کہا۔

"تم آخر چاہتے کیا ہو ---؟" سلطانہ بیگم مسکرائیں۔

"کچھ نہیں ـــــ!" عاصم نے ان کا ہاتھ تھام کر آنکھوں پر رکھ لیا۔

"پھر اتنے چپ چپ کیوں ہو ـــــ؟" سلطانہ بیگم کے چہرے پر ماتا سمٹا ہوا تھا۔

"مجھے خود نہیں معلوم ـــــ!" عاصم نے آہستہ سے کہا۔

"بیکار میں ذہن کو پریشان مت کرو۔ پھر آ جائے گی۔ بینا ـــ!" سلطا نے کہا۔

"اُفّوہ امّی۔ آپ یہ کیوں سمجھ رہی ہیں کہ میں بینا کے چلے جانے کی و چپ ہوں۔ ـــ!" عاصم زیرِ لب مسکرائے اور اُٹھ کر کمرے سے باہر چلے گ

سلطانہ بیگم جانے کیا سوچتی رہ گئیں۔

نومبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ دھوپ کی تمازت میں قدرے کمی آ گئی تھی. اور فضا میں خنکی کچھ بڑھ گئی تھی. بہاروں کے کارواں آئے۔ اور گذر گئے. پھول کھلے اور مرجھا گئے۔ چنبیلی اور شبّو کی منہ بند کلیاں دھیرے سے مسکرائیں اور خاک بسر ہو گئیں موسم گرما کی ویران سنسان اور طویل دوپہریں بیت گئیں۔ اور ہواؤں کے دوش پر اُڑتے ہوئے سرمئی اور اُودے بادل جانے کن سمتوں میں جاکر برس گئے۔ خاموشی سے سرکتے ہوئے لمحات وقت کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ اور پھر کبھی نہ ابھر سکے. ہر طرف افسردہ سا غبار چھا گیا. اور جب ـــــ وہ غبار چھٹا ـــــ تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ سوائے اُن زخموں کے جو گذری ہوئی بہار دب گئی تھی ـــــ! وقت کے خاموش طویل اور سنسان صحرا میں خزاں کا اداس کارواں کھڑا سسک رہا تھا. ہر طرف ویرانیاں تھیں اور انجانے، ان دیکھے

درد کے لہراتے ہوئے سائے ——! اور پھر —— یوں ہوا کہ شام کی دھندلاہٹیں
گہری ہوگئیں۔ راتیں دھوئیں سے بھر گئیں۔ اور صبح کے مقدس کافوری اجالے کہر
دھندلکوں میں ڈوب گئے ——! چاندنی راتیں اداس اور سوگوار ہوگئیں ——!
درختوں کی سوکھی اور جھلسی ہوئی عریاں شاخیں بڑی حسرت سے آسمان کی وسعتوں
کو تکتے ہوئے فریاد کرنے لگیں ——!

"یہ کیسا موسم آیا ہے ——؟ سب کچھ اجڑ کے رہ گیا۔ گزری ہوئی بہار
کیسے زخم دے گئی ہے ——؟ بینا نے دریچے سے باہر جھانکتے ہوئے سوچا۔ اور تبھی
باہر سے سکوٹر رکنے کی آواز آئی۔ بینا نے گیٹ کی طرف نظر دوڑائی۔ فاروق بھائی
آرہے تھے۔ بینا خاموش کھڑی جانے کیا سوچتی رہی۔ پھر دریچے سے پلٹ آئی
سرہانے سے ٹیگور کی "گیتا نجلی" کا ترجمہ اٹھا کر پڑھنے لگی۔

"تمہارے دل پر افسردگی چھا رہی ہے۔ اور نیند کا غلبہ؟ ابھی تک تمہاری
آنکھوں پر ہے۔ کیا تمہارے پاس یہ پیغام ابھی تک نہیں پہنچا۔ کہ پھول کانٹوں کے
درمیان بڑی شان سے حکمرانی کر رہا ہے۔ جاگو ——! ارے جاگو ——
وقت بیکار نہ گزرنے پائے۔

اگر آسمان دوپہر کے آفتاب کی تمازت سے سسکتا اور کانپتا ہے
تو تعجب کی بات کیا ہے ——؟ اگر تپتی ہوئی ریت اپنی پیاس کی چادر پھیلاتی
جاتی ہے تو کیا مضائقہ ہے ——؟

کیا تمہارے دل کی گہرائی میں کوئی مسرت نہیں ہے۔ ہر مرتبہ جب
قدم رکھو گے۔ کیا سڑک کے بربط سے درد کی شیریں موسیقی کے نغمے پھوٹ نہ

گے ——؟

بینا نے بڑی اداسی سے گیتا انجلی کی یہ سطریں پڑھیں۔ اور صفحات الٹنے لگی۔
دوسرے کمرے سے فاروق بھائی کی باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی
پھر فاروق بھائی اس کے کمرے میں چلے آئے۔

"تمہیں کب تمیز آئے گی بینا ——؟" فاروق بھائی نے آکر اسے ڈسٹرب کر دیا۔

"کیا مطلب ——؟" بینا نے استفہامیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ میں اتنی دیر سے آیا ہوں اور تمہیں اتنی بھی توفیق نہیں ہوئی۔
سلام ہی کر جاتیں ——!" فاروق بھائی نے کتاب اس کے ہاتھ سے چھین لی۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔ اب کر لیتی ہوں سلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!"
نے زور سے کہا۔

"جو بات ہے تمہاری سبحان اللہ ——!" فاروق بھائی کرسی گھسیٹ کر
سامنے بیٹھ گئے۔

"سلام کا جواب تو دیجئے ——!" بینا نے اپنے بکھرے ہوئے بالوں
سمیٹ کر جوڑا بناتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام ——!" فاروق بھائی نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"ہونہہ۔ لٹھ مار دیا ——!" بینا نے ان کی عقل اتارتے ہوئے کہا ——
بھائی خاموش اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"پھوپھی جان ٹھیک ہیں ——؟" بینا نے پوچھا۔

"ہاں، ٹھیک ہیں۔ انہی کا پیغام لے کر آیا ہوں ——!" فاروق بھائی نے

سگرٹ سلگاتے ہوئے کہا۔
"تو اتنی دیر سے کیوں نہیں بتایا ——؟ بتائیے کیا پیغام ہے
بینا نے رعب جھاڑا۔
"اپنے گھر میں اُودھم مچوانا ہے —— اس لئے تمہیں یاد کیا۔
فاروق بھائی نے سگرٹ کا دھواں منہ سے نکالتے ہوئے کہا۔
"کب ——؟" بینا نے بڑے اطمینان سے پوچھا۔
"ماشاء اللہ —— گویا تمہیں بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ
مچاتی ہو ——" فاروق بھائی مسکرائے۔
"آپ ہی لوگوں نے بدنام کر رکھا ہے ——" بینا نے ابرو چڑ
ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہی بدنام کیا ہے ——" فاروق بھائی نے اس کی طرف
ہوئے کہا۔
"اچھا بیکار باتیں مت کریے۔ یہ بتائیے کب بلایا ہے ——" بینا
"تم اپنی یہ حرکتیں چھوڑ دو بینا۔ ورنہ جس کے پلّے بھی بندھو گ
نباہ مشکل ہوگا —— !" فاروق بھائی نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیا مطلب ——؟" بینا نے پوچھا۔
"مطلب یہ کہ ہر وقت لڑنے جھگڑنے کے موڈ میں نہ رہا کرو۔
فاروق بھائی نے اسے سمجھایا۔
"تو میں کس سے لڑ رہی ہوں ——؟" بینا اب سچ مچ لڑنے ل

"میرے کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ ذرا نرمی سے بات کیا کرو —— !
بھائی نے کہا۔
"اور کچھ ——!" بینا نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"بری بات ہے نا —— ! معلوم نہیں کب کس کو بُرا لگ جائے ——؟
بھائی نے نصیحت کی۔
"ہم تو ایسے ہی بولیں گے۔ جس کو بات کرنی ہے کرے۔ ورنہ اپنے گھر
رہے ——!" بینا نے ناک سکوڑی۔
"تمہاری طبیعت کا یہ بچپنا ضرور کوئی رنگ لائے گا —— !" فاروق بھائی مسکرائے۔
"آپ ہی کی طبیعت میں ہوگا بچپنا —— ! میں تو سقراط اور افلاطون سے
دہ سنجیدہ باتیں کرتی ہوں —— !" بینا نے لاپرواہی سے کہا۔
"کیا کہنے تمہاری سنجیدگی کے —— ! بڑی آئیں سقراط اور افلاطون کی
کے ——!" فاروق بھائی مسکرائے۔
"بالکل غلط کہا آپ نے۔ میں سقراط اور افلاطون دونوں کی نانی بن ہی
لتی —— آپ کو پتہ ہے سقراط افلاطون کا کون تھا —— ؟ صرف ایک
کی نانی بن سکتی ہوں ——!" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔
"اچھا میرا دماغ تو مت چاٹو —— جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ فاروق بھائی
ٹھتے ہوئے کہا۔
"کیوں ——؟" بینا نے پوچھا۔
"امّی نے بلایا ہے نا تمہیں —— ! اپنے کپڑے اور کتابیں بھی رکھ لو ——؟"

فاروق بھائی بولے۔

"امّی سے کہہ دیا آپ نے؟" بینا نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تم کہہ دو ــــ!" فاروق بھائی منہ پھیر کر مسکرائے۔

"چلیئے ــــ!" بینا فاروق بھائی کو ساتھ لے کر فرزانہ بیگم کے

"امّی ــــ میں چلی جاؤں نا ــــ!" بینا نے پوچھا

"کہاں ــــ؟" فرزانہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا۔

"پھوپھی جان نے بلایا ہے مجھے رہنے کے لیے ــــ!" بینا نے

"بینا ــــ تو کبھی گھر میں بھی ٹکا کر ــــ!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"امّی۔ وہ بھی تو گھر ہی ہے ــــ!" بینا نے معصومیت سے کہا۔

"فلسفہ تو بگھارا مت کر میرے سامنے ــــ میں تو یہ جانتی ہوں

میں ایک ہفتہ تو گھر پہ رہتی ہے بس ــــ؟" فرزانہ بیگم جھنجھلا کر بولیں۔

مسکراتے ہوئے ان دونوں کی بحث سن رہے تھے۔

"کہاں جاتی ہوں میں امّی ــــ؟ آپ تو بس خواہ مخواہ ہی!" بینا

ادھوری چھوڑ دی۔

"بس خواہ مخواہ ہی کیا ــــ؟ ابھی پرسوں ہی تو بھائی جان کے

واپس آئی ہے ــــ!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"میں خود تھوڑی گئی تھی ــــ ماموں جان لے گئے تھے!"

صفائی پیش کی۔

"کچھ بھی سہی گئی تو تھیں تم ــــ!" فرزانہ بیگم بولیں۔

"پھوپھی جان کے گھر تو میں ضرور جاؤں گی۔ اتنے دنوں سے ان کے

ہیں گئی ــــ!" بینا نے ضد کی۔

"بھئی چلا جانے دو نا ــــ!" آصف صاحب نے بیچ میں دخل دیا۔

"ہاں امّی، چلا جانے دیجئے۔ ابّو بھی کہہ رہے ہیں!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"تمہاری اور تمہارے باپ کی تو ہمیشہ ایک سی صلاح ہوتی ہے ــــ!"

نہ بیگم مسکرائیں۔

"ہمیشہ تو ایک صلاح نہیں ہوتی امّی ــــ کبھی کبھی ہوتی ہے ــــ!" بینا

انتہائی سنجیدہ تھا۔ فاروق بھائی اور فرزانہ بیگم ہنس پڑے۔ آصف صاحب

مسکرانے لگے۔

"کتنے دن رہو گی ــــ؟" فرزانہ بیگم نے پوچھا۔

"اب جتنے دن بھی وہ روک لیں ــــ!" بینا نے بڑی انکساری سے کہا۔

"تو تو چاروں ہاتھوں پاؤں سے راضی ہو جاتی ہے ہر ایک کے گھر رہنے

ے ــــ!" فرزانہ بیگم مسکرائیں۔

"اب کیا کروں امّی ــــ؟ بڑوں کا کہنا ماننا ہی پڑتا ہے!" بینا نے سنجیدگی

ا۔

"ہاں مجھے معلوم ہے۔ تو کتنی سعادت مند ہے ــــ؟" فرزانہ بیگم نے

ہوئے کہا۔

"میری سعادتمندی کی تو زمانہ تعریف کرتا ہے ــــ!" بینا نے کہا۔

"اچھا اب جاؤ۔ جلدی ہی واپس آجانا ــــ! تمہارے پاس تو بس یہی

دو کام ہیں۔ گھر میں رہو، تو اوندھی سیدھی کتابوں میں سر دیئے بیٹھی ر
تیرے میرے گھر جا کے رہتی پھرو ——" فرزانہ بیگم بڑبڑائیں۔

"یہ کتابوں کو اوندھا سیدھا کہنے والی بات غلط ہے۔ امی ——
معلوم ہے —— فلاسفروں نے کتابوں کے بارے میں کیا کہا ہے۔"
بینا نے کہا۔

"تو مجھ سے بیکار کی بحث نہ کیا کر ——" فرزانہ بیگم جھنجھلا بھی ر
زیر لب مسکرا بھی رہی تھیں۔

"اب چلو بھی کسی طرح —— تم تو ہر ایک کا دماغ چاٹنے کے لئے
ہو ——" فاروق بھائی مسکرائے۔

"چلیے ——" بینا ان کے ساتھ اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ اور
اپنا سامان سمیٹ کر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

"امی، ایک بات سنئے ——" تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں پھر دا

"سناؤ ——" فرزانہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہو سکتا ہے۔ واپسی پر میں ایک دن کے لئے چچا جان کے یہاں ر
——" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"بینا! کیوں تمہاری شامت آئی ہے —— آپا کے گھر سے سیدھی یہ
آنا ——" فرزانہ بیگم نے قدرے زور سے کہا۔

"نہیں امی! نورین ناراض ہو جائے گی۔ کل اس قدر اصرار کر رہی
بینا نے اپنی چوٹی کو پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"گھر واپس آکر جانا۔ مجھے بھی جانا ہے ان کے یہاں!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"اچھا۔ جیسے آپ کی مرضی ——" بینا نے بڑی سعادتمندی سے کہا۔

"خدا حافظ ——" بینا نے دروازے سے نکلتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ ——" آصف صاحب اور فرزانہ بیگم نے کہا۔

بڑی پھوپھی کا گھر عزیز آباد میں تھا۔ بینا کو ان کے گھر رہنے میں بڑا لطف
تا تھا۔ کیونکہ سوائے فاروق بھائی، پھوپھی اماں اور پھوپھا جان کے اور کوئی نہیں
ا۔ ہر وقت خاموشی اور سکون طاری رہتا تھا۔ اکثر کبوتروں کی غٹرغوں کی آوازیں
ں سکون اور خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی سنائی دیتی ہیں۔ یا پھر مرغیوں کی کٹ کٹ
اک کی آوازیں گونجا کرتی تھیں۔

روزانہ شام کو محلے کے دو چار بچے پھوپھی اماں کے پاس سیپارے
پڑھنے آجاتے تھے۔ جب بینا آجاتی تھی۔ تو پھوپھی اماں کے گھر کا سکون بالکل ختم
ہوجاتا تھا۔ جب تک فاروق بھائی گھر میں ہوتے۔ وہ ان کے ساتھ تاش اور کیرم
کھیل کر ایسا شور مچاتی۔ کہ بچوں کو بھی مات کر دیتی۔ فاروق بھائی نہ ہوتے تو وہ
لے کے بچوں کو بلا کر خود بھی بچی بنی ہوئی ان کے ساتھ دنیا زمانے کے کھیل کھیل
تی۔ پھوپھی اماں اور پھوپھا جان اپنی لاڈلی بھتیجی کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوتے
ہتے۔ بینا کی محبت نے ان کے دلوں سے بیٹی کی محرومیت کا احساس ختم کر دیا
ا۔ ان کا دل چاہتا تھا۔ بینا ایک لمحے کے لئے بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو۔!

جب بینا اور فاروق بھائی گھر پہنچے۔ تو شام ہو چکی تھی۔ بینا نے جلدی سے
موٹر سے اتر کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا۔ تو سامنے پھوپھا جان کھڑے تھے

"ارے واہ ۔۔۔ !ہماری بیٹی آگئی ۔۔۔ !" پھوپھا جان نے اس کے سر
دستِ شفقت پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں پھوپھا جان میں آگئی ۔۔۔ تسلیم ۔۔۔ "بینا بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی

"جیتی رہو ۔۔۔ " پھوپھا جان مسکرائے۔ اور بینا اندر چلی گئی۔ آنگن
کے درخت کے نیچے چارپائی پہ پھوپھی اماں بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔ د
پہ سفید اور کالے کبوتر بیٹھے اپنی چھوٹی چھوٹی گول آنکھیں جھپکا رہے تھے
پھوپھی اماں کی لاڈلی مادام فلبنی مرغیوں کے ڈربے کے قریب بیٹھی دھوپ سینک رہی
پھوپھی اماں کی بلی کے لئے یہ نام بینا ہی نے تجویز کیا تھا۔ اس کی بچپن کی ایک دوست فلبنی
آنکھیں بالکل بلی کی آنکھوں سے مشابہ تھیں۔ اس کے نام پر بینا نے بلی کے لئے یہ نام تجویز
تھا۔ اور فلبنی کو وہ ہمیشہ بلی کے نام سے پکارتی تھی۔

"میری پھوپھی اماں ۔۔۔ " بینا اُن سے لپٹ کر بولی۔

"اب کے تو اتنے دنوں میں آئی ہے بینا ۔۔۔ " پھوپھی اماں نے چ
سے رکھ کر اس کا سر سینے سے لگا لیا۔

"کیا کروں پھوپھی جان! ماموں جان آنے ہی نہیں دیتے تھے۔ پرسوں
اُن کے گھر سے واپس آئی ہوں ۔۔۔ ! بینا نے کہا۔ اور تام چینی کے پیالے میں
مٹر کے دانے اُٹھا اُٹھا کر کھانے لگی۔

"امی، اب آپ اپنی چیزوں کی حفاظت کیجئے۔ وہ دیکھئے۔ اس نے
کر آدھے کر دیئے ۔۔۔ ! فاروق بھائی آنگن میں آتے ہوئے بولے۔

"کھا لینے دو، سب کچھ اسی کے لئے ہے ۔۔۔ " پھوپھی جان نے پیار سے کہا

"ہاں، بس اب تو دن رات اسی کے لاڈ ہوں گے۔ مجھے تو آپ پوچھیں
ابھی نہیں ۔۔۔ " فاروق بھائی مسکرائے۔

"اب تم اُس سے لڑو مت۔ چائے بنی رکھی ہے ایک پیالی چائے بنا کر لاؤ
ان کے لئے ۔۔۔ " پھوپھی اماں نے کہا۔

"یہ غلط بات ہے امی ۔۔۔ آپ خواہ مخواہ اسے سر پہ چڑھا رہی ہیں ۔۔۔ !"
فاروق بھائی برآمدے میں بڑی کرسی گھسیٹ کر آنگن میں لے آئے۔

"بجائے اس کے کہ آپ اس نالائق سے کہیں کہ ایک پیالی چائے فاروق
کو بنا کر دو۔ آپ اُلٹا مجھ سے کہہ رہی ہیں !" فاروق بھائی نے کرسی پہ بیٹھ کر ٹانگیں
چارپائی پہ پھیلا دیں۔

"آپ تو بڑے لائق فائق ہیں نا !" بینا نے گھور کر ان کی طرف دیکھا۔

"اس میں کوئی شک ہے ۔۔۔ ؟" فاروق بھائی مسکرائے بینا نے مٹر کے
دو تین چھلکے اُٹھا کر فاروق بھائی کے کھینچ مارے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ۔۔۔ ؟ میں تم سے بڑا ہوں نا ۔۔۔ !" فاروق بھائی نے
مصنوعی غصّے سے کہا۔

"ہونہہ بڑا ۔۔۔ ! آپ کو معلوم ہے ہندی ادب میں لفظ "بڑا" کے متعلق
کیا کہا گیا ہے ۔۔۔ ؟ بینا کی ذہنی رو بہکنا شروع ہو گئی۔

"شروع کر دیں تم نے بیکار باتیں ۔۔۔ ! فاروق بھائی بولے۔

"اونہہ، آپ اپنی بیکار بات بند کیجئے اور میری اہم بات سنئے ۔۔۔ !"
بینا نے کہا۔

"بکو ۔۔۔" فاروق بھائی بولے۔

"ہندی ادب میں ایک جگہ ذکر ہے کہ" محض بڑا ہونے سے کیا ہو ۔۔۔ جب تک فیض نہ ہو۔ تاڑ کو دیکھو، مسافر کو سایہ بھی نہیں اور پھل ب دُور ۔۔۔" بینا نے کہا۔

"خدا کے لئے تم بیکار باتیں کر کے دماغ مت چاٹا کرو ۔۔۔!" فا بھائی جھنجھلائے۔

"یہ بیکار بات ہے ۔۔۔؟ اور سنئے" دوسری جگہ لکھا ہے ۔۔۔ "ب بڑے ہیں وہ بڑا بول نہیں بولتے۔ ہیرا کب اپنے مُنہ سے کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں" بینا سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"کسی دن میں تمہاری ساری کتابیں اُٹھا کر کباڑیئے کو دیدوں گا یا جلادوں گا ۔۔۔" فاروق بھائی نے کہا۔

"آپ کو معلوم ہے، کہ کتابیں انسان کی بہترین رفیق ہمدرد اور غمگسار ہوتی میری کتابوں کو جلانے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ میری زندگی کے بہترین ساتھیوں موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔ آپ کے اس جرم کے خلاف میں مقدمہ دائر کر سکتی ہوں ۔۔۔" بینا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"اُفوہ بینا ۔۔۔! خدا کے لئے چپ رہو۔ تم تو کسی دن ہم سب کو پا کر دوگی ۔۔۔" فاروق بھائی تنگ آکر بولے۔

"پھر سب کے سب لائن بنا کر گدو بندر جائیں گے۔ ہیں نا" بینا بچوں طرح بولی۔

"لے ہے۔ خدا نخواستہ بیٹی ۔۔۔" پھوپھی اماں سہم کر بولی۔

"اور سر چڑھایئے اپنی بیٹی کو ۔۔۔!" فاروق بھائی مسکرائے۔

"تم بھی تو خواہ مخواہ اس سے بحث کئے جارہے ہو ۔۔۔!" پھوپھی اماں نے بینا کی حمایت لی۔

"پھوپھی اماں! آج بچے نہیں آئے پڑھنے کے لئے ۔۔۔" بینا نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"اب آتے ہی ہوں گے ۔۔۔" پھوپھی اماں سبزی اُٹھا کر باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے بولیں۔ بینا بھی ان کے پیچھے ہی باورچی خانے میں آگئی۔ مٹی کے تیل کے چولہے پر دونوں طرف چھوٹی چھوٹی دیگچیاں چڑھی ہوئی تھیں جن میں سے گرم گرم بھاپ نکل کر کھڑکی کی راہ سے باہر جا رہی تھی۔ بینا نے زور سے سانس لے کر خوشبودار بھاپ کو اپنے نتھنوں میں جذب کیا۔ اور اندازہ لگانے لگی۔ کہ کیا پک رہا ہے ۔۔۔؟

"اچھا پھوپھی اماں۔ میں سمجھ گئی آج آپ نے کلیجی اور قیمہ دونوں ہی میری پسند کی چیزیں پکائی ہیں۔" بینا خوش ہو کر بولی۔

"اتنے دنوں بعد تو آئی ہے میری بیٹی۔ اب اس کی پسند کی چیزیں بھی نہ پکاتی ۔۔۔" پھوپھی اماں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"پھوپھی اماں قیمہ میں سویا میتھی نہیں ڈالیں گی ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"ڈالوں گی ۔۔۔" پھوپھی اماں نے آلو اور مٹر دھوتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے سویا میتھی ۔۔۔؟" بینا نے باورچی خانے میں چاروں طرف

نظریں دوڑائیں۔

"وہ میں نے صبح ہی کاٹ کے رکھ لیا تھا ۔۔" پھوپھی اماں بولیں۔

"کل دوپہر کے کھانے میں بیگن کا بھرتہ اور چاول ضرور پکا لیجئے گا۔"

بینا نے فرمائش کی۔

"اچھا ۔۔۔" پھوپھی اماں مسکرائیں۔

"شرم کرو، بجائے اس کے کہ خود پکاؤ۔ امی سے کہہ رہی ہو" فاروق بھائی باورچی خانے کے دروازے کے قریب آکر بولے۔

"شرم کی کیا بات ہے ۔۔۔؟ ابھی ہم روٹیاں پکا دیں گے ۔۔" بینا نے

"بڑا احسان کریں گی آپ ۔۔" فاروق بھائی نے کہا۔

"کچھ معلوم ہے نہیں ویسے ہی اپنی ٹانگ پھنسا رہے ہیں۔ پھوپھی اماں جتنا مزے دار کھانا پکا سکتی ہیں، میں تھوڑی پکا سکتی ہوں ۔۔۔" بینا نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بس ہر بہانہ اچھا ہے ۔۔" فاروق بھائی بولے۔

"تم کیوں اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو فاروق ۔۔۔؟" پھوپھی اماں مسکرائیں

"اچھا امی ۔۔ میں کچھ نہیں بولوں گا ۔۔۔ مگر اس سے کہئے مجھے چائے تو بنا کر ایک پیالی ۔۔" فاروق بھائی مسکرائے۔

"چلئے ۔۔" بینا نے بڑی شرافت سے کہا۔ اور ان کے ساتھ باورچی خانے سے باہر آگئی۔

"بینا بیٹی، میز پر آلو اور چنے کی چاٹ بھی رکھی ہوئی ہے، وہ بھی تم لے لینا"

پھوپھی اماں نے کہا۔

"اچھا پھوپھی اماں ۔۔۔" بینا چاٹ کا نام سن کر خوش ہوگئی۔

"اگر اکیلے اکیلے تم نے چاٹ کھائی تو اچھا نہیں ہوگا۔" فاروق بھائی نے اسے ٹھینگا دکھایا۔

"کیوں آپ کا دم خشک ہو رہا ہے ۔۔۔؟ آپ کو بھی دونگی ۔۔" بینا نے کہا۔

لیکن جب حصہ لگانے کا وقت آیا۔ تو بینا نے ایک طشتری میں بہت ذرا سی چاٹ نکال کر فاروق بھائی کو دی۔ اور باقی سب اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ کیا بے ایمانی ہے ۔۔؟" فاروق بھائی نے کہا۔

"بے ایمانی کی کیا بات ہے ۔۔۔ میرے ہی لئے تو بنائی ہے پھوپھی اماں نے ۔۔۔" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"تمہارا پیٹ ہے یا قاضی جی کا حوض ۔۔۔ اس میں قیمہ کلیجی چاٹ۔ اور کنکر پتھر سب ہی بھرنے کے لئے تیار رہو ۔۔۔" فاروق بھائی بولے۔

"کنکر پتھر بھی پکے ہیں ۔۔۔؟ مجھے تو نظر نہیں آئے باورچی خانے میں ۔۔" بینا نے بے ساختگی سے کہا۔

فاروق بھائی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ تبھی آنگن والے دروازے پر کسی نے دستک دی۔

"شاید بچے آگئے ۔۔۔" بینا نے کہا۔

"جی ہاں، آپ کے دوست احباب آگئے ۔۔۔" فاروق بھائی مسکرائے اور اٹھ کر دروازہ کھولنے چلے گئے۔ بینا بھی چاٹ کی پلیٹ ہاتھ میں لئے آنگن

میں نکل آئی۔ چینی کی گڑیا۔ موٹا آلو۔ جھنجھنی ملکی۔ سلیم لاؤڈ سپیکر۔ مرزا نوشہ
رانی پٹاخہ اور بابا میاؤں سبھی تھے۔

بینا نے اُن سب بچوں کے نام رکھ چھوڑے تھے۔ وہ انہیں اُن کے
اصلی ناموں سے کبھی نہیں پکارتی تھی۔

"بینا باجی آئی ہیں ——" موٹا آلو پیچھے مڑ کر سلیم لاؤڈ سپیکر سے بولا

"بینا باجی آئی ہیں ——" سب ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ کہہ
رہے تھے۔ اُن سب کے چہرے بینا باجی کو دیکھ کر پھول کی طرح کھِل اُٹھے
تھے۔ ان کی نظروں میں بینا باجی سے اچھا ان کا کوئی دوست نہیں تھا

"ارے چینی کی گڑیا۔ تو تو آج مجھے کچھ کچھ جاپانی سی لگ رہی ہے۔"
بینا نے چینی کی گڑیا کے گھنگریالے بال چھوتے ہوئے کہا۔ چینی کی گڑیا شرما گئی۔

"تم کیسے ہو موٹے آلو ——" بینا نے اس کے کچوری جیسے گالوں کو
کھینچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہیں باجی ——" موٹا آلو بولا۔

"اور تم سلیم لاؤڈ سپیکر ——" بینا اس کی طرف مڑی۔

"باجی! سلیم کہہ رہا تھا کہ اب کے سے بینا باجی آئیں تو میں ان سے
اپنا دوسرا نام رکھوالوں گا" مرزا نوشہ نے کہا۔

"اچھا نوشہ جی! یہ بات ہے ——" بینا مسکرائی۔ اور ان سب کو ساتھ
لے کر اندر آگئی۔ فاروق بھائی اس کی باتیں سُن سُن کر مسکرا رہے تھے۔

"چاٹ کھاؤ گے بچو ——" بینا نے پوچھا۔

"نہیں ——" بچوں نے کہا۔

"کھالو تھوڑی سی۔ زیادہ نہیں بس ایک ایک چنا ایک ایک ٹکڑا آلو
——" بینا نے کہا۔ اور سچ مچ ہی کسی کے منہ میں ایک چنے کا دانہ ڈال دیا۔
کسی کے منہ میں آلو کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ڈال دیا۔ لیکن بچے اسی میں بہت
خوش تھے۔

اور پھر —— بینا پورے ایک ہفتے بعد پھوپھی اماں کے گھر سے وا
آئی۔ تو وسط نومبر کی شام دھندلا چکی تھی۔ فاروق بھائی تھوڑی دیر بع
واپس چلے گئے —— امّی ابّو چچا جان کے یہاں گئے ہوئے تھے۔ منصور اور عرفا
گھر میں نہیں تھے۔ سیما پڑوس میں اپنی سہیلی رفعت کے پاس گئی ہوئی تھی۔ او
زیبی باورچی خانے میں روٹیاں پکا رہی تھی۔ زیبی کا موڈ کافی آف تھا۔ بینا
دو ایک دفعہ اس سے بات کی۔ لیکن زیبی منہ پھلائے روٹیاں پکاتی رہی۔ فار
بھائی چلے گئے تو بینا پھر باورچی خانے میں آگئی۔

"یہ من بھر کا توبڑا کیوں سوجھا ہوا ہے —— ؟" بینا نے زیبی کے
قریب جا کر کہا۔

"تم سے کیا مطلب —— ؟" زیبی نے اکھڑ لہجے میں کہا۔

"بالکل مطلب ہے ہم سے —— !" بینا بھی اس سے کم نہ تھی۔
"خود تو آئے دن سیر سپاٹے کرتی رہو۔ اور میں کام کر کر کے مری جاؤں
!" زیبی ابرو چڑھا کر بولی۔
"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے پورے گھر کا کام تم نے سنبھال رکھا ہے —— !"
دیگچی کا ڈھکن کھول کر اس میں جھانکتے ہوئے کہا۔
"پورے گھر کا نہ سہی۔ پھر بھی تم چلی جاتی ہو۔ تو تمہارے حصّے کا کام بھی مجھے
ہے —— !" زیبی نے روٹی توے پر ڈالتے ہوئے کہا۔
تو کون سی آفت ٹوٹ پڑتی ہے —— ؟" بینا نے کہا۔
خود کرنا پڑے۔ تو معلوم ہو —— !" زیبی کا غصّہ کچھ اور بڑھ گیا۔
ہاں جیسے میں تو کبھی کام کرتی ہی نہیں —— !" بینا نے بجھی ہوئی ماچس کی
پتیلی کے ڈھکن پر لکیریں کھینچتے ہوئے کہا۔
"میرے حصّے کا کام تو تمہیں کبھی نہیں کرنا پڑتا۔ میں جاتی ہی کہاں ہوں۔"
نے روٹی سینکتے ہوئے کہا۔
"اب تم نہیں جاتیں تو اس میں میرا کیا قصور —— ؟" بینا لاپرواہی سے
زیبی خاموش رہی۔
"اپنا تو بھئی ایسا ہی ہے۔ ماشاء اللہ حلقۂ احباب اس قدر وسیع ہے کہ
دن کہیں نہ کہیں جانا نکل آتا ہے —— !" بینا نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ زیبی
مسکراہٹ نہ روک سکی۔ زیبی کو مسکراتے دیکھ کر بینا کچھ اور شیر ہو گئی۔
"لاؤ، باقی روٹیاں میں پکا دوں —— !" بینا نے کہا۔

"رہنے دو۔ لیو لگا کے شہیدوں میں داخل ہونے کی ضرور

——! زیبی نے کہا۔

"کیا مطلب ——؟" بینا انجان بن کر بولی۔

"مطلب یہ کہ دو چار روٹیاں رہ گئی ہیں —— جہاں میں نے پکائی ہیں۔ یہ بھی پکالوں گی ——" زیبی نے کہا۔

"مرضی ہے تمہاری ہم تو تمہارا ہاتھ بٹانا چاہ رہے ہیں تم خود ہی ——!" بینا مسکرائی۔

"بس رہنے دو اپنی فیاضی ——!" زیبی ناک سکوڑ کر بولی۔

"اس موقع پر فیاضی کا لفظ آ ہی نہیں سکتا۔ تم بالکل غلط اُرد ہو ——!" بینا نے کہا۔ زیبی خاموش رہی۔ "تمہیں معلوم ہے۔ خلیل جبـ فیاضی، کے متعلق کیا کہا ہے ——؟" بینا نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا

"ایسی باتیں تم ہی یاد رکھتی ہو ——!" زیبی بیزاری سے بولی۔

"ہاں بالکل!" اُس نے کہا کہ فیاضی یا سخاوت یہ نہیں ہے کہ تم دو جس کی میرے مقابلے میں چنداں ضرورت نہیں۔ بلکہ فیاضی یہ ہے دو۔ جس کی تمہیں مجھ سے زیادہ ضرورت ہے۔"

"میرا دماغ مت چاٹو ——!" زیبی جھنجھلا گئی۔

"اچھا جاؤ تم کہتی ہو تو نہیں چاٹتے ——!" بینا نے فراخ دلی کا مظا باورچی خانے سے نکل کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کون ویرانے میں دیکھے گا بہار ٭ پھول جنگل میں کھلیں کس

بینا سہگل کی گائی ہوئی غزل گنگناتی ہوئی دریچے کے قریب چلی گئی دریچے ے پر دونوں کہنیاں ٹیک کر وہ باہر دیکھنے لگی۔ وسط نومبر کی ڈھلتی ہوئی ن اُداس تھی؟ مغرب کی جانب آسمان پر دھندلکا سا چھایا ہوا تھا۔ سورج ب سسک کر دم توڑ رہا تھا۔ سامنے میدان میں بالکل سناٹا تھا۔ بس دو راہ گیر تیز تیز قدموں سے چپ چاپ چلے جا رہے تھے۔ حدِ نظر تک بکھری ماک کے بے زبان ذرّے دم توڑتے ہوئے سورج کی زرد بیمار کرنوں ملا گئے تھے۔ میدان کے اُس پار سڑک پر زندگی جوان تھی۔ رکشے۔ ٹیکسیاں ریاں اُداس شام کے سناٹوں کا سینہ چیرتی ہوئی اپنی اپنی منزلوں کی طرف تھیں۔ قبرستان میں ایک پراسرار سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ چھوٹی بڑی اُداس شام کے کہر آلود دھندلکوں میں ہر لمحہ ڈوبتی ہی جا رہی تھیں۔ سامنے والی بڑی سرخ پھولوں کی بیل جھک آئی تھی۔ قبرستان کے باہر لگے ہوئے پیپل اور ر کے درخت سر جھکائے کھڑے تھے۔ اور زندگی کے لمحات بڑی آہستگی خاموشی سے وقت کے صحرا میں گم ہو رہے تھے۔ بینا کو اپنی نس نس میں انجانے درد کی روانی کا احساس ہوا۔ یوں —— جیسے —— خزاں رسیدہ درختوں ے جھڑے ہوئے زرد سوکھے پتوں میں ایک دردِ تپاں سمو گیا ہو۔

شاید ہم انسانوں کی زندگی میں اس سے بڑا المیہ کوئی نہیں کہ ہم اپنی رگانی کے لمحات کو ظالم وقت کے ہاتھوں سے چھین کر کہیں۔ کسی کو شے نہیں چھپا سکتے ——! زندگی کے گزرتے ہوئے لمحات سے جدائی کا احساس ناجان لیوا اور دکھ آمیز ہوتا ہے ——؟ وہ لمحات —— جو انسان کے ہاتھوں

سے دامن چھڑا کر چپ چاپ پیچھے دھندلکوں میں سرک جاتے ہیں۔ ہم ا
کیوں نہیں بلا سکتے —— ؟ کیوں نہیں بلا سکتے —— ؟ یہ کتنا بڑا ا
انسانوں کے ساتھ —— ؟ بینا نے انتہائی دکھ سے سوچا۔ اور در
ہٹ گئی۔ بک شیلف میں سے ضیا جالندھری کی ...."سرِ شام" نکال کر
گئی بے شمار صفحات پلٹ کر وہ "زمستان کی شام" پڑھنے لگی۔

ہوا کی موجوں میں خشک پتے بھی ایک نغمے میں کھو گئے تھے

چلے خشک پتے چلے

ہواؤں کے ہمراہ خانہ بدوش

ان اجڑے ہوئے گلستاں سے

درختوں کے ان سائبانوں سے

چلا کارواں اپنے ماضی سے

بہار ایک حسین دوشیزہ جس کے نورس بدن میں موج طرب ر
حسین دوشیزہ اب کہاں جا کے کھو گئی تھی۔
خزاں کے لمحوں میں اس کی دوری عزیز تر کر رہی تھی۔ اس کو خزا
سنگ دل مغنی کی طرح بیتے دلوں کے افسانے چھیڑتی تھی۔

بس ایک آواز تھی کہ ہر سو ابھر رہی تھی۔

چمن چمن جل اٹھیں بہاریں"

بینا نے ایک دکھ کے سے عالم میں ان سطروں کو پڑھا۔ اور کرسی کی
سے سر ٹکائے کچھ سوچنے لگی۔

تبھی باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔
"جانے کون آیا ہے —— ؟" بینا نے اداسی سے سوچا۔
ڈوبتی ہوئی شام کے سوگوار لمحوں نے اس کے دل و دماغ پر معلوم نہیں
ڈالا تھا۔ کہ وہ اداس ہو کر رہ گئی تھی۔ اس وقت وہ کسی سے بھی بات نہیں
چاہتی تھی۔ کون آیا ہے —— ؟
اس نے اٹھ کر دیکھنے کی بالکل کوشش نہیں کی۔ اسی طرح بیٹھی رہی۔ چند
بعد عاصم اندر آ گئے۔ بینا کھوئی کھوئی نظروں سے ان کی طرف دیکھتی رہی۔
د منٹ اس کی طرف دیکھتے رہے وہ منتظر تھے۔ کہ بینا کچھ کہے گی ——
یں کیا معلوم تھا۔ کہ وقت اور موسم کی اداسیوں سے متاثر ہو کر بینا کی
ں وقت دکھ کے گہرے بھیانک غاروں میں بھٹک رہی تھی —— ؟ عاصم کی
یں تو بینا کا صرف ایک ہی روپ تھا —— ایک خبطی کریک سی لڑکی ——
زبان کسی وقت بھی قابو میں نہیں رہتی تھی —— انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ وہ
خوش دل سے قہقہے لگاتی تھی۔ اور اپنی اوٹ پٹانگ باتوں سے سب
ے پر مجبور کر دیا کرتی تھی۔ اس کا دل کتنا حساس تھا —— ؟ اکثر معمولی سے
بات پر بھی اس کا دل اداسیوں کے گہرے سمندروں میں ڈوب جاتا تھا
ات بہت کم لوگ جانتے تھے —— ! کسی کی روح کی گہرائیوں میں جھانکنے
شش بھلا کون کرتا ہے —— ؟ کب کرتا ہے —— ؟ اور عاصم بھی اب
بینا کو نہیں سمجھ سکے تھے۔ وہ گہری نگاہوں سے بینا کی طرف دیکھ رہے تھے
بینا ان کی موجودگی کو نظر انداز کر کے چپ چاپ بیٹھی تھی۔ پھر عاصم اس کے

سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ بینا نے پلکیں جھپکا کر ان کی طرف دیکھا
میز پر رکھ دی۔

"بینا ـــــ!" عاصم کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

"جی ـــ:" بینا کی آواز مدھم تھی۔

"کیا بات ہے ـــــ؟" عاصم نے اس کی جھکی ہوئی پلکوں کو

"کچھ نہیں ـــ!" بینا نے آہستہ سے کہا۔

"پھر یہ خاموشی کیسی ـــــ؟" عاصم کو اس کی خاموشی ذرا بھی
لگ رہی تھی۔

"دل ہی تو ہے ـــ نہیں چاہتا اس وقت بولنے کو ـــ!" بینا
سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن مجھے یہ سب کچھ بالکل اچھا نہیں لگ رہا ـــ!" دل کی
پر آگئی۔

"نہ سہی ـــ یہاں کسے پرواہ ہے ـــ؟" بینا نے بے نیا

"بینا ـــ!" عاصم کو اس کی بے حسی پر غصہ آگیا۔

"فرمائیے ـــ!" بینا نے بڑی شرافت سے کہا۔

"کچھ نہیں ـــ!" عاصم ناراض ہو گئے تھے۔

"بہت بہتر ـــ!" بینا مسکرائی۔

کئی منٹ گذر گئے۔ بینا بھی چپ رہی اور عاصم بھی خاموش
شام گہرے اور اندھیرے کے بادلوں میں ڈوب چکی تھی۔ شب کے

بکھر گئے تھے۔ سرما کا زرد بیمار چاند سفید بادلوں کی اوٹ سے اُداس
ل رہا تھا ـــــ اور بینا کے کمرے میں اندھیرے چپ چاپ ہی سرک
ن بینا کے ذہن میں یہ خیال تک نہ آیا۔ کہ ان اندھیروں کو اجالوں میں بھی
یا جا سکتا ہے۔ پھر عاصم نے اُٹھ کر لائٹ جلا دی۔ اور دوبارہ اس کے
کر بیٹھ گئے۔ بینا نے عاصم کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں شام کی جھلملاتی
غوانی سی روشنیاں تھیں۔

"تمہیں میری موجودگی ناگوار گزر رہی ہے ـــ؟" عاصم نے بینا کی طرف

"ہو سکتا ہے ـــ!" بینا نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں چلا جاؤں ـــ!" عاصم نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اچھی بات ہے ـــ!" عاصم جانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"خدا حافظ ـــ!" بینا نے اطمینان سے کہا۔ عاصم کمرے سے نکل گئے۔
یبی مل گئی۔

"جا رہے ہیں عاصم بھائی ـــ؟" زیبی نے پوچھا۔

"ہاں زیب ـــ!" عاصم نے کہا۔

"کھانا کھا کے جائیے گا ـــ!" زیبی نے کہا۔

"نہیں ـــ پھر کبھی سہی ـــ!" عاصم کی آنکھیں سوچوں میں ڈوبی ہوئی

"نہیں ـــ میں آپ کو جانے ہی نہیں دوں گی ـــ یہ بھی کوئی بات ہے۔

—— ؟" زیبی نے اپنائیت سے کہا۔

"اس وقت مت رد کو زیبی —— !" عاصم کے لہجے کی اداسی باو
کے چھپی نہ رہ سکی۔

"کیوں —— ؟ آپی نے کچھ کہا —— ؟" زیبی نے پوچھا۔

"نہیں —— !" عاصم زبردستی مسکرا دیئے۔

"بس تو پھر آپ نہیں جا سکتے —— امی بھی آنے ہی ہوں گی ؟" زیبی
اور اصرار کرکے عاصم کو روک لیا۔

لیکن عاصم نے بینا سے بات نہیں کی —— زیبی کے ساتھ بیٹھے
رہے —— بینا نے بھی ان سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بستر پر
تھاکھڑ سے ضیا جالندھری کی "سرِ شام" لئے اور کئی دفعہ کی پڑھی ہوئی ن
اسے ازبر ہو چکی تھیں۔ پڑھتی رہی۔

اُن دنوں یونیورسٹی میں الیکشن ہونے والے تھے۔ صدارت کے
کے لیئے کھڑے ہونے والے امیدواروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا
این۔ ایس۔ ایف کاظمی گروپ۔ این۔ ایس۔ ایف۔ رشید گروپ۔ مسلم
فیڈریشن اور اسلامی جمعیت طلباء اپنے اپنے امیدواروں کی کنویسنگ
زور و شور سے کر رہے تھے۔ دھواں دھار تقریریں ہو رہی تھیں۔ بڑی
ہو رہی تھیں۔ راتوں کو جاگ جاگ کر اپنے امیدواروں کے لیے خوشنما
کیئے جا رہے تھے۔ اور الیکشن لڑنے والے اُمیدوار اپنے آپ کو مہذب
ظاہر کرنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ ان دنوں ان پر

مروّت، رحم دل، ہمدردی، کسرِ نفسی اور شرافت کے جذبات جیسے کوٹ کوٹ کر بھر دیئے
گئے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ کتنے عرصے کے لیئے تھا —— ؟ محض الیکشن لڑنے سے
الیکشن جیت جانے، یا ہار جانے کے درمیانی وقفے کے لیئے!

اُن دنوں یونیورسٹی میں راستہ چلنا بھی دشوار تھا۔ دو قدم چلے نہیں کہ
ایک امیدوار اپنے حامیوں موالیوں کے ساتھ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔
اور اپنی باتوں سے متاثر کرنے کی پوری پوری کوشش شروع کر دی۔
بینا کی دل مراد بر آئی تھی۔ اس کے پاس جو بھی آیا۔ اس کی شامت آئے بغیر
نہیں رہ سکی تھی۔ وکیلوں کی طرح جرح کر کے وہ ان کو لاجواب کر دیتی تھی۔ اس روز
بھی بینا اپنے گروپ کے ساتھ کوریڈور سے گزر رہی تھی۔ تو سامنے سے لڑکوں
کا ایک گروپ آتا ہوا نظر آگیا۔

"آ گئی شامت —— ؟" فوزیہ نے کہا۔

"جلدی بھاگو —— !" ریحانہ نے کہا۔

"کیوں —— ؟ بھاگنے کی کیا ضرورت ہے —— ؟" بینا نے پوچھا۔

"دیکھ نہیں رہیں سامنے —— !" نائلہ نے کہا۔

"بالکل دیکھ رہی ہوں —— !" بینا نے اطمینان سے کہا۔

"پھر —— ؟" فرزانہ نے کہا۔

"پھر یہ کہ آنے دو میدان میں۔ ڈٹ کر مقابلہ کریں گے —— !" بینا مسکرائی۔

اس وقت تک وہ لوگ قریب آچکے تھے۔

"سنیئے —— !" ان میں سے ایک نے کہا۔

"سنائیے ——!" بینا نے کہا۔ وہ لڑکا کچھ جھینپ گیا۔

"یہ فراز احمد ہیں۔ صدر کے عہدے کے لئے ہمارے امیدوار ——!" دوسرے لڑکے نے کہا۔

اور فراز احمد نے آہستہ سے سر کو خم دیا۔

"بڑی خوشی کی بات ہے ——" بینا نے کہا۔

"آپ اگر ان سے کچھ سوالات کرنا چاہیں۔ تو ——!"

"جی۔ بالکل، آپ کیا سمجھتے ہیں۔ ہم یونہیں چھوڑ دیں گے ان کو ——!" بینا نے اس کی بات کاٹی۔

"ہاں ہاں ضرور پوچھئے ——!" فراز احمد ایک قدم اور آگے بڑھ گئے

"سب سے پہلے تو یہ بتایئے۔ کہ آپ کا تعلق کس جماعت سے ہے ——" بینا نے پوچھا۔

"میرا تعلق این۔ ایس۔ ایف سے ہے۔ ——!" فراز احمد نے کہا۔

"دوسرا سوال۔ وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی بنا پر آپ نے اس جماعت میں شمولیت کی ——" بینا نے ثقیل اُردو بولنا شروع کر دی۔ سب لڑکے مسکرانے لگے۔

"آپ کا تعلق شعبۂ اُردو سے تو نہیں ہے ——!" ایک صاحب بولے۔

"میرا تعلق کسی بھی شعبے سے ہو۔ اس سے آپ کو غرض نہیں ہونی چاہئے۔" بینا نے کہا۔

"کیوں محترمہ ——!" دوسرے صاحب نے پوچھا۔

"اس لئے کہ اس وقت آپ میرا انٹرویو لینے نہیں آئے۔ بلکہ آپ کا امیدوار ہمارے پاس انٹرویو دینے آیا ہے ——!" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے ——!" سب اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔

کافی دیر تک بینا ان سے سوال کر کر کے ان کو پریشان کرتی رہی۔ آخر کار اُسے ان پر رحم آ گیا۔ مسکراتے ہوئے بولی "اچھا صاحب جایئے ہم غور کریں گے آپ کے بارے میں۔ ——"

"بہت بہت شکریہ ——!" فراز کے ساتھیوں نے کہا۔

"نوازش ——" بینا نے کہا۔ اور اپنے گروپ کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"تم لوگ بھی تو کچھ بولا کرو۔ گونگے کا گڑ کھا کے کیوں کھڑی ہو جاتی ہو ——؟" بینا نے چلتے ہوئے کہا۔

"ہمارے حصے کا بھی تم ہی بول لیتی ہو۔ تو ہمیں کیا ضرورت ہے ——؟" فوزیہ نے کہا۔

"ہاں —— اور کیا۔ فوزیہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے ——!" نائلہ نے کہا۔

"کیا ——؟" سب نے بیک وقت پوچھا۔

"یہی کہ تم نائلہ ——! اپنے نالائق محمود سے کہہ دو۔ کہ غلام ربانی کی کنویسنگ نہ کرے ——!" بینا نے نائلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں ——؟" نائلہ نے پوچھا۔

"وہ بھی کوئی آدمی ہے ——؟" بینا نے کہا

"نہیں جانور نظر آتا ہے وہ ۔۔۔؟" نائلہ نے پوچھا۔

"اگر جانور نہیں۔ تو آدمی اور جانور کے درمیان کی کوئی چیز ہے۔" بینا مسکرائی۔

"کوئی بات بھی ہو ۔۔۔! بلاوجہ اس کے پیچھے پڑ گئیں ۔۔۔" فوزیہ نے حمایت

"تم لوگوں کو معلوم نہیں اس میں کیا نظر آتا ہے ۔۔۔؟ مجھے تو قطعی وہ اس قابل نہیں نظر آتا۔ کہ اسے اتنی بڑی جامعہ کی یونین کا صدر بنایا جائے ۔۔۔" بینا نے کہا۔

"تم معلوم نہیں کیا چاہتی ہو ۔۔۔؟ نہیں اب تک کوئی امیدوار پسند ہی نہیں آیا ۔۔۔!" ریحانہ نے کہا۔

"اتنی جلدی کیا ہے ۔۔۔؟ ابھی ٹھیک سے سب کا مشاہدہ تو کرنے دو۔" بینا نے کہا۔ باتیں کرتی ہوئی وہ لوگ ایڈمنسٹریٹو بلاک کے قریب پہنچ چکی تھیں۔ سامنے سے کوئی دوسرا گروپ چلا آرہا تھا ۔۔۔ بینا اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"السلام علیکم!" لڑکے قریب آکر بولے۔

"وعلیکم السلام!" بینا اور اس کی ساتھیوں نے کہا۔

"دیکھئے یہ ہمارے امیدوار ہیں فہیم اکبر، صدر کے عہدے کے لئے الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں ۔۔۔!" فہیم اکبر کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا۔

"مجھے فہیم اکبر کہتے ہیں ۔۔۔!" فہیم اکبر نے بڑی متانت سے کہا۔

"اچھا ۔۔۔!" نائلہ نے کہا۔

"اگر آپ لوگوں کی کچھ پرابلمز ہوں تو بتائیے۔ آپ لوگوں نے ہمیں خدمت

موقع دیا۔ تو انشاء اللہ ساری پرابلمز حل کرنے کی کوشش کریں گے۔" فہیم اکبر نے کہا۔

"اجی صاحب! کوئی ایک دو پرابلمز ہوں تو بتائی جائیں ۔۔۔!" ریحانہ بولی۔

"پھر بھی ۔۔۔ کچھ تو ارشاد فرمائیے ۔۔۔!" فہیم کا ایک ساتھی بولا۔

"ہمیں لائبریری سے کتابیں نہیں ملتیں ۔۔۔!" فرزانہ نے کہا۔

"جی ہاں ہم اس مسئلے کو حل کرنے کی پوری کوشش کریں گے" فہیم نے کہا۔

"اور کچھ ۔۔۔!" فہیم کے دوسرے ساتھی نے کہا۔

"اور یہ کہ ہمیں لائبریری کے اوپر چڑھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ لفٹ لگوا دیجئے ۔۔۔!" نائلہ نے کہا۔

"انشاء اللہ ہم وائس چانسلر صاحب سے اس مسئلے پر بھی بات کریں گے۔!" فہیم نے کہا۔

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں۔ جیسے آپ صدر منتخب ہو گئے ہیں ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"بس جناب۔! آپ لوگوں کا تعاون چاہیئے۔ انشاء اللہ وہ دن بھی آجائے گا۔"

"اچھی بات ہے ۔۔۔!" فرزانہ نے انہیں ٹالنے کے لئے کہا۔

"پھر ہم امید رکھیں ۔۔۔؟" فہیم کے ساتھیوں نے پوچھا۔

"امید پر ہی تو دنیا قائم ہے ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"جی ہاں۔ بجا ارشاد فرمایا ۔۔۔!" فہیم کے ساتھیوں نے دانت نکال کر خوش ملاقی کا مظاہرہ کیا۔ اور آگے بڑھ گئے۔

پھر وہ لوگ کچھ ہی آگے بڑھی تھیں۔ کہ سامنے سے تیسرا گروپ آگیا۔ اور "
انور کی چٹ تھما دی۔ جنرل سکریٹری کے لئے سجّاد انور کو یاد رکھئے ——
ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ میں سے سجّاد انور ہے کون —— ؟" نائلہ نے پوچھا۔

"جی۔ ہم میں سے کوئی بھی سجّاد انور نہیں ہے۔ وہ سائنس فیکلٹی کی طرف
گئے ہوئے ہیں —— !"

"بغیر اُن کا انٹرویو لئے ہم لوگوں میں سے کوئی بھی انہیں ووٹ نہیں دے گی"
بینا نے کہا۔

"اچھی بات ہے ہم کسی وقت انہیں بھی ساتھ لے کر آئیں گے —— !"

"بہت بہتر —— !" ریحانہ نے کہا۔

"خدا حافظ —— !" بینا نے کہا۔

اور لائبریری کی سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔

"ذرا سُنئے۔ پلیز —— !" پیچھے سے آواز آئی۔

"فرمائیے —— !" وہ سب کی سب یک زبان بولیں۔

"یہ ہمارے امیدوار ہیں جوائنٹ سکریٹری کی پوسٹ کے لئے۔"

"جناب کا اسم گرامی —— ؟" بینا نے پوچھا۔

"سلطان قمر —— !" بڑے ادب سے جواب دیا گیا۔

"اچھّا —— !" نائلہ نے کہا۔

"اگر آپ سے چند سوالات کئے جائیں۔ تو ان کا جواب دیں گے ——

بینا نے پوچھا۔

"جی یقیناً۔ آپ جو سوالات چاہیں پوچھیں —— !" سلطان قمر صاحب بولے۔

"جو چاہیں —— !" ریحانہ نے "جو" کو کھینچتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، بالکل —— !" سلطان قمر نے کہا۔

"پوچھو —— بینا —— !" فوزیہ مسکرائی۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں روسو کی تصنیف کا کیا نام تھا —— ؟" بینا نے پوچھا۔

"جی —— !" سلطان قمر گڑبڑا گیا۔

"نہیں معلوم۔ جانے دیجئے —— یہ بتایئے کہ علامہ اقبالؒ نے اپنی وفات
سے چند منٹ قبل کون سا قطعہ کہا تھا —— ؟" بینا نے پوچھا۔

"جی وہ —— !" سلطان قمر سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"نہیں معلوم —— مجھ سے سُنئے ——

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

بینا نے کہا۔

"بھئی آپ تو ادب کے موضوع پر سوال کر رہی ہیں —— ؟" سلطان
کے ایک دوست نے کہا۔

"آپ لوگوں کو ادب سے ازلی بیر ہے —— ؟" بینا نے کہا۔

"جی نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے —" سلطان قمر مسکرایا۔

"اچھا چھوڑیئے۔ مذہبی موضوع پر بات کیجئے —" نائلہ نے کہا۔

"ہوں — یہ بتایئے کہ سورہ حدید کلام پاک کے کون سے پارے میں ہے؟"
بینا نے پوچھا۔

سلطان اور اس کے ساتھی بینا کا منہ تک رہے تھے۔ "آپ کو تو کچھ بھی نہیں
معلوم۔ ستائیسویں پارے میں ہے۔" بینا نے کہا۔

"اچھا سیاسی موضوع پر بات کیجئے —" بینا نے کہا۔

"فرمایئے —" سلطان نے کہا۔

"یہ بتایئے کہ سینٹ ہیلنا کے جزیرے میں کون سے مشہور تاریخی جرنیل
کی وفات ہوئی —؟" بینا نے پوچھا۔

سلطان اور اس کے ساتھیوں نے ذہن پر بہت زور دیا لیکن کچھ بھی یاد نہ
آسکا۔

"کمال ہے صاحب — آپ نپولین جیسی شخصیت کو بھول گئے —"
بینا نے بڑے افسوس سے کہا۔

"اچھا یہ بتایئے کہ یہ قول کس مفکر کا ہے —؟ کسی کو اپنی تعریف و تحسین
پر مجبور کر دینے کا واحد طریقہ یہی ہے۔ کہ آپ اچھے کام کریں۔" بینا اُن کا امتحان لینے
پر تُلی ہوئی تھی۔

کوئی جواب نہیں دے سکا۔

"والٹیئر کا نام لے لینے میں کیا حرج تھا بھلا —؟" بینا نے بڑی سنجیدگی سے

دیکھئے آپ کے ان سوالات کا الیکشن سے تو کوئی تعلق نہیں ہے —" ا
ن کے ایک دوست نے کہا۔

"ہم یہ سب کچھ نہیں جانتے۔ خود آپ نے اپنی زبان سے کہا کہ ہم جو چاہیں
ت کر سکتے ہیں —" فوزیہ نے کہا۔

"غلطی ہو گئی تھی بھئی معافی چاہتے ہیں —" سلطان نے کہا

"اب تو اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا — ! یہ بتایئے آپ کو کہاوتیں یاد
—؟" بینا نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کچھ یاد تو ہیں —" سلطان نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا بتایئے یہ کس زبان کی کہاوت ہے —؟ زبان کی قلم استعمال کرنے
پہلے اسے اپنے دل کی سیاہی میں ڈبو لینا ضروری ہے۔" بینا نے پوچھا۔

"بہت مشکل ہے —" سلطان نے سر کھجایا۔

"ارے صاحب اطالوی زبان کی کہاوت ہے۔ آپ کو تو کچھ بھی نہیں معلوم
آپ کھڑے کیوں ہو گئے الیکشن میں —؟" بینا سچ مچ جھنجھلا گئی۔

"شاید ہی ہم لوگ آپ کو ووٹ دیں —" ریحانہ نے کہا۔

"نہیں بھئی۔ اتنا ظلم مت کیجئے ہمارے اوپر۔ آپ تو پورے پانچ ووٹ کم کر
ہیں ہمارے —" سلطان نے کہا۔

"اچھا غور کریں گے —" بینا سب کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"توبہ الٰہی — یہ لڑکی ہے یا چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا" سلطان کے ایک
تھی نے بینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی۔ بہت وقت ضائع کیا ہے اس نے ۔۔۔! دوسرے نے
"مگر یار! یہ ماننا پڑے گا۔ باتیں بہت دلچسپ کر رہی تھی۔" تیسر
جو بینا سے بہت زیادہ مرعوب ہو گیا تھا۔

"ہاں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ۔۔۔!" چوتھے نے کہا۔ اور وہ ر
میں داخل ہوتی ہوئی بینا کی طرف دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

الیکشن ہوا۔ اور آخری دن کے بے پناہ ہنگاموں کے بعد سکو
ہو گیا۔ فراز احمد یونین کا صدر، منصور انصاری جنرل سکریٹری اور ریاض احم
سکریٹری مقرر ہو گئے۔ لیکن ۔۔۔ الیکشن کے ان ہنگاموں میں بہت سے
اور لڑکیاں ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ مختصر سی ملاقاتیں طویل ہوتیں ا
طویل تر ہوتی گئیں ۔۔۔ اور پھر ۔۔۔ یوں ہوا کہ آرٹس اور سائنس فیکلٹی
بہت سے لڑکے بینا سے بات کرنے کے خواہشمند نظر آنے لگے ۔۔۔ ایک
بینا سے بات کی۔ تو دل میں اس خواہش نے چپکے سے جنم لیا۔ کہ وہ دوبارہ ا
سے بات کریں ۔۔۔ اور ہر دفعہ بات کرنے کے بعد یہ خواہش بڑھتی ہی گ
میں سے کچھ لڑکے تو وہ تھے جنہیں اس کی دلچسپ باتیں بہت پسند تھیں
وہ تھے جنہیں اس کا معصومیت سے باتیں کرنے کا انداز پسند تھا۔ کچھ ا
ذہانت کے قائل تھے۔ اور کچھ لوگوں کو اس کی خود اعتمادی سے باتیں کرنے
بہت پسند تھا ۔۔۔!

دور سے دیکھنے والے اسے محض ایک عام سی لڑکی سمجھتے تھے۔ لیکن
اس سے ایک دفعہ بات کرنے کا موقعہ ملتا تھا تو دوبارہ اس سے ملنے کے متم

رہتے تھے۔ چند اور ملاقاتوں میں اس کی شخصیت کے جوہر کھل کر سامنے آجاتے
تھے۔ اور ہر شخص کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔ کہ بینا عام لڑکیوں سے مختلف
تھی ۔۔۔ بہت مختلف ۔۔۔! اس کی شخصیت میں ایک انفرادیت تھی۔ جو دوسروں
کو مرعوب کرتی تھی۔ وہ وقت اور ماحول کے مطابق اپنے آپ کو بڑی آسانی سے
ڈھال لیتی تھی۔ سنجیدگی اور شوخی۔ بذلہ سنجی اور بردباری۔ وقار اور معصومیت
کے متضاد اجزا۔ اس کی شخصیت میں کچھ اس طرح سموئے ہوئے تھے۔ کہ ہر شخص
حیران رہ جاتا تھا۔ کیا کوئی لڑکی اتنی متضاد طبیعتوں کی مالک بھی ہو سکتی ہے ۔۔۔؟
وہ حیران ہو کر سوچتے۔ اور سوچنے والے ذہن بینا کی شخصیت میں الجھ کر رہ جاتے۔
بیجا شرم اور جھجک اس میں بالکل نہیں تھی۔ چاہے وہ کسی لڑکے سے پہلی دفعہ بھی بات
کرتی۔ اس کے انداز میں اتنی خود اعتمادی ہوتی۔ کہ اس سے بات کرنے والا سراہے
بغیر نہ رہتا۔ لڑکوں کے بڑے سے بڑے ہجوم کے درمیان سے وہ بڑی خود اعتمادی
کے ساتھ سر اٹھا کر چلتی۔ کہ بیشتر لڑکیاں اس پر رشک کئے بغیر نہ رہ سکتیں۔ اس نے
کبھی کامن روم سے کلاس روم تک جانے یا کلاس روم سے لائبریری تک جانیکے
لئے کسی لڑکی کا سہارا حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی ۔۔۔ گروپ کی لڑکیاں
ساتھ نہ ہوتیں۔ لیکن پھر بھی وہ تنہا بڑی خود اعتماد کے ساتھ ہر راہ سے گذر جاتی
۔۔۔! اور سب سوچتے رہ جاتے کہ اتنی کم عمری میں اس کے کردار میں اتنی پختگی
کیسے آگئی ۔۔۔؟

❖

لمحات رک رک کے سرکتے رہے اور کائنات رنگ بدلتی رہی۔ خز
رسیدہ ویران دوپہریں آ کے ڈھل گئیں درختوں سے بچھڑے ہوئے زرد سو
پتّے ہوا کی لہروں پر اُڑتے ہوئے جانے کن سمتوں میں جاکر خاک بسر ہوگئے۔
ویران دوپہریں چپ چاپ آگے بڑھتی ہوئی شاموں کے کہر آلود سرمئی دھندلکو
میں کھو گئیں۔ چمپا کے زرد پھول خاک آلود فرش پر بکھرے ہوئے آسمان کی بے
وسعتوں کو تکتے رہے۔ چنبیلی۔ ختبو اور موگرے کی منہ بند کلیاں بن کھلے ہی مُرجھا
خنک شامیں ذات کی تاریکیوں میں تحلیل ہوگئیں۔ اور رات کی خاموش تاریکیا
کے اجالوں میں مدغم ہوگئیں۔ نومبر اور دسمبر کی چاندنی راتیں جنوری کی سرد یخ
راتوں کی آغوش میں سوگئیں۔ اور ——— وقت کچھ اور آگے بڑھ گیا۔!

اُن دنوں یونیورسٹی میں پڑھائی بڑے زور و شور سے ہو رہی تھی۔ آئے

ئی نہ کوئی ٹیسٹ ہوجاتا تھا۔ ٹیسٹوں کی یہ بھرمار دیکھ کر بینا نے بھی کورس کی
ابوں کی طرف توجّہ دی ورنہ اسے تو "یادیں" "فروزاں" "تلخیاں" "گیتانجلی" "زندان
نہ" اور منزلِ شب جیسی کتابیں پڑھنے سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی ——— یونیورسٹی
ئبریری میں بھی وہ بیٹھی رسالے پڑھتی ہوئی دیکھی جاتی تھی۔ لیکن اب اسے مجبوراً
نجیدہ ہونا پڑ رہا تھا۔ اس کے گروپ کی سبھی لڑکیوں نے پڑھنے کا موڈ بنالیا تھا خود
س کے گھر میں زیبی۔ منصور اور عرفان رات کو کافی دیر تک پڑھتے تھے۔ پڑھتی تو
نا بھی تھی۔ لیکن لحاف میں دبک کر۔

"آگ کا دریا" "میرے بھی صنم خانے" "شکست" "بوڑھا اور سمندر" "اور
نگل روتے ہیں" جیسی کتابیں پڑھنے میں اسے زیادہ لطف آتا تھا۔ کورس کی
ابوں کو سارا سال کون چاٹے ——— ؟ بینا سوچتی۔

اتوار کا دِن تو یوں بھی مصروفیت کا ہوتا ہے۔ بینا کو اپنے کاموں سے
رصت ملی۔ تو رات تک کوئی نہ کوئی آتا ہی رہا۔ وہ چائے بنا بنا کر تھک گئی۔ تقریباً
ں بجے مہمانوں سے فرصت ملی۔ تو وہ وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی
ردی کے مارے جسم کپکپا رہا تھا۔ نماز پڑھ کر تو اُسے سونے کے سوا اور کچھ نہیں
وجھ رہا تھا۔ اس کا دِل چاہا کہ وہ ایک دم بستر میں گھس جائے۔ اور صبح تک ٹھاٹھ
ے سوتی رہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا ——— ؟ دوسرے روز ڈاکٹر سبحان کا ٹیسٹ
ھا۔ اور اس نے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا تھا ——— بینا نے جانماز رکھ کر بڑے
شک سے زیبی کی طرف دیکھا۔ زیبی میز پر جھکی ہوئی بڑی تندہی سے اپنا جرنل
نا رہی تھی۔

"کتنی رات تک پڑھو گی زیبی ۔۔۔؟" بینا نے اس کے قریب جاکر
"بہت کام ہے آپی ۔۔۔ بارہ بجے سے پہلے تو کسی طرح بھی نہیں ہو
زیبی نے سر اٹھائے بغیر کہا۔
"پڑھنا تو مجھے بھی ہے۔ کل ٹیسٹ ہے ۔۔۔!" بینا نے کہا۔
"تو پڑھو نا بیٹھ کے ۔۔۔! تمہیں تو بیکار کتابیں پڑھنے سے ہی فرص
نہیں ہے ۔۔۔!" زیبی نے کہا۔
"مگر زیبی مجھے تو نیند آرہی ہے ۔۔۔!" بینا نے بڑی بے بسی سے
"جب رسالے پڑھتی ہو۔ تب نیند نہیں آتی تمہیں ۔۔۔!" زیبی مسکرا
رسالے پڑھنے میں تو مزہ آتا ہے نا ۔۔۔!" بینا سنجیدگی سے بولی۔
"آپی، اب تم سچ مچ سیریس ہو جاؤ۔ آخر تمہارے ارادے کیا کیا ہیں
زیبی نے تشویش سے کہا۔
"ہاں۔ سوچ تو میں بھی رہی ہوں ۔۔۔!" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔
"بس سوچے جاؤ ۔۔۔!" زیبی نے کہا۔
"دیکھو بی زیبی ۔۔۔! مجھے زیادہ چڑھاؤ مت۔ اگر مجھے جوش آگیا تو
رات پڑھتی رہوں گی ۔۔۔!" بینا نے کہا۔
"چلو کسی بہانے تو پڑھو تم ۔۔۔!" زیبی نے کہا۔
"اچھی بات ہے ۔۔۔!" بینا سچ مچ ہی اپنی کتابیں کاپیاں بستر پر پھیلا کر بیٹھ
"بستر پر بیٹھ کر تو پڑھ چکیں تم ۔۔۔!" زیبی اس کی طرف دیکھ کر مسکرا
"کیوں ۔۔۔؟" بینا نے انجان بن کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی ہی دیر میں ہیں لحاف تان کے سو جاؤ گی ۔۔۔!" زیبی ہنسی
"اچھا۔ بابا لو ۔۔۔!" بینا کتابیں اٹھا کر کرسی پر آگئی۔
بمشکل تمام پندرہ منٹ تک بینا نے سنجیدگی سے پڑھا۔ پھر زیبی کی
دیکھ کر بولی۔
"زیب!"
"ہوں ۔۔۔؟" زیبی نے سر اٹھائے بغیر کہا۔
"نیند آرہی ہے ۔۔۔!" بینا نے کہا۔
"پھر ۔۔۔؟" زیبی بولی۔
"ایسا کرتے ہیں چائے بنا کر پی لیں۔ پھر آرام سے پڑھیں گے۔ بینا نے کہا۔
"جاؤ۔ بنا لاؤ ۔۔۔!" زیبی نے کہا۔
"تم بناؤ ۔۔۔!" بینا نے پلکیں جھپکائیں۔
"میں ایسی نہیں پالتی ۔۔۔!" زیبی مسکرائی۔
"پھر ہم بھی نہیں بنانے جاؤ۔!" بینا بچوں کی طرح بولی۔
"نہ سہی۔ مجھے تو چائے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہو رہی۔" زیبی نے کہا۔
"اچھی بات ہے۔ میں بنا لیتی ہوں۔ تمہیں ایک گھونٹ بھی نہیں دوں گی ۔۔۔!"
نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"مت دینا ۔۔۔!" زیبی نے لاپرواہی سے کہا۔
بینا نے بستر پر سے اپنی شال اٹھا کر لپیٹی۔ اور کمرے سے باہر نکل گئی۔
ڑی دیر بعد وہ چائے بنا کر بڑے اہتمام سے ٹرے میں چائے دانی اور دو پیالیا

رکھ کر لے آئی۔ زیبی نے کنکھیوں سے دیکھا اور مسکرا دی۔

بینا نے ایک پیالی میں صرف اپنے لئے چائے انڈیلی۔ اور پینے لگی۔

"کتنی چائے بنائی ہے آپی —؟" زیبی نے پوچھا

"چار پیالی —!" بینا نے چائے کا گھونٹ لے کر کہا۔

"اتنی چائے کس کے لئے —؟" زیبی نے پوچھا

"اپنے لئے —!" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"دو پیالیاں کس کے لئے ہیں —؟" زیبی مسکرائی۔

"اپنے لئے —!" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہونہہ مت زیادہ۔ ہم بھی پئیں گے —!" زیبی نے کیتلی پر سے ٹی کوزی کو اتارتے ہوئے کہا۔

"بڑی آئیں پینے والی —!" بینا نے کو کہا۔ تو صاف انکار کر دیا!" بینا کے ہاتھ سے کیتلی لے کر اپنے لئے دوسری پیالی چائے بناتے ہوئے کہا۔ بینا خاموش بیٹھی اس کی طرف دیکھتی رہی بینا نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا ہوئی۔ دوسری پیالی میں اس کے لئے چائے بنا دی۔

"لو۔ ڈھکوسو —!" "تم بھی کیا یاد کرو گی —؟" کس سخی سے پالا پڑا بینا نے چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھائی۔

"تم جیسے دو چار سخی اور پیدا ہو جائیں۔ تو حاتم کی گلی سڑی ہڈیاں میں فریاد کرنا شروع کر دیں —!" زیبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی۔

تقریباً آدھ گھنٹہ بینا نے چائے پینے میں صرف کیا۔ پھر کرسی کی پشت سے سر لگا کر گنگنانے لگی۔

لاکھوں تارے آسمان میں

ایک مگر ڈھونڈے نہ ملا

دیکھ کے دنیا کی دیوالی

دل میرا چپ چاپ جلے

"اسی لئے چائے پی تھی تم نے —؟" زیبی مسکرائی۔

"وہ میں ذرا پڑھنے کا موڈ بنا رہی تھی۔ —!" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"معلوم نہیں کب تمہارا موڈ بنے گا —؟" زیبی پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

بینا چند منٹ کچھ سوچتی رہی۔ پھر بڑی سنجیدگی سے کتاب پر جھک گئی۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک دونوں چپ چاپ پڑھتی رہیں۔ پھر زیبی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے تو نیند آ رہی ہے بھئی۔ —!" زیبی نے صبح کے لئے اپنی کتابیں ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا —!" بینا نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"تم کب تک پڑھو گی —؟" زیبی نے ایک طویل جمائی لی۔

"کچھ کہہ نہیں سکتی۔ ہو سکتا ہے۔ ابھی پانچ منٹ بعد ہی بستر میں گھس جاؤں" بینا نے کہا۔

"آج تو تم نے کمال ہی کر دیا ——" زیبی مسکرائی۔

"ہاں۔ کبھی کبھی میں ایسے کمالات دکھا دیا کرتی ہوں ——" بینا نے بڑی
سے کہا۔ زیبی ہنس دی۔

"اچھا شب بخیر ——" زیبی نے اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم شب بخیر ——" بینا نے لٹھ سا مار دیا۔ زیبی نے لحاف گرد
کھینچ لیا۔ اور چند ہی منٹ بعد وہ خوابوں کے البیلے جزیروں میں بھٹکنے لگی۔
اسی طرح سنجیدگی سے پڑھتی رہی۔ اور سرما کی طویل پراسرار رات آہستہ آہستہ
رہی۔ ڈرائنگ روم میں لگے ہوئے دیوار گیر کلاک نے رات کے دو بجائے۔ تو
چونک گئی۔ کتاب کے درمیان پنسل رکھ کر اس نے کتاب میز پر رکھ دی۔ اور اٹھ
دریچے میں آگئی۔ دریچے کا پٹ کھولا۔ تو سردی کی لہر سی پورے جسم میں دوڑ گئی۔ لیکن
نے دریچہ بند نہیں کیا۔ کہنی چوکھٹ پر ٹیک کر وہ باہر دیکھنے لگی۔ کیسا پراسرار سما
طرف چھایا ہوا تھا —— ؛ خاموشی کا تیز دھارا سوئی ہوئی کائنات پر ضربیں لگا
تھا۔ گلی میں پھرنے والے آوارہ کتے سردی سے بچنے کے لئے ادھر سے ادھر بھاگ
کر پناہ تلاش کر رہے تھے۔ میدان میں اندھیرے سر اٹھائے کھڑے تھے۔ درختو
میں بہت دھیمی دھیمی سرگوشیاں تھیں۔ سبک رفتار ہوا کے نرم نرم قدموں کی
سی چاپ پراسرار سناٹوں کو آہستہ آہستہ جھنجھوڑ رہی تھی۔ رات کی رانی اور چ
کی البیلی سی مہک ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔ میدان کے پار سنسان سڑک پر دودھ
فروش چادریں اوڑھے بڑی آہستگی سے خالی ٹھیلے گھسیٹتے سبزی منڈی کی طرف جا ر
تھے۔ قبرستان میں بڑا پرہیبت سا سناٹا طاری تھا۔ اور اندھیروں نے چھوٹی بڑ

کو اپنی آغوش میں چھپا لیا تھا۔ اونچے نیچے مکمل مکانات خاموشیوں اور سکوت
ادی میں سر اٹھائے چپ چاپ کھڑے تھے۔ سڑک پر چلتے ہوئے بلبوں
رد سوگوار روشنیاں اندھیروں کا تعاقب کر رہی تھیں۔ گلی میں کسی راہگیر کے
یز قدموں کی آواز بلند ہوئی۔ کتے کا کوئی پلا سردی میں ٹھٹھرتا چیاؤں، چیاؤں کرتا
بھاگا۔ اور کسی دیوار کی آڑ میں دبک گیا۔ کہیں دور سے چوکیدار کی لوہے کی لاٹھی
ٹن ٹن سنائی۔ اور سڑک پر سے گذرتی ہوئی بیل گاڑی کے پہیوں کی آواز رات
ے سناٹوں میں دور تک گونجتی رہی۔ باہر آم کے پتوں میں ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔
بینا دریچہ بند کر کے آگئی۔ کتابیں سمیٹتے ہوئے اس نے ایک نظر زیبی کے پلنگ
طرف دیکھا۔

زیبی بڑے آرام سے لیٹی دن بھر کی تھکن اتار رہی تھی۔ چہرے پر سکون تھا۔
ر آنکھوں میں خواب بسے ہوئے تھے۔ لحاف اس کے جسم سے سرک کر پلنگ سے
لٹک رہا تھا۔ بینا نے لحاف کو اس کے گرد ٹھیک سے لپیٹا۔ اور لائٹ بجھا کر اپنے
ر میں گھس گئی اور دل ہی دل میں آیت الکرسی اور درود شریف پڑھتے پڑھتے سو گئی۔

ان دنوں بڑے ماموں کو سمیعہ آپا کی شادی کی بہت فکر تھی۔ ان کے لئے کئی
تے آچکے تھے۔ مگر معاملہ اب تک جوں کا توں تھا۔ آخر کار سیٹھ داؤد کے بیٹے
لڑ کامران کا رشتہ بڑے ماموں نے منظور کر لیا۔ دوسرے اتوار کو سمیعہ آپا کی
نی تھی۔ بڑے ماموں جان زیادہ دھوم دھام کے قائل نہ تھے۔ لیکن بڑی
انی کی خواہش تھی۔ کہ گھر میں پہلی منگنی ہے۔ کچھ تو رونق ہو۔ اور پھر سیٹھ داود بہت
ر تھے۔ کہ منگنی دھوم دھام سے ہو۔ کیونکہ ان کے گھر میں بھی یہ پہلی منگنی تھی۔

منگنی کے روز بینا نے ڈاکٹر کامران کو دیکھا۔ بڑی باوقار شخصیت ت — بینا نے دل ہی دل میں سمیعہ آپا کی کامیاب زندگی کے لئے دعا مہینے بعد مارچ کے آخر میں شادی ہونے والی تھی۔ گھر میں بڑے زور وشو جہیز کی چیزیں تیار کی جانے لگیں۔ بازاروں کے چکر لگائے جانے لگے۔

اور اس روز — رمضان کا چاند ہونے کی توقع تھی۔ بینا مغرب پڑھ کر اپنی چھت پر کھڑی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تب ایک سفید سی گا رکی۔ جانے کون آیا ہے —؟ بینا نے گاڑی کی طرف دیکھا۔ تو اندر سے چہرہ نظر آیا۔

"شاید عاصم بھائی نے بھی گاڑی خرید لی۔ اس دن ذکر تو کر رہے اتو سے —" بینا نے سوچا۔

عاصم گاڑی لاک کر کے گیٹ میں داخل ہوئے۔ تو کسی انجانی کشش انہیں اوپر دیکھنے پر مجبور کر دیا — انہوں نے نظریں اوپر اٹھائیں۔ تو دوپٹے کے حاشئے میں گھرا ہوا۔ بینا کا چہرہ سامنے آگیا۔ عاصم چند سیکنڈ تک طرف دیکھتے رہے۔ پھر اندر چلے گئے۔ بینا کی نگاہیں پھر آسمان کی وسعتوں کو تلاش کرنے لگیں۔ آخر کار چاند نظر آگیا۔ باریک مدھم سا چاند! بینا کر دعا مانگنے لگی۔ زینے پر قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر آواز قریب آ گئی۔ بینا نے دعا مانگ کر منہ پر ہاتھ پھیرے۔ اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو عاصم قریب کھڑے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ تھی۔

"کیا دعا مانگ رہی تھیں بینا —؟" عاصم نے والہانہ انداز سے اس کی

"دعا بتایا نہیں کرتے۔ ورنہ اثر جاتا رہتا ہے —" بینا نے کہا۔

"یہ کس نے بتایا تمہیں —؟" عاصم مسکرائے۔

"بتائے گا کون —؟ ہمیں خود معلوم ہے —" بینا نے کہا۔

"تمہیں کیا کیا معلوم ہے —؟" عاصم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سب کچھ معلوم —" بینا نے زینے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"اچھا —" عاصم اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولے۔

"اور کیا —" بینا نے کہا اور عاصم اس کے ساتھ کمرے میں آگئے۔ زیبی بیٹھی رہی تھی۔ عاصم کو دیکھ کر اس نے کتاب بند کر کے رکھ دی۔

"عاصم بھائی! آپ نے نئی گاڑی خرید لی —؟" زیبی نے پوچھا۔

"ہاں —" عاصم کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"جبھی تو شو (shows) مار رہے ہیں —" بینا نے مسکرا کر کہا۔

"شو مارنے کی کیا بات ہے اس میں —؟" عاصم نے مڑ کر پیچھے کھڑی ہوئی رف دیکھا۔

"ہوگی ہی کوئی بات —" بینا نے کہا۔

"توبہ ہے آپی —" زیبی ہنسی

"اچھا تم خود ہی بتاؤ زیبی! شو نہیں مار رہے ہیں —" بینا نے زیبی کی دیکھا

"خواہ مخواہ ہی الٹی سیدھی باتیں نہ کیا کرو —" زیبی سنجیدہ ہو گئی۔

"اب تم مانو یا نہ مانو —— لیکن یہ بات ہے بالکل سچی —— ! بینا اپنی
اڑی ہوئی تھی۔ زیبی خاموش رہی۔ عاصم بھی چپ چاپ بیٹھے بینا کی طرف د
تھے۔

"دیکھو نا زیبی۔ ضروری تو نہیں ہے کہ آج یہ اسی گاڑی میں آتے۔
بھائی کی یا بڑے ماموں جان کی گاڑی میں بھی آسکتے تھے —— !" بینا نے اپنی
وضاحت کی۔

"خدا کے لئے آپی چپ رہو۔ تم بغیر سوچے سمجھے جو دل میں آتا ہے !
یہ خیال نہیں کرتیں کہ معلوم نہیں کون سی بات کسی کو کب ناگوار گزر جائے۔
نے کہا۔ اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں عاصم ناراض نہ ہو جائیں۔

"میرا تو جو دل چاہے گا کہوں گی۔ کسی کو میری بات بُری لگتی ہے تو ا
روئی زیادہ کھلتے —— !" بینا نے لاپرواہی سے کہا۔

"عاصم بھائی بُرا مت مانئے گا۔ آپی کی تو عادت ہی ایسی ہے —— !
عاصم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے —— ؟" عاصم مسکرائے۔ زیبی اٹھ کر
"تم کہاں جا رہی ہو زیبی —— ؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔
"آپ کے لئے چائے بنا لاؤں —— !" زیبی نے کہا۔
"نہیں زیب —— تم یہیں بیٹھو۔ چائے میں پی کر آیا ہوں۔" عاصم نے
"تو کیا ہوا اور پی لیجئے۔ آج میں نے میسو بھی بنایا ہے۔ چکھ کر بتائیے
ہے —— ؟" زیبی نے اصرار کیا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ عاصم خا

دنوں بہنوں کی فطرت کے متعلق سوچنے لگے کتنا تضاد تھا دونوں کی عادتوں میں
—— ؟ زیبی عمر میں بینا سے چھوٹی ہونے کے باوجود اس سے کہیں زیادہ
سنجیدہ تھی۔ بینا پر تو بہت کم ہی سنجیدگی کا دورہ پڑتا تھا۔ بینا نے ایک نگاہ عاصم
پر ڈالی۔ اور بک شیلف کے قریب جا کر کوئی کتاب تلاش کرنے لگی۔ دو تین کتابیں دیکھنے
کے بعد اس نے ارسطو کی "بوطیقا" نکال لی۔ اور عاصم کی موجودگی کو نظر انداز کر
کے دوسری کرسی پر بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ عاصم چند منٹ اس کی
اس حرکت کو دیکھتے رہے پھر جھنجھلا کر بولے۔

"کسی دن میں تمہاری ساری کتابوں کو آگ لگا دوں گا !
"زدلوھیا نے کہا ہے کہ "وقت کا ہاتھ بڑی بڑی عمارتوں کو خاک میں ملا
دیتا ہے۔ لیکن ایک اچھی کتاب کا وجود کوئی طاقت ناپید نہیں کر سکتی۔" بینا نے عاصم
کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آخر تمہیں کیا خبط ہے —— ؟ ہر وقت مطالعہ کی دھن کیوں سوار
رہتی ہے تمہارے اوپر —— ؟" عاصم اس کی بات سن کر مسکرائے۔
"اس موقع کے لئے شیکسپیر نے کہا ہے کہ "مطالعہ ایک پتھر دل کو پھول
میں تبدیل کر سکتا ہے —— !" بینا کی سنجیدگی بدستور تھی۔
"لیکن میرا خیال ہے شیکسپیر نے یہ بات بالکل غلط کہی تھی۔" عاصم نے کہا۔
"کیوں —— ؟ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ شیکسپیر کوئی بات غلط کہے —— !"
بینا لڑنے مرنے پر آمادہ تھی۔
"ثبوت تو تمہارے سامنے ہی موجود ہے۔ تم تو دن رات مطالعہ کرتی ہو۔

لیکن تمہارا پتھر دل تو آج تک پھول میں تبدیل نہ ہو سکا ـــــ" عاصم نے ؛ نگاہوں سے بینا کی طرف دیکھا۔

"لیکن میرا دل تو لوہے کا بنا ہوا ہے۔ بلکہ فولاد کا ـــــ" بینا مسکرائی۔ عاصم کو بھی ہنسی آگئی۔

"یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ ـــــ" عاصم سنجیدہ ہو گئے۔

"اب اچھی بات ہو یا بری۔ یہ تو اللہ میاں سے پوچھئے جا کر کہ آپ نے ہ فولاد کا کیوں بنایا ـــــ؟" بینا نے پلکیں جھپکائیں۔

"تمہیں کیا خبر ـــــ؟ میں تو دن رات اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ بینا پانی کر دے ـــــ؟" عاصم کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"ہوں۔ بڑے۔ نماز تو پڑھتے نہیں ایک وقت کی بھی۔" بینا نے بڑ سے انداز میں کہا۔

"میں دل ہی دل میں نماز پڑھ لیتا ہوں ـــــ" عاصم مسکرائے۔

"ہاں۔ بس باتیں بنانا آسان ہے ـــــ" بینا نے اپنی لمبی سی چوٹی ہاتھ پر مارتے ہوئے کہا۔ پھر ایک دم اسے جیسے کچھ یاد آگیا ـــــ عاصم کی ط جھک کر بولی۔

"زیبی ابھی میسو لائے گی نا ـــــ" ہمیں بھی دیجئے گا ـــــ" عاصم کے پچپنے پر ہنسی آگئی۔

"کیوں ـــــ؟ زیبی نے تمہیں نہیں دیا ـــــ؟" عاصم نے پوچھا۔

"دیا تھا۔ بہت ذرا سا ـــــ" بینا نے ہاتھ سے بتاتے ہوئے کہا

"اچھا یہ بتاؤ۔ تمہیں بھی کوئی کام آتا ہے ـــــ؟" عاصم نے پوچھا۔

"کیسے ہیں ـــــ؟ بات کو ٹال رہے ہیں۔ اگر آپ نے مجھے نہیں دیا نا۔ میں چھین کر کھاؤں گی ـــــ" بینا نے معصومیت سے کہا۔

"ارے بھئی دے دوں گا۔ پہلے زیبی کو آنے تو دو ـــــ" عاصم مسکرائے۔

"اچھا بتایئے۔ آپ روزے رکھیں گے ـــــ؟" بینا کو ایک دم رمضان شریف کا خیال آگیا۔

"تم رکھو گی ـــــ؟" عاصم نے الٹا اسی سے سوال کر دیا۔

"اور کیا۔ میں تو پورے روزے رکھتی ہوں ـــــ" عاصم نے اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کی طرف دیکھا۔

"روزے میں حقہ بجزہ کچھ نہیں ہوتا ـــــ" بینا نے کہا۔ تبھی زیبی اندر آگئی۔ اس نے ایک نظر دونوں کی طرف دیکھا اور بڑی خاموشی سے ٹرے میز پر رکھ دی۔

"میں بھی چائے پیوں گی زیب ـــــ" بینا نے ٹرے میں صرف ایک پیالی دیکھ کر کہا۔

"تم پی تو چکی ہو ـــــ" زیبی اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اس سے کیا ہوتا ہے ـــــ؟ یہ بھی تو پی چکے ہیں ـــــ" بینا نے عاصم کی طرف اشارہ کیا۔

"ان کی بات دوسری ہے ـــــ" زیبی مسکرائی۔

"نہ دوسری نہ تیسری۔ میرے لئے بھی پیالی لاؤ ـــــ" بینا نے ضد کی۔

"اتنی چائے نہیں کہ تم بھی پیو ـــــ !" زیبی نے کہا۔

بینا نے جلدی سے ٹی کوزی ہٹا کر کیتلی کا ڈھکن اٹھایا۔

"جھوٹی، بے ایمان ـــــ !! اتنی ساری تو ہے ـــــ !" بینا نے کہا۔

"عاصم بھائی کے لئے ہے ـــــ !" زیبی نے عاصم کی طرف دیکھا۔ وہ دو
کو لڑتے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"بھئی آپ اتنی تو نہیں پئیں گے نا ـــــ ! یہ تو بہت ہے !" بینا نے عا
کی طرف دیکھا۔

"نہیں اتنی نہیں پیوں گا میں ـــــ !" عاصم نے والہانہ انداز سے اس
طرف دیکھا۔ بچوں کی طرح لڑتی ہوئی بینا انہیں بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"اب جاؤ زیب ! تم میرے لئے پیالی لاؤ ـــــ !" بینا نے بڑے رعب سے

"خود لاؤ جا کے۔ میں نہیں لاؤں گی ـــــ !" زیبی نے ابرو چڑھائے۔

"آپ لائیے ـــــ !" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا۔

"کیا ہے آپی ـــــ ! تم تو بالکل بچہ بن جاتی ہو ـــــ !" زیبی کو غصہ آ

"بچہ تو ہم ہیں ہی ـــــ اپنے ابو امی کے ـــــ !" بینا نے لاپروائی سے ک

زیبی خاموش رہی۔

"پھر تم نہیں لاؤ گی پیالی ـــــ !" بینا نے زیبی کی طرف دیکھا۔

"نہیں ـــــ !" زیبی نے بے نیازی سے کہا۔

"اچھا جاؤ۔ ہم خود لے آتے ہیں ـــــ ! مگر ہم اپنا حصہ لے کر جائیں گے
کہیں ہمارے آنے تک ختم ہی ہو جائے۔ بینا نے میسو کی پلیٹ کی طرف ہا

"یہ کیا حرکت ہے آپی۔ تم کھا تو چکی ہو ـــــ !" زیبی نے کہا۔

"ایمان سے زیب۔ تم نے اتنا ذرا سا دیا تھا ـــــ !" بینا نے بڑا بھولا سا

عاصم کو ہنسی آ گئی۔

"مگر یہ عاصم بھائی کا حصہ ہے ـــــ !" زیبی نے کہا۔

"ان کے لئے تو بہت زیادہ ہے یہ ـــــ !" بینا نے کہا۔

"ہاں بھئی میں اتنا نہیں کھاؤں گا۔ تم لے لو۔ جتنا دل چاہے ـــــ !
مسکرائے۔

"سب لے لوں ـــــ ؟" بینا نے جلدی سے پوچھا۔

عاصم کو ہنسی آ گئی۔ "ہاں سب لے لو۔" انہوں نے کہا۔

"خبردار آپی ـــــ ! میں امی سے شکایت کر دوں گی ـــــ !" زیبی نے کہا۔

"کیوں دم خشک ہو رہا ہے تمہارا ـــــ میں صرف ایک ٹکڑا لے رہی ہوں ـــــ !"
پلیٹ میں سے ایک ٹکڑا اٹھاتے ہوئے کہا۔ عاصم نے چائے بنا کر اس کے
رکھ دی۔

"اُفوہ عاصم بھائی آپ خواہ مخواہ سر پہ چڑھا رہے ہیں محترمہ کو ـــــ !" زیبی نے کہا۔

عاصم نے دل میں سوچا "تم کیا جانو زیبی ـــــ ! بینا میرے لئے کیا ہے۔"

بینا نے بڑی شرافت سے چائے کی پیالی عاصم کے آگے بڑھا دی اور اپنے
دوسری پیالی لینے چلی گئی۔

بینا کو بڑے ماموں پھر اپنے ساتھ لے گئے تھے فرزانہ بیگم نے
کیا۔ اُسے مت لے جائیے۔ آپ نے خواہ مخواہ اسے سر پر چڑھا رکھا ہے۔
کی نہیں رہی یہ" مگر جواب میں فرزانہ بیگم کو ان کی ڈانٹ سننی پڑی۔ بینا کے
عباس کسی سے بھی کوئی لفظ سننے کے روادار نہیں تھے۔ چنانچہ بینا صاحبہ پھر
سنبھال کر بڑے ماموں کے ساتھ چل دیں۔ زینی کا منہ پھول گیا۔ لیکن بینا
میں کر ہی کیا سکتی تھی!

بینا کو دیکھ کر فریحہ، سمیعہ آپا کے چہرے پھول کی طرح کھل اُٹھے۔
گھر کتنا سونا سونا لگتا تھا ۔۔۔؟" فریحہ اور سمیعہ آپا سے مل کر بینا بڑی
میں گئی۔ تو معتصم بھائی بھی وہیں مل گئے۔

"آداب عرض ۔۔۔!" بینا نے معتصم بھائی کے سامنے جھک کر

جیتی رہو ۔۔۔!" معتصم بھائی مسکرائے۔

"آج رات کو میدان میں آجائیے گا۔ تاش کی بازی جمے گی ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"دماغ صحیح ہے تمہارا ۔۔۔؟ روزوں میں بھی تاش ۔۔۔؟" معتصم بھائی نے کہا۔

"روزوں میں کیا کوئی کام ہی نہیں کیا جاتا ۔۔۔؟" بینا نے پوچھا۔

"اللہ کو یاد کرتے ہیں ۔۔۔!" معتصم بھائی نے نصیحت کی۔

"اللہ کو تو ہم ہر وقت ہی یاد کرتے ہیں ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔ لیکن بے ایمانی نہیں ہوگی ۔۔۔!" معتصم بھائی نے کہا۔

"تو میں کب بے ایمانی کرتی ہوں ۔۔۔؟" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

بھائی مسکراتے ہوئے چلے گئے۔

اُس رات کچھ دیر تو بینا تاش کھیلتی رہی۔ لیکن اپنی بے ایمانی کی عادت کے
مجبور ہو کر لڑ بیٹھی۔ اور کھیل ادھورا چھوڑ کر منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔ سب کے منانے
کا موڈ ٹھیک ہوگیا۔ اور وہ تاش کی بجائے کیرم کھیلنے بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بڑی شرافت
لتی رہی۔ مگر پھر بے ایمانی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس روز عاصم سے اس کا زبردست
وگیا۔ عاصم ناراض ہو کر چلے گئے۔

سحری کے وقت بینا اُٹھی تو عاصم کے سوا میز پر سبھی موجود تھے۔

"ممانی جان! عاصم بھائی روزے نہیں رکھتے ۔۔۔؟" بینا نے پوچھا۔

"کبھی کبھی رکھ لیتے ہیں ۔۔۔!" فریحہ نے کہا۔

"انہیں اُٹھاؤں جا کے ۔۔۔؟" بینا نے پوچھا۔

"تم سے ویسے ہی ان کا جھگڑا ہوگیا ہے ۔۔۔! اُٹھاؤ گی تو اور ناراض ہو جائیں

گے ـــــ ! معتصم بھائی نے کہا۔

"مگر جھگڑا تو رات کو ہوا تھا ـــــ اب تو صبح ہو رہی ہے۔!

ـــــ ! بینا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جواب نہیں ہے اس لڑکی کا بھی ـــــ ! معتصم بھائی مسکرا

سب بھی مسکرا دیئے۔ اور بینا عاصم کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

کمرے کا دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ اس نے دستک دی۔ لیکن کوا

نہ ملنے پر دروازہ کو آہستہ سے دھکا دے کر اندر داخل ہ

زیرو پاور کے بلب کی مدھم نیلگوں روشنی میں ان کا کمرہ

سالگ رہا تھا۔ بینا نے عاصم کی طرف دیکھا۔ گردن تک آسمانی کمب

وہ بے خبر سو رہے تھے بینا نے انہیں دو چار آوازیں دیں بلکہ

رہے۔ بینا نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک

مسکراہٹ بکھر گئی۔ میز پر رکھے ہوئے اخبار میں سے تھوڑا

کر اس نے بتی سی بنائی اور عاصم کے قریب جا کر ان کی ناک

دی۔ عاصم نے ایک دم چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ بینا کو

دیکھ کر پہلے تو وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکے چپ چاپ لیٹے سُرخ سُرخ

اس کی طرف دیکھتے رہے اور بینا مسکراتی رہی۔

"کیا ہے بینا ـــــ ؟ تم اس وقت یہاں کیسے آئیں ـــــ

نے خوابناک آواز میں پوچھا۔

"کیسے آئے ـــــ ؟ پیروں سے چل کے ـــــ ! بینا نے بڑ

سے کہا۔

"تم سوئی نہیں ـــــ ؟" عاصم کا دماغ اب تک صحیح نہیں ہوا تھا۔!

"ارے صاحب! ہم تو سو کر اٹھ بھی گئے۔ اور آپ کو بھی اٹھانے آئے ہیں۔" بینا نے کہا۔

"کیوں ـــــ ؟ عاصم نے پوچھا۔

"سیدھی طرح سے اٹھ کر سحری کھائیے۔ اور روزہ رکھیئے ـــــ !" بینا نے حکم صادر کیا۔

"سونے دو مجھے نیند آ رہی ہے۔!" عاصم نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"ایسی تیسی آپ کی نیند کی۔ !" بینا نے کہا۔

عاصم نے آنکھیں کھول کر اس طرف دیکھا۔ چند سیکنڈ اس کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر جیسے انہیں کچھ یاد آ گیا۔

"میں تو تم سے سخت ناراض ہوں بینا۔ پھر تم نے مجھ سے بات کیوں کی؟" عاصم نے کہا۔

"آپ ناراض ہیں نا۔ میں تو نہیں ہوں ـ !" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔ !" عاصم نے کہا۔

"بالکل غلط ـــــ دو باتیں ہیں ـــــ !" بینا نے کہا۔

"اچھا تم جاؤ یہاں سے۔ مجھے سونے دو۔ !" عاصم نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ کو لئے بغیر نہیں جاؤں گی۔ !" بینا جیسے فیصلہ کر کے آئی تھی۔

"کوئی زبردستی ہے تمہاری ——؟" عاصم بولے۔
"ہاں بالکل ——!" بینا نے کہا۔
"بھئی تم سے کیا مطلب ——؟ میں روزے رکھوں یا نہ رکھوں۔" عا
کو اپنی نیند خراب ہونے پر غصہ آ رہا تھا۔
"مطلب کیوں نہیں ——؟ آپ کو گناہ ملے گا۔ تو ہمیں افسوس نہیں ہو
بینا نے کہا۔
"تمہیں تو ثواب ملے گا ——!" عاصم نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔
"میں چاہتی ہوں۔ آپ کو بھی ثواب ملے ——!" بینا نے کہا۔
"تنگ مت کرو بینا ——!" عاصم جھنجھلا گئے۔
"ابھی میں نے تنگ کیا ہی کب ہے ——؟" بینا مسکرائی۔
"اچھا۔ ابھی کوئی کسر باقی ہے ——!" عاصم نے اس کے شانوں پر
بکھرے ہوئے بالوں کی طرف دیکھا۔
"ہاں۔ اور کیا ——!" بینا نے میز پر سے پانی کا گلاس اٹھایا۔ ا
میں تھوڑا سا پانی تھا۔
"یہ گلاس دیکھ رہے ہیں نا ——!" بینا نے عاصم کی طرف دیکھ
عاصم چپ رہے۔
"اس میں بہت تھوڑا سا پانی ہے۔ ابھی میں پورا گلاس بھر کے لا
اور آپ کے اوپر پانی ڈال دوں گی۔" بینا نے دھمکی دی۔
"ڈال کے دیکھو ——!" عاصم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا۔ یہ بات ہے ——!" بینا ٹوائلٹ روم میں چلی گئی اور بھرا ہوا
ہ گلاس لے کر عاصم کے پاس آ گئی۔
"اُٹھیئے ——!" اس نے حکم دیا۔
"نہیں ——!" عاصم نے جواب دیا۔
"نہیں ——!" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا۔
"نہیں ——!" عاصم بھی اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔
اور بینا نے سچ مچ ٹھنڈا ٹھنڈا پانی عاصم کے سر پر ڈال دیا ——
م نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکنا چاہا۔ تو چہرے پر گرتا ہوا پانی ان کی
ن تک پہنچ گیا۔
"نالائق۔ احمق۔" عاصم ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گئے۔
"آپ کو پتہ ہے۔ حکیم رازی نے کہا ہے۔ کہ "احمق کا دل منہ میں ہوتا
ے۔ اور عاقل کی زبان دل میں۔" میرا دل تو منہ میں نہیں ہے۔ پھر میں احمق
ے کہلاؤں گی؟" بینا نے عاصم کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش
۔ لیکن عاصم کے ہاتھ کی گرفت بہت مضبوط تھی۔
"اب تو اُٹھ ہی گئے ہیں —— چلیئے ——!" بینا مسکرائی۔
"چلو۔ مصیبت ——!" عاصم نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر زور سے اس
ے بال کھینچے۔
"چلیئے ——!" بینا دروازے کی طرف بڑھی۔
"تم جاؤ، میں منہ دھو کر آتا ہوں ——!" عاصم نے کہا۔

"یہ بات غلط ہے۔ میں آپ کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گی۔" بینا
عاصم نے منہ ہاتھ دھو کر سلیپنگ گاؤن پہنا۔ اور اس کے
کے کمرے میں آ گئے۔

"دیکھا۔ میں لے کر ہی آئی ان کو —" بینا نے کمرے میں دا
ہوئے کہا۔ سب ہنسنے لگے۔

"اس قدر تنگ کیا ہے اس لڑکی نے مجھے —" عاصم نے
بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

عید قریب آ رہی تھی۔ گھر گھر عید کے کپڑے سئے جا رہے
زیبی اور سیما وغیرہ بھی عید کے کپڑے خرید لائی تھیں۔ لیکن ان کو سی
ہی نہیں آ رہی تھی۔ کپڑے بینا کو سینے تھے۔ لیکن ایک تو وہ ان دنوں
سے پڑھائی میں لگی ہوئی تھی — یونیورسٹی سے بھی کافی دیر میں آ
دوسرے اپنی عادت کے مطابق وہ تیرے میرے کپڑے لا لا کر
تھی۔ گھر والوں کے کپڑے سینے کی نوبت ہی نہیں آ رہی تھی۔ زیبی کا مو
خراب تھا۔

"بڑی ہمدرد بنتی ہیں سب کی —" خواہ مخواہ دنیا زمانے کے
سی رہی ہیں — معلوم نہیں ہم لوگوں کو اس دفعہ عید پر کپڑے
نصیب بھی ہوں گے یا نہیں —" وہ دل ہی دل میں سوچتی۔

اس روز — بینا دوپہر کا کھانا کھا کر امی کے کمرے میں گئی
اور سیما بھی پہنچ گئیں۔ عاصم بھی وہیں بیٹھے تھے۔ بینا امی کے لئے پا

تھی۔ اور کٹُر کٹُر چھالیہ چبا رہی تھی۔

"امّی —" سیما نے امّی کے قریب بیٹھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے
ہوئے کہا۔

"کیا ہے —" امی نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہمارے کپڑے کب سلیں گے —" سیما نے پوچھا۔

"میں کیا جانوں بیٹی — تمہاری آپی سئے گی —" امّی بولیں۔

"ان کا تو کوئی ارادہ نظر نہیں آتا امّی —" زیبی نے ناک چڑھاتے
ہوئے کہا۔

"اُسے فرصت بھی تو نہیں ہے —" امی نے حمایت لی۔

"فرصت تو نکالنے سے ہی نکلے گی۔ ان کو تو مائی زینب، نانی کلثوم۔ اور
دنیا زمانے کے کپڑے سینے کو مل گئے ہیں —" زیبی کو بڑا غصہ آ رہا تھا۔

"امّی اس میں برائی کیا ہے —" بیچاری مائی زینب غریب عورت
ہے۔ گھر میں مشین ہے نہ اسے فرصت ہے۔ اس کا کام کر دوں گی۔ دعائیں ہی
دے گی مجھے —" بینا نے امّی کی طرف پان بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نانی کلثوم کے گھر میں تو مشین ہے —" سیما نے کہا۔

"بیچاری ضعیف ہیں —" بینا نے کہا۔

"ان کی بیٹیاں اور نواسیاں تو ضعیف نہیں ہیں —" زیبی فوراً بولی۔

"بیٹی بے چاری کو تو گھر کے دھندوں سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ اور
نواسیاں سینتی ہی نہیں ہیں —" بینا نے صفائی پیش کی۔

"ضرورت کیا ہے اُن کے کپڑے سینے کی ـــــ!" زیبی کو تو بس اپنے کپڑوں کی فکر تھی۔

"کبھی اتنے سالوں سے پڑوس میں رہتی ہیں، پڑوسیوں کا تو بہت حق ہوتا ہے ـــــ!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آپ تو بس یہ اطمینان دلا دیجئے کہ عید تک ہمارے کپڑے سل جائیں گے" سیما نے کہا۔

"تم اطمینان رکھو۔ سب ضرور سل جائیں گے ـ!" بینا نے کہا۔

"ابھی اور کس کس کے باقی ہیں ـــــ؟" زیبی نے پوچھا۔

"ابھی تو پھوپھا جان، پھوپھی اماں اور فاروق بھائی کے کپڑے ہیں۔ نورین کا بیل باٹم ہے ـــ!" بینا نے کہا۔

"فاروق بھائی اور پھوپھا جان کے تو صرف پاجامے ہیں۔ وہ میں سی دوں گی" زیبی نے کہا۔

"نورین کا بیل باٹم پاجامہ بھی تم سی دینا ـــــ!" بینا نے کہا۔

"نہیں بھئی۔ نورین آپا کی کوئی چیز میں نہیں سیوں گی" زیبی نے صاف انکار کر دیا۔

"اچھا امی ایک بات سنیئے۔ مجھے بھی آپ سے کچھ عرض کرنا ہے ـــــ!" بینا پھر اپنی فطرت پر آگئی۔ عاصم اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"ہوں ـــ!" امی نے لیٹتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"امی! عید پر آپ مجھے لیس کی ساڑھی دلوا دیجئے ـــــ!" بینا نے امی

کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے عید کے کپڑے آ تو گئے ہیں ـــ!" امی نے کہا۔

"نہیں مجھے ساڑھی چاہیئے ـــــ!" بینا نے ضد کی۔

"تو اس وقت کیوں نہیں کہا تو نے جب کپڑے خرید رہی تھی ـــــ!" امی جھنجھلا گئیں۔

"اُس وقت غرارے کا ہی پروگرام تھا ـــــ!" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"چپ چاپ سے غرارہ سی لو۔ ساڑھی بقر عید پہ لے لینا ـــ!" امی نے کہا۔

"میں نہیں سیوں گی ـــ میرے پاس وقت بھی نہیں ہے اتنا ـــ!" بینا نے بچوں کی طرح ضد کی۔

"میں سی دوں گی ـــ!" امی نے اپنا پیچھا چھڑانا چاہا۔

"مجھے تو ساڑھی چاہیئے ـــ!" بینا اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"میرے پاس روکڑ نہیں دھرے۔ کہ عید پہ تیرے لئے دو دو جوڑے بنواؤں ـــــ!" امی نے بڑی صفائی سے کہا۔

"کون سے ہزاروں روپے خرچ ہوں گے ساڑھی پہ ـــــ" بینا نے کہا۔

"نہ سہی ہزاروں ـــــ ساٹھ ستر روپے کا تو غرارے سوٹ کا کپڑا آیا ہے۔ اب تجھے لیس کی ساڑھی دلاؤں ـــــ میرے بس کا روگ نہیں ـــــ!" امی نے کہا۔

"مت بنائیے۔ میں بھی عید پہ میلے کپڑے پہنے رہوں گی۔" بینا نے کہا۔

"یہ تو تیری پرانی عادت۔ ہر عید پہ جب تک ڈانٹ نہیں سُن لیتی کپڑے

نہیں بدلتی ۔" امّی نے سرہانے سے رسالہ اُٹھاتے ہوئے کہا۔
"میں آپ کو رسالہ نہیں پڑھنے دوں گی ——!" بینا نے رسالے پر ہاتھ رکھ دیا۔
"اب یہ بچپنا چھوڑ دے تو ——!" امّی کو ہنسی آگئی۔
"بس آپ مجھے ساڑھی دلائیے ——!" بینا نے ضد کی۔
"اپنے ابّو سے کہنا ——!" امّی بولیں۔
"ہاں۔ بس یہ ٹھیک ہے ——! ابّو تو ضرور مان جائیں گے۔" بینا نے کہا۔
"پھر میں بھی دو جوڑے بنواؤں گی امّی —— زیبی جھٹ بول اٹھی۔
"اور میں بھی امّی ——!" سیما نے کہا۔
"ارے بابا۔! میں کسی کے لئے نہیں بنوا رہی ہوں۔!" امّی جھنجھلا گئیں۔
"ٹھیک ہے۔ میں بھی ابّو سے بات کروں گی ——!" زیبی اُٹھ کر چلی گئی۔! عاصم بھی اس کے پیچھے ہی اُٹھ کر چلے گئے۔

اور پھر عید آگئی۔ بینا اور زیبی چاند رات کو تقریباً تین بجے تک صفائی کرتی رہیں۔ منصور اور عرفان بجائے ان کے ساتھ کام کروانے کے انہیں تنگ کرتے رہے۔ رات کو تین بجے وہ دونوں سونے کے لئے بیٹھیں۔ تو تھک کر چور ہو رہی تھیں۔

صبح ساڑھے آٹھ بجے سامنے والے میدان میں سوسائٹی آفس کے قریب عید کی نماز ہونے والی تھی۔ الفلاح مسجد کے قاری صاحب ہی ہمیشہ امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ بینا کو ان کی قرأت کا انداز بہت پسند تھا۔ بڑی خوش الحانی سے وہ قرأت کرتے تھے۔

بینا صبح کو جلدی سے جھاڑ پونچھ کر کے چھت پر چڑھ گئی اس کے ساتھ سیما۔

ہی بھی تھیں۔ انسانوں کا ہجوم میدان میں سوسائٹی آفس کے قریب جاتا
ر آ رہا تھا۔ ان گنت گاڑیاں۔ سکوٹر اور موٹر سائیکلیں نظر آ رہی تھیں بیشمار
ی اور بھکارنیں اپنے میلے بوسیدہ کپڑوں میں خود کو چھپائے اُجلے اور شفاف
ں میں ملبوس انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر صدائیں لگا رہے تھے۔" بابا۔
کے نام پر کچھ دیتے جاؤ۔!" "اللہ بھلا کرے گا بابا ——!"
"میلے کچیلے ہاتھ۔ ایلومنیم کے گندے کٹورے اور کشکول پھیلائے وہ بڑی
ت بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ نماز شروع ہوئی۔ اور محمود
ز ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔ رکوع اور سجدے کے مناظر دیکھ کر
و میدانِ حشر کا خیال آ گیا۔ اور دلِ معبود حقیقی کی عظمت اور بلندی کے سامنے
یوں ہو گیا۔ نماز ختم ہوئی۔ دُعا ختم ہوئی۔ لوگ ایک دوسرے سے گلے ملے۔ اور
پنی گاڑیوں پر سوار ہو کر چلے گئے۔ بہت سے لوگ پیدل ہی آئے تھے۔ اور
ل ہی چلے گئے۔ جہاں کچھ دیر پہلے اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اب
، گاڑیوں۔ سکوٹروں کے ہارن کی آوازیں لوگوں کے بولنے کی آوازیں اور
ے شور کی آوازیں بلند ہونے لگیں —— اور کچھ لمحے گزرنے کے بعد
بالکل سناٹا تھا۔ اور ویرانی ——! میدان میں بکھری ہوئی خاک ذرّے سورج
رنوں میں چمک رہے تھے۔ چونے سے کھینچی ہوئی سفید سفید لائنیں ایک
ت دیاس کے عالم میں بیتے ہوئے لمحوں کے جواں عکس کو یاد کر رہی تھیں۔
وں کے نشان باقی تھے۔ اور کارواں گزر گیا تھا —— بالکل اس طرح ——
یسے عرب کے طول طویل سنسان اور ویران ریگزاروں میں قافلے آ کر گزر

جاتے ہیں۔ اور اپنے قدموں کے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ـــــ اُن
آنے والے کارواں ان قدموں کے نشان بھی مٹا دیتے ہیں۔!

یہی فطرت کا تقاضا ہے۔ ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا آیا ہے۔ جو
گئے سو بیت گئے۔ انہیں یاد کرنے سے کیا فائدہ ـــــ؟ سوچتے
بنتے ہوئے لمحات کی تھکن کو طاری کرنے سے کیا حاصل ـــــ؟ جبکہ ہم جا
کہ سب کچھ بےسود ہے ـــــ پھر بھی ہم سوچتے ہیں ـــــ کیوں سوچتے
بینا نے بڑی اداسی سے سوچا۔ اور سنسان ویران میدان پہ آخری نگا
کر نیچے اُتر آئی۔

زیبی اور سیما نے کپڑے بدل لئے تھے۔ زیبی ڈریسنگ ٹیبل کے
بیٹھی میک اپ کر رہی تھی۔ اور سیما میز کے قریب کھڑی اپنی کلائیوں پر
بڑی خاموش خاموش سی کرسی پہ بیٹھ گئی۔ جانے کیوں اس کے دل میں ا
درد جاگ اُٹھے تھے ـــــ؟ آنکھیں تھیں کہ چھلک پڑنے کے لئے تیار تھیں
اداسی کا سبب اسے خود بھی نہیں معلوم تھا۔ خوشی کے موقع پہ یہ دل غم
لبریز کیوں تھا ـــــ؟ یہ وہ خود بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔ وہ تو بس یہ جانتی تھی
ایسا ہی ہوتا ہے۔ دل بغیر کسی سبب کے اداس ہو جاتا ہے۔ آنکھیں بلا
کے اشک برسانے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں ـــــ جانے کیوں؟ جا
لئے ـــــ؟ کاش! کوئی اسے سمجھا سکتا ـــــ!

"کپڑے بدل لو آپی ـــــ!" زیبی نے بال بناتے ہوئے کہا۔

"بدل لوں گی ـــــ!" بینا نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔

"آخر کب ـــــ؟" زیبی نے پوچھا۔

"کچھ خبر نہیں ـــــ!" بینا کے لہجے کی اُداسی زیبی سے چھپی نہ رہ سکی۔

"تمہیں کیا ہو جاتا ہے آپی ایک دم سے ـــــ؟" زیبی نے بینا کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں ـــــ!" ایک پھیکی سی مسکراہٹ بینا کے لبوں پہ بکھر گئی۔ زیبی اُٹھ کر
کے قریب آ گئی۔

"مجھے بتاؤ۔ اتنی چپ چپ کیوں ہو ـــــ؟" زیبی نے پیار سے پوچھا۔

"خواہمخواہ ہی ـــــ! تمہیں وہم ہو گیا ہے ـــــ!" بینا کی آنکھیں چھلکنے لگیں۔

"نہیں۔ کوئی بات ہے ضرور ـــــ!" زیبی نے اس کا سر اپنی طرف گھمایا۔
نے اس کا ہاتھ ہٹا کر میز پہ سر ٹکا دیا۔

"کیوں بور کر رہی ہو آپی ـــــ؟" زیبی نے اس کا سر اُٹھانا چاہا۔

"مجھے تنگ مت کرو زیب ـــــ! میرا کسی سے بھی بولنے کو دل نہیں چاہ رہا
وقت ـــــ!" بینا نے افسردگی سے کہا۔

"تمہاری ایسی تیسی۔ میں ابھی امی کو بلا کر لاتی ہوں ـــــ!"

زیبی کمرے سے نکل کر باورچی خانے میں چلی گئی۔ امی کام میں مصروف تھیں۔

"امی۔ آپی کو کیا ہوا ـــــ؟" زیبی نے کہا۔

"کیوں ـــــ؟ کیا ہوا ـــــ؟" امی نے زیبی کی طرف دیکھا۔

"کچھ بتاتی بھی نہیں۔ چپ چاپ بیٹھی ہیں۔ جیسے ابھی رو دیں گی ـــــ!" زیبی نے کہا۔

"تم نے تو کچھ نہیں کہا ـــــ؟" امی نے پوچھا۔

"نہیں تو امی ـــــ!" زیبی گھبرا کر بولی۔

"منصور سے جھگڑا ہو گیا ۔۔۔؟" امی نے کباب تلتے ہوئے کہا۔

"منصور تو ابھی واپس ہی نہیں آیا ۔۔۔" زیبی نے کہا۔

"کپڑے بدلے اس نے ۔۔۔" امی نے کباب پلٹتے ہوئے کہا۔

"نہ کہیں بدلے ۔۔۔" زیبی اپنا دوپٹہ سنبھال کر بولی۔

"معلوم نہیں کیا مصیبت ہے اس لڑکی کے ساتھ ۔۔۔" امی آہستہ سے

"امی آپی رو رہی ہیں ۔۔۔" سیما نے آکر کہا۔

"اسے بھیجو میرے پاس ۔۔۔" امی نے کڑاہی اُتارتے ہوئے کہا۔

"آپ ہی چلئے۔ وہ نہیں آئیں گی ۔۔۔" زیبی نے کہا۔

اور امی ہاتھ دھو کر بینا کے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ بینا میز پر سر ٹکائے تھی۔

"بینا ۔۔۔" امی نے قریب جا کر اسے پکارا۔

"جی امی ۔۔۔" بینا نے سر اُٹھایا۔

"اے ہے ۔۔۔ سیما تو کہہ رہی تھی۔ آپی رو رہی ہیں ۔۔۔"

امی نے اس کی خشک آنکھوں کی طرف دیکھا۔

"پاگل ہے سیما ۔۔۔" بینا زبردستی مسکرائی۔

"تو نے کپڑے کیوں نہیں بدلے اب تک ۔۔۔؟" امی نے پوچھا۔

"بدل لوں گی ۔۔۔" بینا نے پلکیں جھپکا لیں۔

امی بھی محسوس کر رہی تھیں۔ وہ بڑی چپ چاپ ہے۔

"اتنی خاموش کیوں ہے تو ۔۔۔؟" امی نے پوچھا۔

"ویسے ہی ۔۔۔" بینا اداسی سے مسکرائی۔

"خواہ مخواہ کی باتیں نہیں کیا کرتے۔ چلو اٹھو کپڑے بدل لو" امی نے اس کا
سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ امی کی اس شفقت پر اس کی آنکھیں نم
اس نے پلکوں کو جھپکا کر آنسو پینے کی کوشش کی۔ تو آنسو امی کے ہاتھ
پڑے۔ امی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"بری بات ہے بیٹی ۔۔۔ بھلا تہوار کے دن بھی کوئی روتا ہے۔" امی نے
کہا۔ اور تبھی باہر موٹر نے ہارن کی آواز آئی ۔۔۔ بڑے ماموں، معتصم،
عاصم۔ ابّو اور منصور عرفان کی ملی جلی آوازیں آرہی تھیں۔

"بس اب تو مجھے ڈانٹ کھلوائے گی۔ اگر بھائی جان نے تجھے روتے دیکھ لیا۔"
امی نے کہا۔

بینا چپ بیٹھی رہی۔

"آخر کوئی بات بھی ہو ۔۔۔؟ تو نے لیس کی ساڑھی کی فرمائش کی۔ میں نے
بلوا دی ۔۔۔ اب اور کون سی بات ہے ۔۔۔؟" امی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

اس وقت تک عاصم کمرے کے قریب آچکے تھے۔ بینا نے آنسو پونچھ لئے۔

"زیبی! تم استری کر دو اس کے پیٹی کوٹ بلاؤز پہ ۔۔۔" امی نے باہر جاتے
ہوئے کہا۔

"استری تو رات میں ہی کر الی تھی امی انہوں نے ۔۔۔" سیما نے کہا۔

"بس اب کپڑے بدل لو جلدی سے ۔۔۔" امی نے کہا۔ اور کمرے سے نکل
گئیں۔ زیبی بال بنانے لگی۔

تھوڑی دیر بعد عاصم اندر آگئے۔ سفید پاجامہ۔ کالی شیروا
شاہی جوتی میں وہ کسی طرح بھی شہزادہ سے کم نہیں نظر آرہے تھے۔ بینا
ہی دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکی۔ اس لباس میں ان کی شخصیت کا وقار کچ
گیا تھا۔

"تسلیم عاصم بھائی۔ عید مبارک ——!" زیبی اور سیما نے کہا۔
"تسلیم۔ عید مبارک ——!" عاصم دلکش انداز میں مسکرائے۔
"عیدی لائیے ——!" سیما نے اپنا مہندی رچا ہوا ہاتھ بڑھایا۔
"ارے۔ سیما کے ہاتھوں میں مہندی تو بڑی اچھی لگی ہوئی ہے!
لگائی ہے ——؟" عاصم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔
"آپی نے ——!" سیما مسکرائی۔
"زیبی۔ تم نے مہندی نہیں لگائی ——؟" عاصم نے زیبی سے
"لگائی ہے عاصم بھائی۔ یہ دیکھئے ——!" زیبی ان کے قریب
"تم نے خود لگائی ہے ——؟" عاصم نے اس کے خوبصورت
کی طرف دیکھا۔

نہیں، آپی نے ——!" زیبی مسکرائی۔

آسمانی رنگ کے غرارہ سوٹ میں زیبی بہت پیاری لگ ر
اس کے بالوں کا انداز بہت خوبصورت تھا۔ عاصم نے پیار سے
طرف دیکھا۔ اور ایک گہری نگاہ بینا کی طرف ڈالی۔ جو ملگجے کپڑوں اور
بکھرے بالوں میں خاموش بیٹھی تھی۔

عاصم نے زیبی اور سیما کو عیدی دی۔ تو سیما نے کہا۔
"آپی کو عیدی نہیں دیں گے آپ۔؟"
"نہیں ——!" عاصم نے ناراضگی سے بینا کی طرف دیکھا۔
"کیوں ——؟" سیما پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔
"تمہاری آپی نے کپڑے کیوں نہیں بدلے۔
وہ بینا کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔
"ابھی بدل لیں گی —— اور عاصم بھائی پتہ ہے آپی رو رہی تھیں ——!"
نے عاصم کو یہ خبر سنانا ضروری سمجھ کر کہا۔
"رو رہی تھیں ——؟" عاصم نے چونک کر پوچھا۔
"ہاں ——!" سیما نے کہا۔
"کیوں ——؟" عاصم نے بینا کی طرف دیکھا۔
"پتہ نہیں —— امی نے بھی پوچھا۔ بتایا ہی نہیں۔ ابھی ابھی تو امی انہیں
لئی ہیں ——!" سیما پوری تفصیل بتانے لگی۔ عاصم بینا کی طرف دیکھ رہے تھے۔
سیما کمرے سے چلی گئی۔
"زیبی! لوگ ذرا شیروانی میں اچھے لگ رہے ہیں نا! تو کس قدر اترا رہے
——؟" بینا نے زیبی کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس کا موڈ آہستہ آہستہ ٹھیک
ہا تھا۔
"توبہ ہے آپی —— تم تو کسی کو نہیں بخشتیں ——!" زیبی مسکرائی ویسے
خدا کا ہے اسی بہانے تمہارا موڈ تو ٹھیک ہوا ——!" زیبی خوش ہو کر بولی۔

"میں تمہیں اتراتا ہوا نظر آرہا ہوں ——؟" عاصم نے مُ

طرف دیکھا۔

"بیوقوف ہو تم ——!" عاصم کو خوشی ہو رہی تھی۔ کہ بینا کا موڈ ا

بینا کو اداس اور خاموش دیکھ کر انہیں ذرا اچھا نہیں لگ رہا تھ

دونوں کو باتیں کرتے دیکھ کر کمرے سے چلی گئی۔

"کپڑے کیوں نہیں بدلے تم نے ——؟" عاصم نے پڑے رُ

"بس نہیں بدلے —— ہماری مرضی ——!" بینا اکڑ کر ب

"یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے ——!" عاصم نے بڑی سنجیدگ

"نہ سہی ——!" بینا لاپرواہی سے بولی۔

"میں سختی سے بھی پیش آسکتا ہوں تمہارے ساتھ۔" عاصم

"مجال ہے آپ کی ——؟ آپ کو کوئی حق نہیں ہے ——!

چڑھ گیا۔

"مجھے کوئی حق نہیں ہے ——؟" عاصم نے گہری نگاہوں

طرف دیکھا۔

"نہیں ——!" بینا کی پیشانی پر سلوٹیں تھیں

"تم کچھ نہیں جانتیں۔ تمہارے اوپر میرا کتنا حق ہے

معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب ——؟" بینا نے گھور کر ان کی طرف دیکھا۔

"مطلب کچھ بھی ہو۔ بس تم چپ چاپ سے کپڑے بدل لو۔

دیتھے۔

"ان کپڑوں میں بہت بُری لگ رہی ہوں ——؟" بینا مسکرائی۔

"بُری تو تم کبھی بھی نہیں لگتیں ——!" عاصم کی آنکھوں میں محبت سمٹ

"بس تو پھر کیا ضرورت ہے کپڑے بدلنے کی ——؟" بینا نے کہا۔

"تم ضد کیوں کرتی ہو ہر بات میں ——؟" عاصم نے پوچھا۔

"بس کرتے ہیں —— ہماری مرضی ——!" بینا نے اکڑ کر کہا۔

"ہر بات میں اپنی مرضی ——!" عاصم کو غصّہ آگیا۔

"ہاں ——!" بینا نے کہا۔ عاصم کچھ نہیں بولے۔

"عیدی لائیے ہماری ——!" بینا نے کہا۔

"میں تم جیسی ضدی اور نالائق لڑکیوں کو عیدی نہیں دیا کرتا۔" عاصم نے
ناراضگی کا اظہار کیا۔

"اچھا ہم ابھی بدل لیں گے کپڑے ——!" بینا نے بچوں کی طرح کہا۔

"بس میں نے ایک دفعہ کہہ دیا۔ بن کپڑے بدلنے سے پہلے ہرگز عیدی
نہیں دونگا ——!" عاصم بھی ضد پہ اڑ گئے۔

"اچھا بابا۔ بدل رہی ہوں ——!" بینا دانت پیس کر بولی اور کرسی سے
اٹھ گئی۔

"ادھر آؤ اپنی مہندی دکھاؤ ——!" عاصم نے رُعب سے کہا۔

"نہیں دکھاتے ——!" بینا نے اکڑ کر کہا۔

"بدتمیزی مت کرو ـــــ!" عاصم نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔
کے ہاتھ میں مہندی بہت اچھی لگ رہی تھی۔
"کس نے لگائی ـــــ؟" عاصم نے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا۔
"ارے بھول گئے۔ آپ ہی نے تو لگائی تھی ـــــ!" بینا شرارتاً
ہنسی۔
"ایڈیٹ ـــــ!" عاصم مسکرائے۔
"دوسرا ہاتھ دکھاؤ ـــــ!" عاصم نے کہا۔
بینا نے دوسرا ہاتھ بھی سامنے کر دیا۔
دوسرا ہاتھ بالکل صاف تھا۔
"اس میں کیوں نہیں لگائی ـــــ؟" عاصم نے پوچھا۔
"اب مجھے کیا پتہ۔ یہ تو آپ ہی بتائیے۔ آپ نے دوسرے ہاتھ پر
نہیں لگائی ـــــ؟" بینا مسکرائی۔ "اچھا جاؤ کپڑے بدلو۔ شریر!" عاصم
بینا الماری سے کپڑے نکالنے لگی۔

شہناز کی جلن دن بدن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ جب بھی عاصم کے گھر
جاتی۔ اسے یہی خبر ملتی۔ کہ عاصم اپنی پھوپھی کے گھر گئے ہیں۔ شہناز کے سینے پر
سانپ لوٹ جاتے۔
ہمارے گھر آنے کی کبھی توفیق نہیں ہوتی انہیں ـــــ! پھوپھی سے بڑی
محبت ہے۔ چچی سے کوئی محبت نہیں۔ وہ ہمیشہ جل کر فریحہ اور سمیعہ آپا سے یہی
کہتی۔ فریحہ اور سمیعہ آپا مسکرا کر رہ جاتیں۔
اس روز بھی شہناز اپنی امّی کے ساتھ عاصم کے گھر آئی ہوئی تھی۔
عاصم اتفاق سے گھر ہی میں تھے۔ بینا کے گھر جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔
شہناز اپنی نانی اماں کو سلام کر کے عاصم کے کمرے میں آ گئی۔
"اخاہ، زہے نصیب۔ آج تو آپ گھر میں نظر آ رہے ہیں ـــــ!" شہناز

نے طنز سے کہا۔

"گھر میں تو میں اکثر نظر آتا ہوں ۔۔۔" عاصم مسکرائے۔

"میں تو جب بھی آتی ہوں یہی خبر ملتی ہے کہ اپنی چھوٹی پھوپھی کے گئے ہیں ۔۔۔" شہناز طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

"اچھا ۔۔۔" عاصم نے مسکرا کر بات کو ٹالنا چاہا۔

"اس وقت کہاں کی تیاری ہے ۔۔۔؟" شہناز نے پوچھا۔

"اگر میں کہوں سوسائٹی کی۔ تو ۔۔۔؟" عاصم نے کہا۔

"جی ہاں ۔ میرا بھی یہی خیال تھا ۔۔۔" شہناز نے اپنے ترشے ہوئے بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتے ہوئے کہا

"آپ بھی چلیئے میرے ساتھ ۔۔۔" عاصم نے کہا۔

"شکریہ ۔ مجھے تو معاف ہی رکھئیے ۔۔۔" شہناز نے ابرو چڑھائے۔

"کیوں بھئی ۔۔۔؟ ایسی بھی کیا بات ہے ۔۔۔؟ میں آپ کو کسی بری جگہ نہیں لے جا رہا ۔۔۔" عاصم نے شہناز کے گہرے میک اپ زدہ چہرے طرف دیکھا۔

"بھئی ۔ وہ آپ کی محترمہ کو تو بات کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی وہ تو ہر وقت بیکار کتابوں کا کیڑا بنی رہتی ہیں" شہناز نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔

"میری محترمہ کون ۔۔۔؟" عاصم نے انجان بن کر پوچھا۔ "ارے واہ بینا صاحبہ" شہناز نے منہ بنا کر نام لیا۔

"آپ کو یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ وہ میری محترمہ ہیں ۔۔۔" عاصم نے کہا۔

"یہ غلط فہمی نہیں ہے۔ دوسرے لوگ کچھ غلط تو نہیں کہتے" شہناز نے کہا۔

"دوسرے کون ۔۔۔؟" عاصم نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہیں کچھ لوگ ۔۔۔" شہناز نے اپنا عریاں بازو اٹھا کر بالوں کے پن ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

عاصم خاموش ہو کر سوچنے لگے۔ کہ وہ شہناز کو اگر بتا بھی دیں۔ کہ بینا کے دل میں اس قسم کا کوئی خیال نہیں ہے۔ یہاں تو صرف ایک ہی طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ دوسری طرف سرد بے حس راکھ کا ڈھیر ہے۔ تو اس سے کیا فائدہ ۔۔۔؟ شہناز کب اس بات کا یقین دلائے گی ۔۔۔" عاصم کے دل نے کہا۔

عاصم کو خاموش دیکھ کر شہناز کو اور بھی برا لگ گیا۔

"اوہ ۔ مجھے خیال ہی نہ رہا۔ میں خوامخواہ ہی آپ کا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ آپ کو دیر ہو رہی ہو گی ۔۔۔" شہناز کا لہجہ بہت تیکھا تھا۔

"نہیں بھئی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ اطمینان سے بیٹھئے ۔۔۔" عاصم نے بڑے اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

"بھئی میں کیوں دوسروں کی بد دعا لوں ۔۔۔ ادھر آپ کا انتظار ہو رہا ہوگا ۔۔۔" شہناز طنز سے مسکرائی۔

"میرے لئے کوئی منتظر نہیں رہتا۔ آپ کو کیا معلوم ۔۔۔؟" عاصم کا انداز کھویا کھویا سا تھا۔

"جو آپ کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کے پاس جانا آپ پسند ہی نہیں کرتے
اس کا کیا علاج ——؟" شہناز نے معنی خیز انداز سے عاصم کی طرف دیکھا۔

"کون منتظر رہتا ہے میرے لیئے ——؟" عاصم نے انجان بن کر پوچھا۔

"ہر بات کہنے کی بھی نہیں ہوتی ——!" شہناز نے کہا۔

"پھر آپ ہی بتایئے۔ میں کیسے سمجھ سکتا ہوں ——؟" عاصم نے کہا۔

"بینا سے بھی اسی طرح آپ جناب کر کے بات کرتے ہیں آپ ——؟"
شہناز نے پوچھا۔

"نہیں ——!" عاصم مسکرائے۔

"پھر میرے ہی ساتھ یہ تکلف کیوں ——؟" شہناز نے عاصم کی
طرف دیکھا۔

"آپ سے تو میں بمشکل تمام سات، آٹھ دفعہ ملا ہوں۔ اس لیئے اجنبیت
بدستور قائم ہے ——!" عاصم نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

"ہاں۔ بالکل۔ اجنبیت تو ملنے ملانے سے ہی ختم ہوتی ہے آپ خود ہی
اجنبیت کی اس دیوار کو گرانا نہیں چاہتے ——!" شہناز نے جل کر کہا۔

"نہیں بھئی۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ——!" عاصم مسکرائے۔

"بالکل یہی بات ہے۔ آپ کو وہاں سے فرصت ملے تو آپ ہمارے گھر
آئیں ——!" شہناز طنز کرنے سے باز نہیں آرہی تھی۔

"آپ آجاتی ہیں ہمارے گھر یہی کافی ہے ——!" عاصم نے کہا۔

"لیکن میرے آنے سے کیا ہوتا ہے ——؟ آپ تو گھر پر نہیں ملتے۔"

شہناز اپنے لمبے لمبے پالش کیئے ہوئے ناخنوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور لوگ تو گھر میں موجود ہوتے ہیں ——!" عاصم نے سگریٹ کا
پیکٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اور لوگ تو میرے گھر آکر بھی مل لیتے ہیں ——!" شہناز عاصم کی
بے حسی پر جل گئی۔

"خوب، تو گویا صرف مجھ سے ملنے آتی ہیں آپ یہاں" عاصم کے ہونٹوں
پر مدھم سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

شہناز چپ رہی۔

"اچھا بھئی۔ تو آپ ٹیلی فون کر کے مجھے بتا دیا کریں۔ میں اس دن کہیں
نہیں جایا کروں گا ——!" عاصم نے مصالحت کرتے ہوئے کہا۔ اور سگریٹ کا
پیکٹ جیب میں ڈال کر کھڑے ہوگئے۔

"جا رہے ہیں ——؟" شہناز نے پوچھا۔

"اگر میں کہوں ہاں ——؟" عاصم نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے —— گھر آئے ہوئے مہمانوں کو چھوڑ کر ——!"
شہناز نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"تو آپ خود کو مہمان کیوں سمجھ رہی ہیں ——؟" عاصم مسکرائے شہناز منہ
پھلائے کھڑی رہی۔

"بھئی، آپ ناراض کیوں ہوگئیں۔ میں کہیں نہیں جا رہا۔ بس ذرا باہر
بیٹھنے کا ارادہ تھا۔ یہاں پر گھٹن سی محسوس ہو رہی ہے ——!" عاصم نے کہا۔

"گھٹن بھی شاید میری ہی وجہ سے محسوس ہو رہی ہوگی۔" شہناز نے ترچھی نظروں سے عاصم کی طرف دیکھا۔

"آپ بھی خوب ہیں ــــ خود ہی ایک خیال قائم کر لیتی ہیں۔ اور پھر ناراض ہو جاتی ہیں ــــ !" عاصم ہنسے اور شہناز کے ساتھ باہر آ گئے۔

اس روز عاصم بینا کے گھر نہیں جا سکے۔ شہناز اور اس کی امی کا رات تک بیٹھی رہیں۔ اور جب وہ واپس جانے لگیں۔ تو مجبوراً عاصم انہیں چھوڑنے کے لئے جانا پڑا۔ انہوں نے بہت کوشش کی۔ کہ سے ہی واپس آ جائیں۔ لیکن ان کی چچی اور شہناز بری طرح پیچھے پڑ گئیں۔ کہ دیر تو بیٹھو۔ اور ان کی "کچھ دیر" ایک گھنٹے سے پہلے ختم نہیں ہوئی۔ عاصم واپس آئے تو بڑی بوریت محسوس کر رہے تھے۔ وہ کپڑے بدلے بغیر دیر تک بستر پر لیٹے بینا اور شہناز کے متعلق سوچتے رہے۔ اور سگریٹ پھونکتے رہے۔

شہناز کو خواہ مخواہ ہی بینا کی طرف سے غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اسے کیا معلوم کہ بینا کے دل میں عاصم کے لئے محبت نام کے کسی جذبے نے سر نہیں ابھارا ہے ــــ ؟ وہ تو بس اپنے ہی میں مگن رہتی ہے۔ دوسروں کے جذبات اور احساسات کو سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتی۔ لیکن ــــ اس کے باوجود اگر وہ عاصم کو پسند تھی تو اس میں عاصم کا کیا قصور۔ دل ہی تو ہے۔ اگر وہ بینا کو پسند کرنے لگا۔ تو اس میں عاصم کا کیا دوش۔ دل کب ــــ ؟ اور کس کی بات مانتا ہے ــــ ؟ وہ تو بس اپنی ہی من مانی

کرتا ہے۔ اپنے انجام سے بے خبر چپ چاپ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ اپنی منزل کی طرف ــــ اسے تو نہ اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ راستہ ناہموار ہے ! اور نہ اس بات کا کوئی اندیشہ کہ منزل بہت دور ہے ــــ ! وہ تو یہ بھی نہیں سوچتا کہ اکثر منزل جب دو چار قدم دور رہ جاتی ہے تو ہمت اتنی زبردست ٹھوکر کھاتی ہے۔ کہ پھر ــــ زندگی بھر سنبھلنے کا موقع نہیں ملتا۔ اسے تو یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ محبت کی راہ میں اکثر ایسے انجانے موڑ آتے ہیں۔ کہ دوسرا قدم اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اس انجانے موڑ پر کھڑا ہوا انسان خوش آئند لمحات کا انتظار کرتے کرتے موت کی نیند سو جاتا ہے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ــــ محبت کی وادی میں عہد طلسم کچھ اس طرح ٹوٹتا ہے۔ کہ زندگی بھر سنسان۔ ویران اور تپتے ہوئے ریگزاروں میں بھٹکنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ــــ ! لیکن پھر بھی یہ دل نہیں مانتا۔ کبھی نہیں مانتا ــــ ! کسی کی نہیں سنتا ــــ ! اب اس دل کو کون سمجھائے ــــ ؟

عاصم سگریٹ کے مرغولوں کے سرمئی دھند میں دیکھتے ہوئے سوچتے رہے۔

اور یہ سچ تھا ــــ ! عاصم نے اپنے دل کو بہت سمجھایا تھا۔ کہ ریگزاروں میں بھٹکنے سے کیا فائدہ ــــ ؟ وہاں تو سوائے اڑتے ہوئے بگولوں کے اور کچھ نہیں ــــ ! تپتے ہوئے بگولے کب کسی کو سکھ پہنچاتے ہیں ــــ ؟

بینا کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے ــــ ! وہ تو سرد ــــ بے حس اور مرمریں راکھ کا ایک تودہ ہے ــــ اس راکھ کی تہوں میں کوئی چنگاری نہیں دبی ہوئی ہے۔ پھر اس راکھ کو چھیڑنے سے فائدہ ــــ ؟

وہ تو محبت بھری نگاہوں کا مفہوم تک سمجھنے کی کوشش نہیں کر

پھر تم کیوں اس پر نچھاور ہوتے جاتے ہو ——؟

اور بینا سے صاف صاف سب کچھ کہہ دینے کی ہمت اب تک تو
میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی انہیں یہ بات پسند تھی۔ اپنے جذبات
اظہار کر کے وہ انہیں ارزاں نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ دوسرے نوجو
سے مختلف تھے۔ بہت مختلف ——! وہ اس بات کے قائل نہیں تھے
دل کی بات منہ سے ہی کہی جائے۔ کیا آنکھیں بے زبان ہوتی ہیں —
کیا انسان کا چہرہ اس کے دل کا آئینہ نہیں ہوتا —— ؟ پھر جذبات
اظہار کے لئے منہ کی زبان کا سہارا کیوں لیا جائے۔

بینا کے برتاؤ سے اکثر انہیں دکھ پہنچتا تھا۔ لیکن انہوں نے
یہ کوشش نہیں کی کہ دل کی افسردگی کو بینا پر ظاہر کریں وہ خود کیوں
نہیں سمجھتی —— ؟ وہ خود کیوں ان کے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے
کوشش نہیں کرتی ——؟

عاصم کو اگرچہ یہ احساس تھا۔ کہ کوئی کسی کی روح اور اس کے دل
گہرائیوں میں جھانکنے کی کوشش نہیں کرتا۔ لیکن پھر بھی —— وہ بینا
اپنے جذبات کو تھپک تھپک کر سلا نہ سکے تھے۔ انہیں تو ایک امید سی تھی
سی تھی۔ کہ شاید زندگی میں انجانے طور پر کوئی لمحہ ایسا آئے۔ جب بینا کا پتھر
موم ہو جائے۔ شاید آنے والی بہاروں میں کوئی صبح ایسی آئے جب مسکرا
ہوئے پھولوں کی البیلی سی مہک اس کے دل کی وادی میں بکھر جائے اور

ہت کا پیغام اسے سنا دے ——!

شاید کوئی خزاں رسیدہ شام ایسی آئے۔ جب شاخ سے بچھڑے
ئے زرد سوکھے پتوں کی کراہ بینا کے دل کو اداس کر جائے۔ اور اداسی کے
ون میں وہ سوچے کہ اس کی محبت سے محروم کوئی انسان بھی اسی طرح دکھ
سے کراہ اٹھتا ہو گا۔ اور تب وہ اس کے دکھ درد کا احساس کر کے تڑپ
، اور اس کے دل کے نہاں خانوں میں محبت جاگ جائے۔

شاید کبھی ایسا ہو کہ کسی طوفانی رات میں تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ بینا
ل کے ایوان کے بند دروازوں اور بند دریچوں کو کھول دیں۔ عاصم کی
ت کے قدم ان کھلے ہوئے دروازوں کی راہ سے اندر داخل ہو جائیں۔
ل کے خاموش ایوان میں عاصم کی محبت معبد خانے کے نیم تاریک ماحول
چپ چاپ جلتی ہوئی مومی شمعوں کی مانند روشن ہو جائے۔

اور —— اس روز شام کو بینا اپنی دوست نائلہ کے یہاں سے واپس
ٹو بالکل خلاف توقع چھوٹے ماموں اپنی فیملی سمیت آئے ہوئے تھے۔ چھوٹی
نی کو تو اس کی امی سے جانے کیا بیر تھا —— ؟ خوامخواہ ہی کھنچی کھنچی رہتی تھیں۔
نہ زیادہ آتی جاتی تھیں اور نہ چھوٹے ماموں کو آنے دیتی تھیں۔ ماں ہی کی
عادت شہناز میں تھی۔ بچپن ہی سے بینا سے خار کھاتی تھی۔ بینا اگر کہیں
بھی سادی ہوتی۔ تو جانے اس کی کیا گت بنتی —— ؟ وہ تو بینا کی تیزی کی وجہ
شہناز دبی رہتی تھی۔ جب کبھی بھی شہناز نے اس سے کوئی طعن آمیز جملہ کہا۔
نے تڑ سے ایسا جواب دیا کہ شہناز کھسیانی ہو کر رہ گئی۔

بینا اپنے ماموں ممانی کو سلام کر کے اپنے کمرے میں آگئی شہناز
کو ساتھ لے کر وہیں آگئی۔

"آج کیسے راستہ بھول گئیں ——؟" بینا نے مسکرا کر شہناز سے پو

"تم تو کبھی راستہ بھول کر بھی نہیں آتیں ——!" شہناز نے جواب

"راستہ بھول کر جانے کی ضرورت تو اسے محسوس ہوتی ہے۔ جس
کمزور ہو۔ مجھے تو ہمیشہ تمہارے گھر کا راستہ یاد رہتا ہے ——!" بینا نے کہا۔

"راستہ یاد رہتا ہے پھر بھی نہیں آتیں ——!" شہناز نے کرسی پر
ہوئے کہا۔

"اب اس میں میرا کیا قصور کہ جب میں تمہارے گھر جاتی ہوں ——
کسی ڈنر یا پارٹی میں شرکت کے لئے گئی ہوئی ہوتی ہو ——؟ اور والہ
یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتیں۔ کہ کون آیا ——؟ کون گیا۔
نے اچھا خاصا لکچر دے دیا۔

شہناز کھسیانی ہو کر ہنسنے لگی۔ بینا بڑی لاپرواہی سے اپنے بستر
ہو گئی۔ کچھ دیر بالکل خاموشی رہی۔ پھر بینا نے ہی بات چھیڑی۔

"اور سناؤ۔ کیا مصروفیت ہے آج کل ——؟"

"تم سناؤ۔ تمہاری کیا مصروفیت ہے ——؟" شہناز نے معنی
سے اس کی طرف دیکھا۔

"اپنی مصروفیت کیا ہوگی سوائے پڑھنے اور بیکار باتیں کرنے ——
بینا مسکرائی۔

"اچھا ——!" شہناز کے انداز میں کچھ طنز تھا اور کچھ حیرانی"

"اور کیا ——!" بینا نے کہا۔

"میں نے تو سنا ہے ان دنوں تمہاری کچھ اور بھی مصروفیت ہے ——!
طنز کرنے سے باز نہ رہ سکی۔

"وہ تمہیں پتہ ہوگی —— مجھے تو معلوم نہیں ——!" بینا مسکرائی

شہناز سے پھر کوئی جواب نہ بن پڑا۔ کچھ دیر چپ بیٹھی رہی پھر کچھ سوچ کر بولی۔

"آج عاصم صاحب نہیں آئے ——!"

"کون ——؟ عاصم بھائی —— آتے ہی ہوں گے ——!" بینا زیر لب
رائی شہناز کھول کر رہ گئی۔

"کوئی کام ہے تمہیں عاصم بھائی سے ——؟" بینا نے پوچھا

"نہیں تو —— ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔ کافی دنوں سے ملاقات نہیں
ہی ——!" شہناز نے کہا۔

"اچھا تو گویا تم عاصم بھائی سے ملنے کے لئے یہاں آئی ہو ——!" بینا نے
مسکرا کر کہا۔

"نہیں۔ یہ بات تو نہیں ہے ——!" شہناز جھینپ گئی۔

"بھئی اگر یہ بات ہے بھی تو چھپانے کی کیا ضرورت ہے ——؟ مجھے تو
خوشی ہو رہی ہے اسی بہانے تم ہمارے یہاں روز آجایا کرو گی" بینا نے کہا۔

"کیا روزانہ آتے ہیں ——؟" شہناز پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہاں تقریباً روزانہ ——!" بینا نے اطمینان سے کہا۔

اسی وقت سیما شہناز کو چائے کے لئے بُلانے
تو شہناز کی جان چھوٹی۔

اگلے اتوار کو سمیعہ آپا کی شادی ہونے والی تھی بڑے ماموں جان کے
ر زندگی کی رونقیں دوبالا ہوگئی تھیں۔ بینا ایک ہفتے سے آئی ہوئی تھی۔
ہناز آج ہی شام کو آئی تھی۔ یہ سُن کر کہ بینا ایک ہفتے سے آئی ہوئی ہے۔
ز حسد کی آگ میں جل گئی۔ رضا عباس کے گھر میں ہر ایک کی زبان پہ بینا کا
ام ہوتا تھا۔ اور شہناز سُن سُن کر جلی جاتی تھی۔

جتنی دیر بینا یونیورسٹی میں رہتی گھر میں خاموشی سی رہتی تھی۔ اس کے
ماآتے ہی سوئے ہوئے ہنگامے جاگ اُٹھتے بینا کی شرارتوں اور چٹ
جملوں سے سب ہی محظوظ ہوتے تھے۔ بڑے ماموں بڑے فخر سے کہتے:
یرے گھر کی رونق تو بینا سے ہے۔ اور شہناز جل بھُن کر خاک ہو جاتی۔ اور
ہی دِل میں سوچتی" معلوم نہیں کیا جادو کر دیا ہے اس لڑکی نے۔؟

یہ بھی نہیں کہ کوئی خوبصورت ہو۔ اس سے کہیں زیادہ اچھی تو میں ہ
شہناز کو اپنی خوبصورتی پہ بڑا گھمنڈ تھا۔

شہناز ہر روز نت نئے ڈیزائن کے کپڑے پہن کر اور بالوں
نئے اسٹائل بنا کر عاصم کو رجھانے کی پوری کوشش کرتی۔ ان کے
زیادہ سے زیادہ وقت گزارتی۔ اور بڑی اداؤں سے ان سے بات
سب بے سود ثابت ہو رہا تھا۔ عاصم کوئی ناپختہ کردار کے انسان تو
جو شہناز کی ان اداؤں پہ ریجھ جاتے۔ وہ تو اپنے سامنے اس کی موجود
جبراً قہراً برداشت کرتے تھے۔ بظاہر تو اخلاق سے ہی پیش آتے
کرتے —— ؟ مجبور تھے —— ! شہناز ان کے گھر مہمان آئی ہو
پھر —— رشتے داری کے بھی کچھ تقاضے تھے۔

شہناز تو یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ "آخر بتینا میں ایسی کیا
ہے —— ؟ جو سب اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ اتنی تو منہ پھٹ
ہے کہ بڑے چھوٹے کا کوئی خیال کئے بغیر ہر ایک کو کھری کھری سنا د
عاصم تک سے کبھی ڈھنگ سے بات نہیں کرتی۔ پھر بھی عاصم کی نظر ا
کے لئے محبت کروٹیں لیتی ہے۔

لیکن اب یہ تو بتینا کی قسمت ہی تھی۔ کہ اپنی ایسی فطرت کے با
اسے ہمیشہ ہر جگہ سے محبت ہی ملی تھی۔ سوائے چھوٹی ممانی کے گھر کے

اس روز سمیعہ آپا کو مایوں بٹھایا گیا تھا۔ رات تک، وہ دھاچو
رہی کہ توبہ —— ! عاصم کو ان سب ہنگاموں سے بڑی وحشت

روز وہ دوپہر ہی سے کہیں چلے گئے تھے۔ ایک دن پہلے بتینا اور عاصم
ڑپ ہو گئی تھی۔ اور عاصم اس سے کافی ناراض تھے۔ لیکن بتینا نے بھی طے
یا تھا۔ کہ وہ عاصم کو بخشے گی نہیں —— چاہے لڑائی ہو یا جھگڑا وہ ان کے
لگائے بغیر باز نہیں آئے گی۔

عاصم رات کو تقریباً دس بجے واپس آئے۔ سب اندر اپنے اپنے کاموں
اور ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔ بتینا کے کان تو آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔
گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ تو وہ پہلے سے عاصم کے کمرے میں دروازے
قریب چھپ کر کھڑی ہو گئی۔ عاصم جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے بتینا
ہاتھ بڑھا کر بڑے اطمینان سے ان کی سفید بے داغ قمیض پہ ابٹن لگا
۔ عاصم ابھی پوری طرح بات کو سمجھ بھی نہ پائے تھے۔ کہ بتینا نے ان کے ہاتھ
بھی کارگزاری دکھا دی۔

"کون احمق ہے یہ —— ؟" عاصم غصے سے بولے

"احمق ہوں گے آپ۔ یہ تو میں ہوں —— !" بتینا دروازے کے پیچھے
نکل کر بولی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے —— ؟" عاصم کا پارہ اور چڑھ گیا۔

"اس کو بدتمیزی کہتے ہیں آپ —— !" بتینا ان کے غصے کی پرواہ کئے
یر بولی

"تو اور کیا ہے یہ —— ؟" عاصم کی پیشانی پر لاتعداد شکنیں تھیں۔

"واہ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں۔ اس کو تو ابٹن کا کھیل کہتے ہیں —— بدتمیزی

تھوڑی کہتے ہیں ۔۔۔ ! بینا نے معصومیت سے کہا۔

"تمہیں جرأت کیسے ہوئی یہ حرکت کرنے کی ۔۔۔ ؟ عاصم نے

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں۔ جیسے کہیں کے بادشاہ سلامت ہیں

بینا مسکرائی۔

"میں کچھ بھی ہوں۔ لیکن جب میں نے کل کہہ دیا تھا۔ کہ مجھ سے ا
کی ضرورت نہیں ہے۔ تو تم۔ عاصم نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

"بس۔ بس۔ زیادہ لمبی تقریر مت کریئے ۔۔۔ ! بینا نے ہاتھ ا

"میں تقریر کر رہا ہوں ۔۔۔ ؟" عاصم جھنجھلا گئے۔

"اور کیا ۔۔۔ ؟ بینا نے سر ہلایا۔

"اچھا۔ بس آپ تشریف لے جایئے۔ مجھ سے بات کرنے کی ضرو
عاصم نے بڑی سرد مہری سے کہا۔

نہیں جاتے۔ آپ کی دھونس ہے ۔۔۔ ! بینا اکڑ کر بولی عاصم
طرف دیکھنے لگے۔

"دیکھ کیا رہے ہیں ۔۔۔ ؟ بینا نے پوچھا۔

"تمہارا سر ۔۔۔ !" عاصم نے جھنجھلا کر کہا۔

"میرا سر یہ رہا۔ ذرا چہرے سے اوپر کی طرف دیکھئے ۔۔۔ !" بینا
سنجیدگی سے کہا۔

اس نے کچھ اتنی بے ساختگی سے کہا۔ کہ عاصم اپنی مسکراہٹ کو روک نہ
لے۔ وہ منہ دوسری طرف کر کے مسکرانے لگے۔

"ادھر کہاں دیکھ رہے ہیں میرا سر ۔۔۔ ؟ میں تو ادھر بیٹھی ہوں ۔۔۔ !
ا نے مسکرا کر کہا۔

"ہر وقت کا مذاق مجھے پسند نہیں ۔۔۔ !" عاصم نے درشت لہجے میں
ہا۔

"بہت بہتر ۔۔۔ !" بینا بھی ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"یہ کیسا انسان ہے ۔۔۔ ؟ ذرا سا مذاق کر لیا۔ تو اتنی باتیں سنا کے رکھ
یں ۔۔۔ !" بینا نے دکھ سے سوچا۔

اس کا چہرہ سُجھ سا گیا۔ وہ اٹھ کر جانے لگی۔ عاصم اس کے چہرے کی
بدلتی ہوئی کیفیات کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں خود افسوس ہو رہا تھا۔ کہ انہوں
نے بینا سے اتنی سختی سے بات کیوں کی ۔۔۔ ؟

"ادھر آؤ ۔۔۔ !" عاصم اسے واپس جاتا دیکھ کر بڑی نرمی سے بولے۔

بینا کوئی جواب دیئے بغیر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عاصم نے آگے
بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چھوڑ دیجئے میرا ہاتھ ۔۔۔ !" بینا نے ناراضگی سے کہا۔

"نہیں چھوڑتے ۔۔۔ !" عاصم نے والہانہ انداز سے اس کی طرف دیکھا۔

بینا چپ چاپ کھڑی پلکیں جھپکاتی رہی۔

"ناراض ہو گئیں ۔۔۔ ؟" عاصم نے جھک کر پوچھا۔

"جی نہیں۔ بہت خوش ہوگئی ۔۔۔" بینا نے طنز سے کہا۔

"ٹھیک سے بات کرو ۔۔۔" عاصم نے اس کی پیشانی پر بکھری ہوئی زلفوں کی طرف دیکھا۔

"میں اب آپ سے بات ہی نہیں کیا کروں گی ۔۔۔" بینا نے غصے سے کہا۔

"کیوں ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا۔

"جب آپ ذرا سا مذاق بھی نہیں برداشت کر سکتے تو ۔۔۔" بینا چپ ہوگئی۔

"یہ ذرا سا مذاق تھا ۔۔۔؟" عاصم مسکرائے۔

"اور کیا ۔۔۔ اتنی زور سے ڈانٹ دیا مجھے ۔۔۔" بینا نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"کہاں چوٹ لگ گئی تمہارے ۔۔۔؟" عاصم نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کہاں چوٹ لگ گئی ۔۔۔؟" بینا نے ان کی نقل اتاری۔ اور ہاتھ چھڑانے لگی۔

"ایسے نہیں جا سکتیں ۔۔۔" عاصم مسکرائے۔

"کیا مطلب ۔۔۔؟" بینا نے تیکھی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ میرا ہاتھ صاف کرو۔ یہ تم نے کیا لگایا ہے اس پر ۔۔۔" عاصم نے کہا۔

بینا نے کچھ کہے بغیر عاصم کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر اپنے دوپٹے سے ان کا ہاتھ صاف کر دیا۔ عاصم خاموش کھڑے اس کے جھکے ہوئے سر کی طرف دیکھتے رہے۔ ان کے ہونٹوں پر پیار بھری مسکراہٹ تھی۔ بینا پھر واپس جانے لگی۔

"اور یہ قمیص کون صاف کرے گا ۔۔۔؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"دیدیجئے گا۔ دھو دوں گی ۔۔۔" بینا نے لٹھ مارتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ ادھر آؤ ۔۔۔" عاصم نے پھر اس کا راستہ روک لیا۔ بینا نے خشمگیں نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"غصہ تھوک دو ۔۔۔" عاصم نے مسکرا کر کہا۔

بینا چپ رہی۔

"بہت بری لگی تمہیں میری بات ۔۔۔؟" عاصم نے جھک کر پوچھا۔

بینا نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

"معافی مانگ لوں ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا

بینا نے جیسے نہ بولنے کی قسم کھائی تھی۔

"اس طرح نہیں روٹھتے ۔۔۔" عاصم نے بڑی نرمی سے کہا۔

بینا کچھ کہے بغیر جانے لگی۔

"میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا ہے محترمہ ۔۔۔" عاصم نے کہا

"ابھی بھجوا دوں گی ۔۔۔" بینا نے کہا۔

"کس کے ہاتھ ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا۔

"اس سے آپ کو کیا مطلب ۔۔۔؟" بینا نے کہا۔

"خود دے کر آؤ ــــ!" عاصم نے ذرا رعب سے کہا۔

"میں نہیں لاؤں گی ــ!" بینا نے صاف انکار کر دیا۔

"بس تو پھر میں بھی نہیں کھاؤں گا ــــ!" عاصم نے فیصلہ سُنا دیا۔

"مت کھائیے میری صحت پر کیا اثر پڑے گا ــ؟" بینا نے بڑی بے نیازی سے کہا اور چلی گئی۔

عاصم اس کے متعلق سوچتے رہ گئے۔ انہیں بہت افسوس ہو رہا تھا اُنہوں نے کیوں بینا سے اتنے سخت لہجے میں بات کی۔؟

بینا زیادہ دیر تک کسی سے ناراض نہیں رہ سکتی تھی۔ کسی سے کتنا ہی سخت جھگڑا ہو جائے۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب کچھ بھول کر روٹھنے والے کو منا لیا کرتی تھی۔ لیکن دو روز گزر گئے اس نے عاصم سے بات نہیں کی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے عاصم نے کبھی اس سے اتنے سخت لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ عاصم نے اس دوران میں اسے منانے کے لئے کیا کیا جتن نہ کئے لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ــ!

پھر ــــ اس روز عاصم رات کو باہر سے واپس آئے تو اپنی امی سے ان کا سامنا ہو گیا۔

"ہماری امی تو آج کل اتنی مصروف ہو گئی ہیں۔ کہ اُن سے بات تک کرنے کا موقع نہیں ملتا ــــ!" عاصم ان کے قریب آ کر مسکرائے۔

"تم تو خود ہی زیادہ تر گھر سے غائب رہتے ہو بیٹے ــ!" سلطانہ بیگم ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولیں۔

"گھر سے غائب نہ رہوں تو کیا کروں ــ؟ گھر میں مجھ سے بات کرنے کی فرصت ہی کسے ہے ــــ؟" عاصم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔

"کسے فرصت نہیں تم سے بات کرنے کی ــ؟" سلطانہ بیگم مسکرائیں۔

"کسی کو بھی نہیں ہے ــــ!" عاصم اپنے بستر پہ دراز ہوتے ہوئے بولے۔

"پھر بھی کسی کا نام لو ــــ!" سلطانہ بیگم ان کے سرہانے بیٹھ گئیں۔

"اب کس کس کا نام لیا جائے ــــ؟" عاصم نے سر اٹھا کر ان کی گود میں رکھ دیا۔

"مجال ہے کسی کی جو تمہیں نظر انداز کرے ــــ!" سلطانہ بیگم کی ساری ممتا ان کی آنکھوں میں سمٹ آئی۔

عاصم چُپ رہے۔

"اب بولو نا ــــ!" سُلطانہ بیگم مسکرائیں۔

"خیر۔ چھوڑئیے اس ذکر کو ــ!" عاصم نے کچھ بیزاری سے کہا۔

سُلطانہ بیگم چپ چاپ بیٹھی ان کے بالوں کو انگلیوں سے سُلجھاتی رہیں۔

"بینا کہاں ہے امی ــ؟" چند لمحوں بعد عاصم نے پوچھا۔

"اندر ہی ہے ــــ!" سلطانہ بیگم نے عاصم کی طرف دیکھا۔

"آپ کی یہ لاڈلی خواہ مخواہ ہی مجھ سے ناراض ہو گئی ہے ــ!" عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر جھگڑا ہو گیا تم دونوں میں ــ؟" سلطانہ بیگم بھی مسکرائیں۔

"آج تیسرا روز ہے ــ!" عاصم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ تو زیادہ دیر کسی سے ناراض نہیں رہتی۔ ضرور تم نے کوئی اُلٹی سیدھی

بات کہہ دی ہو گی ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے بینا کی حمایت لی۔

"آپ بھی اسی کی حمایت لے رہی ہیں ۔۔۔" عاصم مسکرائے۔

"چلو۔ غلطی اسی کی سہی۔ مگر تم بڑے ہو۔ منا لینا چاہیئے تمہیں۔

"آپ کو کیا خبر امی ۔۔۔" اپنی سی ہر کوشش کر ڈالی ۔۔۔" عاصم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا۔ میں اسے سمجھا دوں گی ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"کیا سمجھا دیں گی ۔۔۔" عاصم نے پوچھا۔

"یہی کہ تم سے نہ لڑا کرے ۔۔۔ ابھی سے اس طرح لڑو گے تم دونوں تو آگے چل کر تو نباہ کرنا مشکل ہو جائے گا ۔۔۔" سلطانہ بیگم کے ہونٹوں پر بڑی بھری مسکراہٹ تھی۔

"کیا مطلب ۔۔۔" عاصم انجان بن کر بولے۔

"بھئی۔ آخر تمہاری دولہن بن کر آنا ہے اُسے اس گھر میں۔" سلطانہ بیگم کی آنکھوں میں محبت کروٹیں لے رہی تھی۔

"یہ زبردستی کا سودا کیوں امی ۔۔۔" عاصم بہت سنجیدہ تھے۔

"زبردستی کا سودا کیسا ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے حیرت سے دیکھا۔

"اُس کے دل میں تو ایسا کوئی خیال نہیں امی۔ پھر آپ کیوں سوچے بیٹھی ہیں ۔۔۔" عاصم نے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے ان کی طرف دیکھا۔

"معلوم ہے مجھے ۔۔۔" عاصم نے کہا۔

"بچی ہے۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے پیار سے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر ۔۔۔" عاصم چپ ہو گئے۔

"مگر ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے ان کی طرف دیکھا۔

"اگر بینا کی مرضی نہ ہو۔ تو آپ لوگ زبردستی ہرگز مت کریئے گا۔" عاصم کی آنکھوں میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو تم ۔۔۔" سلطانہ بیگم بولیں۔

"ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں امی ۔۔۔" عاصم نے کہا۔

"نہیں تو خواہ مخواہ ہی اس کی طرف سے غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اب وہ اپنی زبان سے تو کہنے سے رہی۔ کہ تم ہی سے میں شادی کروں گی ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"اُفوہ ۔۔۔ امی آپ نہیں سمجھ سکتیں ۔۔۔" عاصم نے ان کی طرف دیکھا۔

"تم تو بیکار کی باتیں کر رہے ہو عاصم۔ خود تمہاری ہی مرضی نہیں ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے ۔۔۔" سلطانہ بیگم سوچ کر بولیں۔

"آپ خواہ مخواہ میری طرف سے بدگمان نہ ہوں امی ۔۔۔ بینا کے بارے میں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا ۔۔۔" عاصم کی سنجیدگی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

"خیر، ٹھیک ہے اگر وہ تمہیں پسند نہیں کرتی تو تمہارے لیئے بھی لڑکیوں کی کوئی کمی تو ہے نہیں ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"چھوڑیئے اس ذکر کو ــــ کیا شادی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا
ــــ ؟" عاصم نے کہا۔

"کیا مطلب ــــ ؟" سلطانہ بیگم نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

مطلب یہ کہ میں شادی کروں گا تو بینا سے۔ ورنہ نہیں ــــ !" عاصم نے
صاف کہہ دیا۔

"تم بے فکر رہو۔ انشاء اللہ تمہاری شادی بینا سے ہی ہو گی ــــ
سلطانہ بیگم مسکرائیں۔

عاصم نے دل ہی دل میں آمین کہا۔

میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ سمیعہ رخصت ہو کر چلی جائے تو فوراً
سے بالکل پکی بات کر لوں ــــ !" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"اتنی جلدی کیا ہے امّی ــــ ؟" ابھی تو معتصم بھائی باقی ہیں۔

"معتصم کا معاملہ تو ابھی کھٹائی میں پڑا رہے گا ــــ !" سلطانہ بیگم

"کیوں ــــ ؟" عاصم نے پوچھا۔

"معتصم کی خواہش ہے کہ نجمہ پہلے ڈاکٹر بن جائے ــــ !

"تو منگنی کر دیجئے امّی ــــ !" عاصم نے مشورہ دیا۔

"ہاں۔ ذرا اس تقریب سے فرصت ملے ــــ !

"نجمہ آئیں نہیں اب تک ــــ !" عاصم نے کہا

"شاید آج آئے ــــ اُس غریب کو تو کتابوں سے ہی فرصت نہیں
ملتی ــــ !" سلطانہ بیگم نے کہا۔

پرسوں چچی جان میری شادی کا ذکر کر رہی تھیں ــــ ؟" عاصم سوچ کر بولے۔

"ہاں ــــ انہیں تمہاری شادی کی بہت فکر ہے ــــ !" سلطانہ بیگم مسکرائیں۔

"ان کی باتوں سے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ کہ شہناز کے لئے ان کا رجحان تمہاری
ہے ــــ !" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"اچھا ــــ !" عاصم نے لاپرواہی سے کہا۔

"تمہیں پسند ہے شہناز ــــ ؟" سلطانہ بیگم نے عاصم کو ٹٹولنا چاہا۔

"توبہ کیجئے امّی ــــ !" عاصم جلدی سے بولے۔

سلطانہ بیگم مسکرا دیں۔

"اتنی تو فیشن ایبل ہے وہ لڑکی۔ مجھے تو ذرا نہیں پسند ــــ !"

"ہاں بھئی۔ سچی بات ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ خوبصورت ہے مگر انتہا
ے کی مغرور ہے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

عاصم خاموش رہے۔

"اپنی بینا کیا بُری ہے ــــ اس کے چہرے پر جو بھولپن اور معصومیت ہے
ناز میں کہاں ــــ ؟" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"شہناز تو ہر وقت بنی ٹھنی رہتی ہیں۔ اس لئے زیادہ اچھی لگتی ہیں ــــ !"
م نے کہا۔

"مجھے تو بینا کی فطرت بہت پسند ہے۔ ہر ایک سے محبت کرتی ہے ــــ !
ل کی بہت صاف ہے ــــ !" سلطانہ بیگم پیار سے بولیں۔

"ہر ایک سے تو نہیں کرتی ــــ !" عاصم اپنی امّی کی طرف کنکھیوں سے دیکھ

کر مسکرا دیے۔

"تم تو خوامخواہ بدگمان ہو اس کی طرف سے ۔۔۔" سلطانہ بیگم ان کا مطلب سمجھ کر مسکرائیں۔

"ایک بات ہے امی ۔۔۔" عاصم نے کہا۔

"کیا ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے استفہامیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"یہ شہانہ بینا سے بہت خار کھاتی ہے ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے

"ویسے بینا بھی خوب جواب دیتی ہے اسے ۔۔۔" عاصم نے مسکرا کر

"ٹھیک ہے۔ دینا بھی چاہیے جواب۔ آخر وہ کیوں اس کی باتیں سنے" سلطانہ بیگم نے کہا۔ اور اٹھ کر جانے لگیں۔

"کھانا بھجوں تمہارے لیے ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے پوچھا۔

"بھیج دیجیے۔ بینا کے ہاتھ ۔۔۔" عاصم مسکرائے۔

"اچھا۔ اچھا ۔۔۔" سلطانہ بیگم مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔

عاصم سگریٹ سلگا کر اس کے مرغولے بکھیرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد بینا کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔ گلابی غرارے کے سوٹ میں وہ بڑی نکھری نکھری سی لگ رہی تھی شاید شام کو اس نے غسل کیا تھا۔ کھلے ہوئے بال اب تک شانوں پر بکھرے تھے۔ ٹرے میز پر رکھتے ہوئے اس کی کلائیوں میں پڑی ہوئی سنہری کانچ کی چوڑیاں میں ٹکرائیں۔ اور کمرے میں ایک مترنم سی جھنکار گونج گئی۔ عاصم محویت اور پیار لیے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بینا کھانا رکھ کر کچھ کہے بغیر جانے لگی۔

"بینا ۔۔۔" عاصم نے اسے پکارا۔

"جی ۔۔۔" بینا نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ادھر آؤ ۔۔۔" عاصم نے اس کی پشت پر بکھرے ہوئے بالوں کی طرف

"فرمائیے ۔۔۔" بینا ان کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ ناراضگی کب تک رہے گی ۔۔۔" عاصم اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"زندگی بھر ۔۔۔" بینا نے اس طرح کہا۔ جیسے اس کے نزدیک اس بات کی اہمیت ہی نہ ہو۔

"خدا نہ کرے ۔۔۔ ایسی بات نہیں کہتے ۔۔۔" عاصم نے نرمی سے کہا۔

بینا خاموش رہی۔

"یہ کھانا تم خود لائی ہو ۔۔۔" عاصم نے اسے ٹٹولنا چاہا۔

"مجھے کیا پڑی تھی ۔۔۔ ممانی جان نے کہا تھا ۔۔۔" بینا تڑخ کر بولی۔

"اچھا بھئی ۔۔۔ چلو یونہی سہی۔ غصہ تو مت کرو۔" عاصم مسکرائے اور اس کے قریب آ گئے۔

"دوستی کر لو۔" وہ اس کی طرف جھک کر بولے۔ بینا خاموش کھڑی رہی۔

"بھلا یوں بھی روٹھتا ہے کوئی ۔۔۔ آج تو تیسرا دن ہے ۔۔۔" عاصم نے اس کی جھکی ہوئی پلکوں کی طرف دیکھا۔

"پھر میں کیا کروں ۔۔۔" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا۔

"دوستی کر لو ۔۔۔" عاصم مسکرائے۔

"نہیں ——" بینا اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔
"بیوقوف لڑکی۔ مسلمان آدمی دو دن سے زیادہ لڑائی نہیں رکھتے"
نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے دباتے ہوئے کہا۔
"اللہ —— چھوڑیئے نا —— ٹوٹ جائے گا میرا ہاتھ ——" بینا
چیخ کر کہا۔
"ٹوٹ جانے دو۔ پرواہ نہیں۔ پہلے تم یہ کہو کہ اب میں ناراض نہ
عاصم نے اور زور سے ہاتھ دبایا۔
"نہیں کہوں گی ——" بینا گھور کر بولی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں
تکلیف کے پانی آگیا تھا۔
"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ آج یہ ہاتھ ٹوٹ کر ہی رہے گا۔" عاصم نے ا
اطمینان سے کہا۔
"اچھا بھئی چھوڑ دیجئے۔ نہیں ناراض ہوں۔ بالکل نہیں ——" بینا نے
چھڑاتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ اب آئیں نا راہِ راست پر ——" عاصم نے مسکراتے ہو
ہاتھ چھوڑ دیا۔
"بڑے اچھے لگ رہے ہیں ——" بینا نے اپنے سرخ ہاتھ کو
دبایا۔ عاصم ہنستے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے۔ "ہاتھ تو دھو لیجئے ——" بینا
کو کھانے کی ٹرے اپنی طرف کھینچتے دیکھ کر کہا۔
"صاف تو ہیں ——" عاصم نے کہا۔

"صاف ہوں یا گندے —— کھانے سے پہلے ضرور دھونے چاہییں ہاتھ۔"
بینا نے نصیحت کی۔
"اچھا بھئی دھو لیتا ہوں۔ —— مگر تم جاؤ گی نہیں ابھی یہاں سے ——!"
نے کہا۔
"کیوں ——؟ میرا اب یہاں کیا کام ہے ——؟" بینا نے ابرو چڑھائے۔
"میرے ساتھ کھانا کھاؤ ——" عاصم نے کہا۔
"میں کھا چکی ہوں ——" بینا نے اپنے بالوں کو پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا۔
"تو پھر بیٹھی رہو ——" عاصم بولے۔
بینا خاموش رہی۔ عاصم ہاتھ دھونے چلے گئے۔ ہاتھ دھو کر آئے۔ تو بینا
ہیں کھڑی ہوئی تھی۔
"ادھر چل کر بیٹھئے ——" عاصم نے اس کے قریب جا کر کہا۔
بینا نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا۔ اور چپ چاپ ان کے سامنے آکر بیٹھ

"تمہارے بال کیوں ہمیشہ کھلے رہتے ہیں ——؟" عاصم نے سالن نکالتے
نے کہا۔
"کھلے رہتے ہیں ہماری مرضی ——" بینا پھر اپنی ڈگر پر لوٹ آئی۔
"بس۔ میں یہی چاہتا ہوں تمہارا موڈ ہمیشہ ایسا ہی رہے"۔ عاصم مسکرائے۔
"ہاں ایسا ہی رہے گا تبھی اس روز ڈانٹ دیا تھا۔ ذرا سا مذاق کرنے پر
——" بینا نے کہا۔

"آخر کب تک اس بات کو دہراؤ گی ۔۔۔" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"جب تک ہمارا دل چاہے گا ۔۔۔" بینا نے کہا۔

"تمہارا دل تو پاگل ہے ۔۔۔" عاصم نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"آپ خود پاگل ہیں۔ بیوقوف اور معلوم نہیں کیا کیا ۔۔۔" بینا نے کہا۔

"میں تم سے بڑا ہوں۔ کچھ احساس ہے تمہیں ۔۔۔" عاصم نے غصے سے کہا۔

"تو کیا ہوا ۔۔۔" بینا نے لاپرواہی سے کہا۔

"کچھ نہیں ہوا ۔۔۔" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا بابا۔ میرا دماغ مت کھائیے، کھانا کھائیے ۔۔۔" بینا برا سا منہ بنا کر بولی۔ عاصم مسکرا دیئے اور چپ چاپ کھانا کھانے لگے۔

کھانے کے برتن ملازم آکر لے گیا۔ تو بینا بھی اٹھ کر جانے لگی۔ کمرے سے باہر نکلی۔ تو شہناز باہر کھڑی ہوئی مل گئی۔ معلوم نہیں وہ کتنی دیر سے کھڑی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔

"کیا راز و نیاز ہو رہے تھے ۔۔۔" شہناز نے بینا کی طرف دیکھا۔

"ادھر آؤ ۔۔۔" بینا نے شہناز کا ہاتھ پکڑ کر عاصم کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔" شہناز کچھ سمجھ ہی نہ سکی۔

"ابھی بتاتی ہوں مطلب معنی سب بتاتی ہوں ۔۔۔" بینا نے کہا۔

عاصم دوسری طرف کے دریچے میں کھڑے تھے ۔۔۔ انہوں نے پلٹ کر دونوں کی طرف حیرت سے دیکھا۔

"عاصم بھائی۔ ذرا ان محترمہ کو بتایئے کہ مجھ میں اور آپ میں کیا راز و نیاز ہو رہے تھے ۔۔۔" بینا نے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"راز و نیاز ۔۔۔!" عاصم کے چہرے پر حیرت تھی۔

"ہاں۔ یہ مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ مجھ میں اور آپ میں کیا راز و نیاز ہو رہے تھے ۔۔۔" بینا ہنسی۔

عاصم بھی مسکرا دیئے۔ شہناز کھسیانی سی کھڑی تھی۔ لیکن دل ہی دل میں بینا کی اس حرکت پر اسے غصہ آرہا تھا۔

"میری اور عاصم بھائی کی لڑائی تھی۔ عاصم بھائی مجھے منا رہے تھے ۔۔۔ بولو ۔۔۔" بینا نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

عاصم اس کی اس صاف گوئی کو سراہے بغیر نہ رہ سکے۔

"بھئی۔ میں نے تو مذاق میں کہدی تھی یہ بات۔ تم تو خواہ مخواہ برا مان گئیں ۔۔۔!" شہناز سے کوئی اور بات نہ بن سکی۔

"ارے واہ ۔۔۔! ہم نے کب برا مانا ۔۔۔ یہ تو تم ہم پر الزام لگا رہی ہو۔ اور جانتی ہو کسی پر الزام لگانا جرم ہے۔ شہناز ۔۔۔ اس جرم کے خلاف ہم مقدمہ بھی دائر کر سکتے ہیں ۔۔۔" بینا نے لمبی چوڑی بکواس کر ڈالی۔

عاصم ہنسنے لگے۔ شہناز بھی زبردستی مسکرا دی۔

"ویسے شہناز بیگم —!" تمہاری یہ بات کچھ اچھی نہیں ہے —! بینا
"کیا —؟" شہناز گھبرا گئی۔
"تم نے سب کچھ تو باہر کھڑے ہو کر سن لیا۔ اور پھر بھی پوچھنے سے با
بینا شرارت سے بولی۔
"نہیں بھئی۔ میں تو اسی وقت آئی تھی ادھر —!" شہناز کا چہرہ فق ہو
"اچھے بچے جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ ہمیں سب پتہ ہے تم بڑی دیر
تھیں —!" بینا نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہارا تو دماغ خراب ہے —!" شہناز عاصم کے سامنے اپنی یہ تو
نہیں برداشت کر سکی۔ غصّے سے اس کا منہ سرخ ہو گیا۔
"تو پھر مجھے پاگل خانے بھجوانے کا انتظام کر دو —!" بینا شہناز کی
اُٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔
"ہٹو، مجھے جانے دو —!" شہناز بینا کا ہاتھ جھٹک کر چلی گئی۔ بینا
کی طرف دیکھ مُسکرائی۔
"سنبھالیے اپنی محترمہ کو —!" بینا نے عاصم سے کہا۔
"میری محترمہ کیوں ہونے لگیں وہ —؟" عاصم نے ناگواری سے
"چکر سارا یہی ہے — وہ چُپکے ہی چُپکے آپ پر اپنا دل و جان نچھاور
ہیں — اور میں جو کبھی آپ سے بات کر لیتی ہوں۔ تو انہیں غلط فہمی ہو جاتی
یہ نہیں جانتی کہ بینا ان بیکار کے چکّروں میں نہیں پڑتی —!" بینا نے بڑی
گووتی سے کہا۔

"کیا بیکار باتیں کر رہی ہو بینا —؟" عاصم کا موڈ خراب ہو گیا۔ جہاں
انہیں شہناز پر غصّہ آ رہا تھا۔ وہیں بینا کی زبان سے آج سب کچھ صاف صاف
سُن کر ان کے دل کو ٹھیس بھی پہنچی تھی۔
"یہ بیکار باتیں نہیں ہیں محترم —! اب آپ جاکر اپنی محترمہ کو منایئے —!"
بینا مسکرائی۔
"مجھے کیا پڑی ہے جو میں اسے مناؤں —؟" عاصم کا غصہ اور بڑھ گیا۔
"یہ بہت ضروری ہے عاصم بھائی۔ ورنہ انہیں رات بھر نیند نہیں آئے گی!"
بینا شرارت سے بولی۔
"بینا —!" عاصم تیز آواز میں بولے۔
"جی —!" بینا نے بھی اتنی ہی تیزی سے کہا۔
عاصم کچھ کہے بغیر اس کی طرف دیکھتے رہے — پھر دریچے کے قریب
جا کر کھڑے ہو گئے۔
"اے مسٹر — اب آپ پھر لڑائی والی بات کر رہے ہیں —!" بینا ان کے
قریب جا کر بولی۔
"مجھے مت پریشان کرو بینا —!" عاصم نے کہا۔
"اچھی بات ہے۔ میں نہیں بات کروں گی۔ پھر مت کہیے گا —" بینا
جانے لگی۔
"اب پھر یہ لڑکی مجھے تین چار روز کوفت میں مبتلا رکھے گی" عاصم نے اپنی
پریشانی کو بھول کر سوچا۔ اور آگے بڑھ کر بینا کا راستہ روک لیا۔

"پھر ناراض ہوگئیں ـــ ؟" عاصم مسکرائے۔

"ناراض ہوں میرے دشمن ـــ !" بینا نے عاصم کی پیشانی پر اُنگلی رکھ کر کہا۔ اور دھیرے سے ہنسی۔

"ہنسیں کیوں ـــ ؟" عاصم نے پوچھا۔

"ارے ان شہناز صاحبہ کی حرکت پر ـــ !" بینا نے کہا۔

"تم نے کیوں خوامخواہ بات بڑھا دی ـــ ؟" عاصم نے بڑی سنجیدگی سے

"وہ مجھے کیوں ایسے کہہ رہی تھی ـــ ؟" بینا گردن جھٹک کر بولی۔

"اب وہ طوفان کھڑا کر دیگی ـــ !" عاصم نے تشویش سے کہا۔

"کیا مطلب ـــ ؟" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ بات کا بتنگڑ بنائے گی ـــ !" عاصم نے کہا۔

"میرے منہ میں بھی زبان ہے ـــ میں کیا چپ رہوں گی ؟" بینا نے تیز ہو

"ہاں۔ ہاں مجھے معلوم ہے تم بڑی پٹاخہ ہو ـــ !" عاصم نے مسکرا کر چاہ سے اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا۔ اب جانے دیجئے۔ اتنی دیر ہوگئی ـــ !" بینا نے کہا۔

"جاؤ ـــ !" عاصم نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

"خدا حافظ۔ شب بخیر ـــ !" بینا نے باہر جاتے جاتے کہا۔

"شب بخیر ـــ !" عاصم نے مسکرا کر اس کی پشت پر بکھرے ہوتے بالوں کی طرف دیکھا۔ اور سگرٹ سلگا کر دریچے میں کھڑے ہوگئے

بینا ان بیکار کے جھگڑوں میں نہیں پڑتی ـــ ! عاصم کے کانو

میں بار بار یہی جملہ گونج رہا تھا۔ اور ان کا دل ٹوٹ کر رہ گیا تھا ـــ لیکن پھر بھی۔ ان کی آس نہیں ٹوٹی تھی ـــ ! اُمّید نے دامن نہیں چھڑایا تھا۔

زندگی لپٹ کے پیار ہو اسے

خوشبوؤں کے سیلاب میں ـــــ رنگ و نور کے سیلاب میں۔ مغربی سازوں کی تیز موسیقی کی لہروں میں ـــ ڈھولک کی تھاپ میں۔ بابل کے گیتوں کی درد بھری آوازمیں۔ قہقہوں کے طوفان میں مسکراہٹوں کے ہجوم میں اور آنسوؤں کی دھند میں ـــــ سمیعہ آپا کی رخصتی ہوگئی۔ ہنگامے تھک کر سو گئے سکون طاری ہوگیا ـــ اور زندگی اپنی ڈگر پہ لوٹ آئی۔

شادی کے موقع پر بڑے ماموں جان نے بینا کی سہیلیوں کو بھی مدعو کیا تھا۔ فوزیہ۔ ریحانہ۔ فرزانہ اور نائلہ چاروں ہی آئی تھیں۔ تب ان لوگوں نے عاصم کو پہلی بار دیکھا تھا۔ عاصم اس وقت بینا سے جانے کیا کہہ رہے تھے ـــ؟ چاروں نے معنی خیز انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور مسکرا دی۔ شادی کے ہنگاموں میں تو بینا سے کچھ کہنے اور تنگ کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

لیکن شادی کے بعد جب بینا یونیورسٹی گئی تو چاروں نے اسے دیکھتے ہی گھیر لیا۔

"بڑی پارسا بنتی تھیں بنّو ـــــ ہم نے سب دیکھ لیا" فوزیہ نے آنکھیں نچائیں۔ وہ لوگ گرلز کامن روم کے سامنے والے لان میں بیٹھی تھیں۔

"کیا دیکھ لیا ـــــ؟" بینا نے پوچھا۔

"وہ شہزادوں جیسی شان بان والے حضرت کون تھے؟" ریحانہ نے اس کی پیٹھ پہ ہاتھ مارا۔

"کہاں کا ذکر کر رہی ہو بڑی بی ـــــ؟ کیا کسی بادشاہ کے محل میں پہنچ گئی تھیں ـــــ؟" بینا نے کہا۔

"بنو مت زیادہ ـــــ سیدھی طرح اُگلو۔ کس سے بات کر رہی تھیں تم شادی والے روز ـــــ؟" فرزانہ نے رعب جھاڑا۔

شادی والے روز تو میں بہت لوگوں سے بات کر رہی تھی ـــــ تم لوگ بھی شامل تھیں ان میں ـــــ!" بینا نے بات کو اڑاتے ہوئے کہا۔

"اے نانی اماں ـــــ! جس وقت ہم گیٹ سے اندر داخل ہوئے تھے۔ تم چنبیلی کی بیل کے پاس برآمدے کے ستون کے قریب کھڑی کس کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں ـــــ!" نائلہ نے دانت پیس کر کہا۔

"اچھا وہ ـــــ وہ تو عاصم بھائی تھے ـــــ معتصم بھائی کے چھوٹے بھائی ـــــ!" بینا نے کہا۔

"تو تم نے اب تک ان کا ذکر ہم سے کیوں نہیں کیا ـــــ؟" نائلہ نے بڑے رُعب سے کہا۔

"دراصل مجھے یہ ڈر تھا نائلہ کہ کہیں تم محمود کو چھوڑ کر ان پر عاشق نہ ہو اور شہناز بیچاری منہ تکتی رہ جائے ۔۔۔" بینا نے شرارت سے کہا۔

"یہ شہناز کہاں سے ٹپک پڑیں بیچ میں ۔۔۔؟" فوزیہ نے پوچھا۔

"شہناز چھوٹے ماموں کی صاحبزادی ہیں۔ جو عاصم بھائی پر دل وجان سے فدا ہیں۔۔۔" بینا نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"ارے جھوٹی ہے یہ دنیا زمانے کی ۔۔۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں خواہ مخواہ شہناز کی آڑ لے رہی ہے۔ تاکہ اس کی جان بچ جائے۔" ریحانہ نے کہا۔

"اب ان بتو سے کوئی یہ پوچھے کہ عاصم صاحب "وہ" تو نہیں شہناز کے اور باتیں ان سے کر رہے تھے محبت بھرے انداز میں ۔۔۔ آخر کیوں ۔۔۔" نائلہ نے کہا۔

"ہاں سچ مچ۔ کیا والہانہ انداز تھا عاصم صاحب کا ۔۔۔ کیسی محبت چاہت تھی ان کی آنکھوں میں ۔۔۔؟ اپنی پیار بھری مسکراہٹ کے پھول نچھاور کر رہے تھے۔ بتو بیر ۔۔۔" ریحانہ نے کہا۔

"تم سب اوّل نمبر کی بیہودہ، بدتمیز لڑکیاں ہو ۔۔۔" بینا نے چڑ کر کہا۔

"ہم نے کیا بیہودگی کی ۔۔۔؟" نائلہ اور فرزانہ بولیں۔

"یہ کیا اول فول بک رہی ہو تم لوگ ۔۔۔؟" بینا نے کہا۔

"سچی بات کہہ رہے ہیں ۔۔۔" ریحانہ نے کہا۔

"کہہ دیا، کہ شہناز ۔۔۔" بینا کی بات ادھوری رہ گئی۔

"اچھا، چلو مان لیتے ہیں۔ کہ شہناز ان پر دل وجان سے فدا ہے ۔۔۔ لیکن یہ تو ضروری نہیں کہ عاصم بھائی بھی اس پر دل وجان سے فدا ہوں ۔۔۔" فوزیہ نے کسی قانون داں کی طرح نکتہ نکالا۔

"ہاں ۔۔۔ بالکل کیا پوائنٹ نکالا ہے ۔۔۔" سب نے فوزیہ کی پیٹھ ٹھکی۔

"بھئی وہ تو صاف نظر آ رہا تھا۔ کہ عاصم صاحب ان پر دل وجان فدا کئے ہوئے ہیں ۔۔۔" فوزیہ ذرا چڑھ گئی۔

"شہناز کون سی تھی ۔۔۔؟" نائلہ نے پوچھا۔

"دکھایا تو تھا میں نے شہناز کو ۔۔۔" بینا نے کہا۔

"ہاں دکھایا تو تھا۔ اس وقت یاد نہیں آ رہا ۔۔۔" نائلہ نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ارے وہی۔ جو ایک انچ کپڑے کا بلاؤز پہنے تھی ۔۔۔" فوزیہ نے کہا۔

"ہاں تو اور کیا۔ ایک ہی انچ میں بنا ہوگا۔ اوپر پھاڑ سا گلا۔ نیچے پیٹ کھلا۔ ننگے بازو لئے ادھر ادھر مٹکتی پھر رہی تھی" فوزیہ نے اس کی چال کی نقل اتاری۔ سب ہنسنے لگیں۔

"اچھا۔ وہ پر کٹی۔ بلاؤز کی آستین کٹی ۔۔۔" فوزیہ نے ہنس کر کہا۔

"ویسے ہے خوبصورت ۔۔۔" فرزانہ نے کہا۔

"خوبصورت ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ چڑیلیں بھی تو خوبصورت ہوتی ہیں ۔۔۔ ایسا پکا پن تھا چہرے پر۔ بالکل دادی اماں لگ رہی تھی ۔۔۔" فوزیہ نے کہا۔

"اے ہے ۔۔ تم کیوں اس کی دشمن بن گئیں ۔۔۔؟" ریحانہ نے کہا۔

"ایمان سے مجھے بڑا غصہ آرہا ہے ۔ اس پر، اگر اپنی بینا کی راہ میں کانٹا

تو اپنی اور اس کی جان ایک کردوں گی ۔۔۔!" فوزیہ نے کہا۔

"بینا خاموش بیٹھی ان لوگوں کی باتیں سن رہی تھی ۔ اور مسکرا رہی تھی ۔

"آخر تم لوگوں کو ہوا کیا ہے ۔۔۔؟ میرے ہی سامنے میری رشتہ دا

برائی کر رہی ہو ۔۔۔؟" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کریں گے ۔۔۔ وہ ہے ہی اسی قابل ۔۔۔!" فوزیہ نے رعب سے کہا۔

"اچھی بات ۔ ہے ۔ میں آج ہی جاکر اس کو سب کچھ بتادوں گی ۔ پھر دیکھنا

خبر لے گی ۔۔۔؟" بینا نے شرارت سے کہا۔

"چھوڑو بھی اس ذکر کو ۔۔۔!" ریحانہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔ اب سیدھی طرح بتاؤ ۔ عاصم بھائی سے کیا کیا باتیں کرتی ہو

نائلہ نے کہا۔

"دیکھو نائلہ تمہیں معلوم ہے ۔ مردوں کے متعلق میرے خیالات ک

قسم کے ہیں ۔ پھر مجھ سے ایسی توقع رکھنا فضول ہے ۔۔۔" بینا نے بڑی سنجید

سے کہا۔

"آخر کب تک تمہارے دل میں مردوں کے خلاف زہر بھرا رہے گا۔۔۔

فوزیہ نے کہا۔

"زندگی بھر ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"جو تمہارے پلے بندھے گا ۔ اس کی تو تم زندگی اجیرن کر دو گی ۔"

"میرے پلے کوئی نہیں بندھے گا ۔ میں شادی ہی نہیں کروں گی ۔۔۔!"

نے کہا۔

"یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے ۔۔۔!" فرزانہ نے نصیحت کی ۔

"بری بھی نہیں ۔۔۔!" بینا نے جواب دیا۔

"یہ سوچ لو ۔ کہ عاصم تم سے محبت کرتے ہیں ۔ !" ریحانہ نے کہا۔

"بالکل غلط خیال ہے تمہارا ۔ کسی سے بات کر لینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں

کہ اس سے محبت بھی ہو گئی ہے ۔۔۔ اور نہ ہی عاصم بھائی نے مجھ سے کبھی

بیکار بات کی ۔۔۔!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اور اگر ہماری بات سچی نکلی ۔۔۔؟" نائلہ نے کہا۔

"تو عاصم بھائی خود بھگت لیں گے ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"اچھا بھائی جانے دے تیرا پارہ تو چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے ۔! فوزیہ نے کہا۔

"ایک خبر اور سنو ۔۔۔!" نائلہ نے کہا۔

"سناؤ ۔ سناؤ ۔۔۔!" سب نے دانت نکال دیئے ۔

"سنا ہے ۔۔۔ ان دنوں ہارون اور احسان پائلٹ عشق کے مرض

بڑی شدت سے مبتلا ہو چکے ہیں ۔۔۔!" نائلہ نے کہا۔

"اچھا ۔۔۔!!!" سب نے کہا۔

"ہاں ۔۔۔!" نائلہ نے کہا

"کس سے عشق ہو گیا انہیں ۔۔۔؟" فوزیہ نے پوچھا۔

"نام سنو گی ۔۔۔؟" نائلہ نے پوچھا۔

"ہاں - بالکل —— !" سب نے کہا۔

"مس عنبرین آصف —— !" نائلہ نے بینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیرے محمود نے ہی اُڑائی ہوگی اُلٹی سیدھی —— !" بینا نے جل کر کہا۔

"اس میں تو شک نہیں۔ کہ محمود نے کہا ہے۔ لیکن ہے بالکل سچی بات۔" نائلہ نے مسکرا کر کہا۔

"تجھے کیسے معلوم، بول —— ؟" بینا نے نائلہ کے سر پر فائل مارتے ہو

"بھئی ہم ان کی نگاہوں کے انداز دیکھتے ہیں —— اور کبھی ایک دو لوگوں سے سنا ہے —— !" نائلہ نے کہا۔

"محسوس تو ہم نے بھی کیا ہے —— !" فوزیہ اور ریحانہ نے کہا۔

"ہاں —— جب بینا سے بات کرتے ہیں تو اُن کی نگاہوں میں بات کچھ اور ہوتی ہے —— !" فرزانہ نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ بس اب دونوں اپنی خیر منائیں۔" بینا نے کہا۔

"کیوں —— ؟ کیا ارادے ہیں —— ؟" فوزیہ نے پوچھا۔

"بس دیکھتی جاؤ —— ! اگر اُن دونوں کے سر سے عشق کا بھوت اُتارا تو میرا ذمہ ۔" بینا نے کہا۔

"بھئی۔ ہارون تو بہت خوبصورت۔ اسمارٹ ہے —— !"

"تو شہد لگا کر چاٹو اس کی شکل —— !" بینا نے کہا۔

"یہ غلط بات ہے بینا۔ تم ہر ایک کا دل توڑنے پر تُلی رہتی ہو۔" نائلہ نے کہا۔

"تو چپ رہ۔ تو نے توڑ دیا محمود کا دل —— !" بینا نے آنکھیں نکالیں۔

"احسان پائلٹ میں کیا خرابی ہے —— ؟" ریحانہ نے پوچھا۔

"اس کو جہاز ٹھیک سے اُڑانا نہیں آتا —— !" بینا نے کہا۔

"اچھا تو عاصم بھائی —— !" فرزانہ نے کہا۔

"ارے بابا نہ عاصم بھائی نہ کوئی اور —— بس مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔" ہوئے بولی۔

اور باقی سب بھی اس کے ساتھ ساتھ اُٹھ کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف جانے

راستے میں ٹیڈی ملا اور گلی ڈنڈا سے سامنا ہوگیا۔ تینوں دانت نکال ت دریافت کرنے لگے۔

اور اُس روز —— بینا کی غیر موجودگی میں رضا عباس اور سلطانہ بیگم ۔عاصم اور بینا کے رشتے کی بات تقریباً طے ہوگئی۔ لیکن رضا عباس ف صاحب دونوں کا خیال تھا۔ کہ بینا کی مرضی معلوم کئے بغیر کوئی قدم نہ جائے۔

بینا تقریباً تین بجے یونیورسٹی سے آئی —— منصور نے ہی دروازہ کھولا۔

"ارے آج تو کمال ہوگیا۔ نواب منصور دن میں سوئے نہیں —— !" بینا ل طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"ہاں۔ میں نے بھی سوچا آج جاگ کر دیکھا جائے کہ آپی سیر سپاٹے کر کے قت آئی ہیں —— ؟" منصور نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ میں سیر سپاٹے کرنے جاتی ہوں ——؟" بینا نے منہ کھینچتے ہوئے کہا۔

"اور کیا یونیورسٹی جگہ ہی ایسی ہے۔ کہ وہاں سیر سپاٹے کے نہیں کیا جا سکتا۔" منصور بینا کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"معلوم ہوتا ہے تم وہاں سیر سپاٹے کرنے جا چکے ہو!" بینا اندر میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔

"ہم آپ کی چوکیداری کرنے جا چکے ہیں وہاں ——!" منصور نے بولا۔ اور بینا کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا۔

"تم سے کس نے کہا وہاں جانے کو ——؟ اتنے سے تو ہو۔ ابھی یونیورسٹی بھی جانے لگے ——!" بینا فائل اور بیگ میز پر ڈالتے ہوئے

"امی نے ——!" منصور نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

"چل۔ جھوٹا بے ایمان ——!" بینا اس کے کان کھینچنے کے لئے تو وہ جھپاک سے باہر نکل گیا۔

بینا مسکراتی ہوئی ڈرائنگ روم میں چلی گئی۔

آدھی روٹی۔ آدھا کباب ——!
گنجے کو مارنا بڑا ثواب ——!
آدھی روٹی۔ آدھا کباب ——!
گنجے کو مارنا بڑا ثواب ——!

آوازیں بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ بینا اپنی چھت پر ایک سائے میں بیٹھی ہوئی پڑھ رہی تھی۔ پہلے تو اس نے ان آوازوں کی طرف دھیان نہ دیا۔ لیکن جب شور بڑھتا ہی گیا۔ تو وہ بھی کتاب چھوڑ کر کھڑی ہو گئی بڑی دلچسپی سے نیچے گلی میں دیکھنے لگی۔ فاروقی صاحب کے بچے عامر نے منڈوایا تھا۔ محلے کے باقی بچے اسے گھیرے ہوئے اس کے سر پر چپتیں رہے تھے اور کورس میں گا رہے تھے۔

آدھی روٹی۔ آدھا کباب ــــ!
گنجے کو مارنا بڑا ثواب ــــ!

بینا کے ہونٹوں پر خودبخود ہی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس کا
وہ بھی عامر کے سر پہ چپت لگا کر کہے۔

آدھی روٹی آدھا کباب.........!"

عامر بالکل رونے کے قریب تھا۔ کہ فاروقی صاحب کی بیوی
کھول کر جھانکا۔ اور بچوں کو ڈانٹ کر عامر کو اندر بلا لیا۔ ڈانٹ سُن کر
بچے ہنستے ہوئے اپنے گھروں میں بھاگ گئے۔ اور گلی میں بالکل
گیا۔ تپتی ہوئی دھوپ میں آم۔ جامن اور بادام کے درخت سر
کھڑے تھے۔ اور پتوں میں ہلکی سی سرسراہٹ تھی ــــ!

بینا پھر بیٹھ کر پڑھنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ زیبی
"پاگل ہوگئی ہو آپی کچھ ــــ اس وقت یہاں بیٹھ کر پڑھنے کا
زیبی نے کہا۔

"ارے سب چلتا ہے ــــ!" بینا نے لاپرواہی سے کہا۔
"لیکن میں تو یہاں نہیں بیٹھ سکتی ــــ!" زیبی نے کہا۔
"تو تم سے کون کہہ رہا ہے یہاں بیٹھنے کو ــــ؟" بینا نے کہا۔
"کہہ تو کوئی نہیں رہا۔ لیکن پھر بھی بیٹھنا ضروری ہے ــــ!" زیبی
"کیوں ــــ؟" بینا نے پوچھا۔
"ایک بات کہنی ہے تم سے ــــ!" زیبی کی آنکھوں میں شرارت

"کہو ــــ!" بینا نے اس کی طرف دیکھا۔
"لمبی بات ہے ــــ!" زیبی ہنسی۔
"چلو لمبی ہی سہی۔ اب کہہ بھی دو ــــ!" بینا کو تجسّس تھا۔
"نہیں بھئی ــــ نیچے چلو ــــ!" زیبی نے کہا
"چلو نیچے ہی چلتے ہیں ــــ!" بینا کتابیں اُٹھا کر کھڑی ہوگئی دونوں نیچے اُتر
اپنے کمرے میں آگئیں۔

"ہاں اب بتاؤ ــــ!" بینا نے کتابیں سرہانے رکھ کر لیٹتے ہوئے کہا۔
"تمہیں پتہ ہے ــــ امّی تمہاری شادی کرنے والی ہیں ــــ!" زیبی کی
ھ میں نہیں آرہا تھا کہ اور کس طرح بات شروع کرے۔
"ارے چل۔ میری نہیں تیری شادی کا ذکر کیا ہوگا۔ امّی نے ــــ!" بینا
ہنس کر بولی۔
"تم یقین کیوں نہیں کرتیں آپی تمہاری ہی شادی کا ذکر تھا!" زیبی اس کا منہ
دیکھتے ہوئے بولی۔ بینا خاموش رہی۔
"اور یہ بھی سن لو کس سے ــــ؟" زیبی مسکرائی۔
"کس سے ــــ؟" بینا نے اس کی طرف دیکھا۔
"عاصم بھائی سے ــــ!" زیبی خوش ہو کر بولی۔
"زیبی! مجھے تو اب تیرے گدو بندر جانے کے آثار نظر آرہے ہیں ــــ!"
بینا نے تشویش سے اس کی طرف دیکھا۔
"اس میں گدو بندر جانے کی کیا بات ہے ــــ؟" زیبی ہنسی۔

"تو باتیں ہی ایسی کر رہی ہے۔ مجھے تو شبہ ہے تیرا دماغ بھی صحیح ہ
نہیں ۔۔۔! بیناؔ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔
"میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ۔۔۔؟" زیبیؔ پریشان ہو کر بو
"ارے یہی۔ کہ عاصم بھائی کی اور میری شادی۔ ! بیناؔ نے کہا۔
"تو اور کیا۔ میں جھوٹ کہہ رہی ہوں ۔۔۔!" زیبیؔ نے کہا۔
"چل چل ۔۔۔! عاصم بھائی اور شہنازؔ کی شادی کا ذکر ہو گا ۔۔!" بیناؔ
بڑے اطمینان سے کہا۔
"نہیں آپی ۔!" زیبیؔ نے جھنجھلا کر کہا۔
"تیرے سننے میں فرق آیا ہے۔ تو اپنے کانوں کا علاج کروا ۔۔! میرا
ہے تو سمیعہ آپا کی سسرال چلی جا۔ کامران بھائی کسی اچھے سے ڈاکٹر سے تیرا
کروا دیں گے ۔۔۔!" بیناؔ نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ زیبیؔ پریشان ہو کر ا
طرف دیکھنے لگی۔
"آپی۔ خدا کے واسطے تم سیریس ہو جاؤ ۔۔۔!" زیبیؔ نے بے بسی کے
میں اس کی طرف دیکھا۔
زیبیؔ کی یہ حالت دیکھ کر بیناؔ کو معاملے کی نزاکت کا کچھ احساس ہوا
"زیبیؔ! تجھے یقین ہے۔ کہ ذکر میرا اور عاصم بھائی کا ہی تھا۔ بیناؔ نے پو
"ہاں آپی۔! ہاں۔ ہاں ۔۔ ! کتنی دفعہ کہلواؤ گی۔ !" زیبیؔ عاجز آ کر
"زیبیؔ۔ تب تو معاملہ سیریس ہے ۔۔۔!" بیناؔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔
"کیوں ۔۔۔؟" زیبیؔ بالکل نہ سمجھ سکی۔

"قصہ کیا ہے ۔۔۔؟ تو مجھے شروع سے بتا ۔۔۔!" بیناؔ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔
"بڑے ماموں اور رحمانی ایک دن تمہاری عدم موجودگی میں آئے تھے۔ انہوں
نے صاف صاف امی ابو سے کہہ دیا ہے کہ ہم بیناؔ کو عاصم کی دلہن بنا کر لے جائیں گے!"
زیبی نے کہا۔
"اُن دونوں کی طبیعت بالکل ٹھیک تھی نا اُس روز ۔۔۔!" بیناؔ نے انتہائی
سنجیدگی سے پوچھا۔
"کیا مطلب ۔۔۔؟" زیبیؔ نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا
"مطلب یہ کہ دونوں میں سے کس پر خدانخواستہ تیز بخار یا سرسام کی کیفیت
نہیں طاری تھی ۔۔۔!" بیناؔ کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔
"شرم کرو آپی ۔۔۔ تم تو بڑوں کو بھی اپنے مذاق کا نشانہ بنانے سے باز نہیں
یں ۔۔!" زیبیؔ کو غصہ آگیا۔
زیبیؔ تو نہیں سمجھ سکتی کہ اس وقت میرے دماغ کی کیا کیفیت ہے ۔۔!
را خیال ہے کہ ان کی زبان سے غلطی سے شہناز کی بجائے میرا نام نکل گیا ہو گا۔
نا اس قدر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی کہ زیبی سوچ میں پڑ گئی۔
"ایک دفعہ غلطی ہو سکتی ہے انسان سے۔ وہ لوگ تو بار بار تمہارا ہی نام
لے رہے تھے ۔۔۔!" زیبیؔ نے کہا۔
"مگر زیبیؔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔۔۔؟" بیناؔ پریشان ہو کر بولی۔
"کیوں نہیں ہو سکتا ۔۔۔؟" زیبیؔ نے پوچھا۔
"مجھ میں خوبی ہی کون سی ہے ۔۔۔؟" بیناؔ نے کہا۔

"بھئی۔ اب یہ تو کوئی عاصم بھائی کے دل سے پوچھے۔" زیبی شرارتاً مسکرائی بینا بڑی سنجیدگی سے کچھ سوچ رہی تھی۔

"کچھ پتہ ہے تمہیں۔ عاصم بھائی تمہیں کتنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ اگر میری شادی ہوگی تو بینا سے ورنہ زندگی بھر شادی نہیں کروں گا —!" زیبی نے ممانی جان کی بات دہرادی۔

"سب بیکار باتیں ہیں زیبی۔ ایک دم فضول۔ تو امی سے کہہ دے۔ پہلے بھی بار ہا کہہ چکی ہے اور اب بھی یہی کہتی ہے کہ وہ شادی نہیں کرے گی" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"دماغ صحیح ہے تمہارا —؟" زیبی ہنسی

"ہاں۔ بالکل صحیح ہے —!" بینا نے کہا

"وہ بے بھاؤ کی پڑیں گی۔ کہ سب اگلی پچھلی بھول جاؤ گی!" زیبی مسکرائی

"بلا وجہ ہی —!" بینا نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم نے اس بات کو بھی مذاق سمجھ لیا ہے۔!" زیبی نے کہا۔

"مذاق کی کیا بات ہے اس میں —؟" بینا جھنجھلا گئی۔

"تو اور کیا ہے یہ —؟" زیبی کو بھی غصہ آگیا۔

"میں سچ مچ شادی نہیں کروں گی —!" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"سب ایسے ہی کہتے ہیں —!" زیبی بولی۔

"لیکن میں ایسے ہی نہیں کہہ رہی ہوں —!" بینا نے کہا۔

"کوئی وجہ بھی ہو شادی نہ کرنے کی —!" زیبی نے جرح کی۔

"بس کچھ مردوں نے اپنے آپ کو اس قدر گھناؤنے روپ میں میرے سامنے پیش کیا ہے کہ مجھے نفرت ہوگئی ہے —!" بینا کا سارا وجود ہی اس وقت نفرت کی آگ میں جل رہا تھا۔

"لیکن تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ سب مرد ایک سے نہیں ہوتے —!"

زیبی نے اسے سمجھایا۔

اوپر سے خول چڑھا کر بعض مرد دنیا کو دھوکا دیتے ہیں۔ وہ خول ٹوٹے۔ تو سب مرد ایک ہی فطرت کے نظر آتے ہیں" بینا نے کہا۔

"بالکل غلط کہہ رہی ہو تم!" زیبی نے کہا۔

"تم کیا جانو زیب —؟ تم ابھی بچی ہو —!" بینا نے کہا۔

"اور تم تو جیسے مجھ سے پچاس سال بڑی ہو —!" زیبی مسکرائی۔

"یہاں عمروں کے تفاوت کا سوال نہیں ہے زیبی —! یہاں بات مشاہدے کی ہے —!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آخر کون کون سے لوگ تمہارے مشاہدے میں آگئے —؟" زیبی نے پوچھا۔

"تسنیم کے ابو کو بھول گئیں۔ نبتو خالہ، سائرہ آپا اور عالیہ کا حشر بھول گئیں؟"

بینا نے کہا۔

"اور —!" زیبی نے کہا۔

"اور بھی کتنے ہی لوگ میری نظر میں ہیں جنہوں نے یہی ذلیل حرکت کی —!"

نفرت کی آگ کے بلند ہوتے ہوئے۔ شعلے بینا کے پورے وجود کو اپنی آغوش میں لیتے جا رہے تھے۔

"وہ ٹھیک ہے آپی۔ مگر محض تھوڑے سے لوگوں کی اس حرکت کی وجہ
ہم سب مردوں کو تو بُرا نہیں کہہ سکتے ۔۔۔!" زیبی نے اسے سمجھانا چاہا۔
"سب ایک سے ہوتے ہیں۔ بس موقع ملنے کی دیر ہوتی ہے۔ پھر دیکھو
یہ عورت کا کیا کچھ حشر نہیں کر ڈالتے ۔۔۔! مردوں کے خلاف چھپی ہوئی نفرت
پوری طرح امنڈ آئی تھی۔

"اب تمہیں کیسے سمجھایا جائے ۔۔۔؟" زیبی پریشان ہو کر بولی۔

"مجھے سمجھانے کی ضرورت بھی نہیں ۔۔۔!" بینا بے نیازی سے بولی۔

"بھئی مجھے تو پکا یقین ہے۔ کہ عاصم بھائی دوسروں سے بہت مختلف ہیں۔
تم چاہو تو مجھ سے لکھوالو۔" زیبی نے کہا۔

"سب خول ہے ۔۔۔!" بینا نے نفرت سے کہا۔

"تو پھر تم راضی نہیں ہو ۔۔۔؟" زیبی پوچھا۔

"بالکل نہیں ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"میں امی سے کہہ دوں ۔۔۔؟" زیبی نے اس کی طرف دیکھا۔

"کہہ دو ۔۔۔!"

"اس کا انجام کیا ہوگا ۔۔۔؟ یہ بھی سوچ لو۔"

"مجھے انجام کی پرواہ نہیں۔"

"یہ کوئی اچھی بات بھی نہیں ہے۔"

"نہ سہی ۔۔۔!"

"یہ سوچ لو کہ بڑے ماموں اور ممانی تم سے کتنی محبت کرتے ہیں ۔۔۔!"

"میں بھی ان لوگوں سے کچھ کم محبت نہیں کرتی ۔!"

"یہ بھی خیال رکھو کہ عاصم بھائی سے ان کا سارا گھر والہانہ محبت کرتا ہے۔
انہیں اگر دُکھ پہنچا۔ تو کوئی تمہیں معاف نہیں کریگا ۔۔۔!

"میرا خدا مجھے معاف کریگا ۔۔۔!"

"ہونہہ۔ خدا معاف کریگا۔ تمہاری ذات سے خدا کے ایک بندے کو
زندگی بھر دُکھ پہنچے۔ اور خدا پھر بھی تمہیں معاف کر دیگا۔ اس بھول میں نہ رہنا۔!"

"مجھ سے خواہ مخواہ کی بحث مت کرو زیبی۔ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے۔
امی سے کہہ دو ۔۔۔!" بینا نے غصے سے کہا اور چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔

زیبی اُٹھ کر اپنی امی کے پاس چلی گئی

بینا کے دماغ پر ہتھوڑے سے چل رہے تھے۔ اور ذہن تھا کہ بُری طرح
اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ مردوں کے خلاف نفرت کی جو چنگاری بچپن سے اس کے سینے
میں دبی ہوئی تھی۔ ہر لمحہ گزرتے ہوئے وقت اور زندگی کے مشاہدات اور واقعات
نے اس ننھی سی چنگاری کو آگ میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور وہ آگ ۔۔۔ جو برسوں سے
اس کے سینے میں دبی ہوئی تھی۔ ہوا کے ایک معمولی سے جھونکے نے اسے بھڑکتے
ہوئے شعلوں کی صورت دے دی تھی۔ شعلے بلند ہو رہے تھے ۔۔۔ بلند تر ہو
رہے تھے۔ ۔ اور بینا کا دل۔ اس کا دماغ۔ اور اس کی روح ان بھڑکتے ہوئے
مہیب شعلوں کی بے پناہ گرمی سے جھلسی جا رہی تھی۔ تسنیم کی امی، سائرہ آپا، شبو
خالہ۔ عالیہ۔ کرنل آفریدی کی بیگم نیلم اور ہیلن کے منگیتر فلپ سب واقعات
اس کی نظروں کے سامنے کسی فلم کے مناظر کی طرح ایک کے بعد ایک گھوم رہے تھے۔

ہر طرف طوفان تھے ـــــ اور آندھیاں ـــــ! چنگھاڑتے ہوئے مہیب طوفانوں
کے شور میں اُڑتے ہوئے بگولوں کی دھند میں۔ ہر طرف یہی شور بلند ہو رہا تھا۔
سب جھوٹ ہے ـــــ! سب فریب ہے ـــــ! سب دھوکا ہے ـــــ! کچھ
نہیں ـــــ یہ محبت کچھ بھی نہیں ـــــ!"

تو عاصم بھائی آپ صرف اس لیے یہاں آتے تھے ـــــ؟ آپ کے روز
روز آنے کا مقصد یہ تھا ـــــ؟ مجھ سے باتیں کرنے میں یہ غرض پوشیدہ تھی ـــــ!
کاش ـــــ! میں نے پہلے سوچ لیا ہوتا ـــــ! تو میں ہرگز آپ سے بلاضرورت
بات نہ کرتی ـــــ! خواہ رشتے داری کے تقاضے مجھ سے کچھ بھی کہتے ـــــ! بینا
نے سوچا۔ اور اس کا ذہن بجائے سلجھنے کے اور اُلجھتا گیا۔

زیبی نے اسی وقت جا کر امی کو ایک ایک بات بتا دی امی یہ سب سُن
کر چند لمحے کے لیے تو کچھ بول بھی نہ سکیں۔ سکتے کے عالم میں بیٹھی زیبی کی طرف
دیکھتی رہ گئیں۔

وہ تو یہ سمجھتی تھیں کہ دوسری لڑکیوں کی طرح بینا بھی یہ بات محض مذاق میں
کہتی ہے۔ کہ "امی میں شادی نہیں کروں گی۔

یہ بات تو کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی تھی۔ کہ مذاق میں کہی گئی
ایک بات سچ مچ سنجیدگی کا روپ دھارے ہوئے ہوگی ـــــ!"

خدا کرے بینا نے یہ بات مذاق میں کہی ہو ـــــ! لیکن ـــــ لیکن۔
اگر ایسا نہ ہوا ـــــ تو ـــــ تو کیا ہوگا ـــــ؟ کیا ہوگا ـــــ؟ میں بھائی اور بھابی
کے سامنے کیا منہ دکھاؤں گی ـــــ؟ میری کیا عزت رہ جائے گی ان کے سامنے

ـــــ! اور وہ جو بینا سے اتنی محبت سے پیش آتے ہیں ـــــ ان کے سامنے
زت رہ جائے گی بینا کی ـــــ؟ کیا ہونے والا ہے خدایا ـــــ؟ کیا انجام
گا اس بات کا ـــــ؟ تو ہی اس بیوقوف لڑکی کو عقل دے۔

محض چند لمحوں میں اتنی ساری باتیں فرزانہ بیگم کے ذہن میں آکر گزر گئیں۔

"امی ـــــ!" زیبی نے انہیں خاموش بیٹھے دیکھ کر کہا۔

"ہوں ـــــ!" فرزانہ بیگم چونک گئیں۔

"کیا سوچنے لگیں آپ ـــــ؟" زیبی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"کس اُلجھن میں ڈال دیا مجھے اس لڑکی نے ـــــ! فرزانہ بیگم نے مدھم
ز میں کہا۔

"آپ پریشان کیوں ہو رہی ہیں امی ـــــ؟ سب ٹھیک ہو جائیگا ـــــ!"
نے کہا۔

فرزانہ بیگم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ "دو چار دفعہ نرمی
کو سمجھائیں گے۔ تو وہ مان جائیں گی ـــــ! زیبی نے کہنے کو تو یہ بات کہہ
لیکن آثار کچھ اچھے نہیں نظر آرہے تھے۔

"کیا کہہ رہی ہے بینا ـــــ؟" فرزانہ بیگم نے پوچھا۔

"لیٹی ہوئی ہیں ـــــ!" زیبی نے کہا۔

فرزانہ بیگم اٹھ کر جانے لگیں۔

"امی میرا خیال ہے ـــــ آپ اس وقت ان سے کچھ مت کہیے ـــــ!"
ی نے کہا۔

"کیوں ۔۔۔؟" فرزانہ بیگم نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔
"وہ بہت غصّے میں بھری ہوئی ہیں ۔۔۔!" زیبی بولی۔
"میں کیا اس کے غصّے سے ڈرتی ہوں ۔۔۔!" فرزانہ بیگم کو غصہ آگیا۔
"یہ بات نہیں امّی ۔۔۔ لیکن ۔۔۔!" زیبی چپ ہوگئی۔
"لیکن ۔۔۔؟" فرزانہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا۔
"میں نے آپی کو کبھی اتنے غصّے میں نہیں دیکھا ۔۔۔!" زیبی نے سہم کر کہا۔
فرزانہ بیگم کچھ سوچنے لگیں۔ پھر زیبی سے کچھ کہے بغیر بینا کے کمرے کی طرف
جانے لگیں۔
"امّی خدا کے لیئے ان سے بہت نرمی سے بات کریئے گا۔"
زیبی بھی اُٹھ کر ان کے ساتھ چلنے لگی۔ بینا اپنے بستر پر لیٹی لامتناہی
سوچوں میں گم تھی۔ قدموں کی آہٹ پر بھی وہ نہیں چونکی۔
"بینا ۔۔۔!" فرزانہ بیگم اپنے لہجے کی سختی پر قابو نہ پا سکیں۔
بینا نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔
"زیبی سے تم نے کیا کہا ہے ۔۔۔؟" فرزانہ بیگم اس کے قریب بیٹھتے ہوئے
بولیں۔
بینا خاموش رہی۔
"بولو بیٹی ۔۔۔!" اُنہوں نے نرمی سے کہا۔
"امّی ۔۔۔!" بینا نے ان کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بول نہ سکی۔
"ہر بات کو مذاق نہیں سمجھنا چاہیئے بیٹی ۔۔۔!"

فرزانہ بیگم نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
بینا خاموش رہی۔
"آخر عاصم میں کس بات کی کمی ہے ۔۔۔؟ صورت ہے۔ وہ ہزاروں میں
ایک ۔۔۔ اور سیرت بھی اچھی ہے۔"
بینا پھر بھی چپ رہی۔
"ایسے رشتے تو قسمت سے ہی ملتے ہیں۔ آئی ہوئی چیز کو ٹھکرانا بہت بُری
بات ہے خدا ایسے بندوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ جو اس کی دی ہوئی چیز کو
ٹھکراتے ہیں ۔۔۔ اس دُنیا میں نہیں تو اگلی دنیا میں ضرور اس کا بدلہ مل جاتا
ہے ۔۔۔!" فرزانہ بیگم بڑی نرمی اور پیار سے اسے سمجھا رہی تھیں "تمہیں تو
خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اتنی اچھی جگہ جاؤ گی ۔۔۔ نہ نندوں کا جھگڑا ہوگا نہ
ساس کا ۔۔۔ سب تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ بھابھی جان تمہیں کسی طرح
بھی سمیعہ، فریحہ سے کم نہیں چاہتیں۔ معتصم کی بیوی نجمہ آئے گی۔ وہ تمہاری
اپنی خالہ کی بیٹی ہے ۔۔۔ تمہیں کس قدر چاہتی ہے ۔۔۔؟ پھر تمہیں کیا
چاہیئے ۔۔۔؟" فرزانہ بیگم نے اس کا سر کندھے سے لگالیا۔
بینا چپ چاپ ان کے کندھے سے لگی رہی۔
"تمہارے ذہن میں تسنیم۔ سائرہ اور شبّو کے جو قصّے ہیں انہیں بالکل نکال
دو۔ اگر سب مرد ایک سے ہونے لگیں۔ تو عورتیں تو اس دنیا میں جینے کا تصوّر
بھی نہ کرسکیں ۔۔۔!
تمہیں یاد ہے۔ جب تسنیم کے ابّو نے اسے اور اس کی امّی کو گھر سے

نکال دیا تھا۔ تو تم دن رات اپنے ابّو سے یہی سوال کرتی تھیں۔ کہ ابّو آپ
اور امّی کو گھر سے نکال تو نہیں دیں گے ؟ اکثر سوتے سوتے چونک پڑتی تو
اور اپنے ابّو کو جگا کر کہتی تھیں ابو آپ نئی امّی تو نہیں لائیں گے نا۔ امّ تم
تمہارے ابّو میرا خیال نہیں رکھتے ۔۔۔ ؟ تم سب سے محبّت نہیں کرتے
انہوں نے آج تک کبھی تم سے سختی سے بات کی ۔۔۔ ؟ میں تو پھر بھی تم لوگ
ڈانٹ دیتی ہوں۔ لیکن تمہارے ابّو تو تم سب کو بہت چاہتے ہیں۔ خدا
سے تو بہت محبّت کرتے ہیں ۔۔۔ !
فرزانہ بیگم بینا کو سمجھانے کی پوری کوشش کر رہی تھیں۔ لیکن انہیں
معلوم تھا۔ کہ بینا کے دل میں نفرت کا جو بیج بویا گیا تھا۔ گزرتے ہوئے
کے ساتھ بڑھتے بڑھتے اب وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا۔ جس کی
اتنی مضبوط تھیں کہ اب کوئی غیر معمولی طوفان کسی غیر معمولی آندھی کے جھونکے
گرا سکتے تھے۔
"کوئی جلدی نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کر دینا"
فرزانہ بیگم نے نرمی سے کہا۔
"امّی ۔۔۔ !" بینا نے ان کے کندھے سے سر اٹھایا۔
"ہاں بولو بیٹی ۔۔۔ کچھ تو بولو ۔۔۔ !" فرزانہ بیگم نے پیار سے کہا۔
"امّی۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں ۔۔۔ بہت سوچ سمجھ کر" بینا نے مدھم آواز
"کیا ۔۔۔ ؟" فرزانہ بیگم کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔
"وہی۔ جو زیبی نے آپ سے کہا ہے ۔۔۔" بینا کی آواز بہت مدھم تھی۔

"بینا ۔۔۔ !" فرزانہ بیگم کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا۔
"میں تمہیں یہ فیصلہ کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی ۔۔۔ !" فرزانہ بیگم
کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو رہا تھا۔
"مجھے مجبور مت کریے ۔۔۔ !" بینا نے التجا کی۔
"میں تمہاری ماں ہوں ۔۔۔ میرے بھی بہت سے حقوق ہیں تم پر ۔۔۔ !"
"وہ تو ٹھیک ہے امّی مگر ۔۔۔ !"
"اور کچھ نہیں تو کم سے کم ہماری عزّت کا خیال کرو ۔۔۔ ! یہ سوچو کہ تمہارے
اس انکار سے آپس کے تعلقات کس قدر خراب ہو جائیں گے ۔۔۔ !" ان کی
آواز بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھی۔
"منصور، عرفان اور سیما بھی وہیں آ گئے تھے۔
"دنیا والے تھوکیں گے تم پر کہ بھانجی نے ماموں ممانی کی بے پناہ محبّت کا
یہ صلہ دیا ۔۔۔ !" بہن نے بھائی اور بھاوج کی محبّت کے جواب میں اُن کے
مُنہ پر تھپڑ کھینچ مارا ۔۔۔ !" فرزانہ بیگم کے ہونٹ غصّے سے کپکپا رہے تھے۔
"امّی، میری بات بھی تو سن لیجئے ۔۔۔ !" بینا نے آہستہ سے کہا۔
"سناؤ۔ سب کچھ تو تم سنا چکیں۔ اب بھی کوئی کسر باقی ہے ۔۔۔ ؟"
فرزانہ بیگم نے غصّے سے اس کی طرف دیکھا۔
"آپ کو نہیں خبر شہناز عاصم بھائی سے شادی کرنا چاہتی ہے ۔۔۔ !"
"بیکار کی بہانے بازی مت کرو میرے سامنے ۔۔۔ ! ہونہہ ۔۔۔ !
شہناز عاصم کو چاہتی ہے۔ شہناز کی آڑ لے لی۔

شہناز کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے ـــــ ؟ عاصم تو تم سے
کرتا ہے ـــــ !"

فرزانہ بیگم نے انتہائی غیض کے عالم میں کہا۔

اور بینا جو اتنی دیر سے ضبط کئے بیٹھی تھی۔ محبت کا لفظ سن کر آپ
باہر ہوگئی۔

"سب جھوٹ ہے امی۔ کوئی مرد کسی عورت سے سچی محبت نہیں کرتا
وہ ان کی بزرگی کا خیال کئے بغیر چیخ کر بولی۔

"یہ مت بھولو بینا! کہ تم اپنی ماں سے بات کر رہی ہو! فرزانہ بیگم کا بس
چل رہا تھا۔ کہ مارے چانٹوں کے بینا کا منہ سرخ کردیں۔ آپ کی بے جا ضد
میرے سوچنے سمجھنے کی طاقت ہی سلب کئے دے رہی ہے ـــــ!" بینا نے
لہجے میں کہا۔

"بینا! ذرا ہوش میں رہ کر بات کرو ـــــ!" فرزانہ بیگم کا ہاتھ اس پر
اُٹھتے رہ گیا۔ وہ غصے سے کانپ رہی تھی سب بچے سہمے ہوئے کھڑے کانپ ر
تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی اپنی امی کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا
ان کا ہاتھ تو بچپن میں بھی کبھی کسی بچے پر نہیں اُٹھا تھا۔

"امی! آپ اپنے کمرے میں چلیئے۔ اس وقت آپی سے بات کرنا ما
نہیں ـــــ!" زیبی ہمت کر کے آگے بڑھی۔ اور امی کا ہاتھ تھام کر انہیں
لگی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں امی کی طبیعت ہی نہ خراب ہو جائے۔

فرزانہ بیگم چپ چاپ اُٹھ کر زیبی کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی

ور۔ عرفان اور سیما بھی سہمے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

زیبی امی کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر واپس آئی۔ تو بینا گھٹنوں میں منہ
ائے بیٹھی تھی۔ زیبی کچھ دیر بینا کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر ہمت کر کے آگے بڑھی۔

"آپی ـــــ!" زیبی نے قریب جا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

بینا نے سر اٹھایا۔ اور چپ چاپ، زیبی کی طرف دیکھتی رہی۔

"کیا سوچ رہی ہیں ـــــ؟" زیبی نے پیار سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ـــــ!" بینا نے مدھم آواز میں کہا۔

"چائے پئیں گیں ـــــ؟ آپ کے لئے چائے بنالاؤں ـــــ؟" زیبی کو کچھ
ر بات ہی نہ سوجھی۔

"نہیں ـــــ!" بینا نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ نے اس وقت بہت برا کیا آپی ـــــ آپ کو امی سے اس طرح
ت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ ـــــ!" زیبی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لئے زیبی! خاموش رہو۔ میں اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا
ہتی ـــــ!" بینا نے تیز آواز میں کہا

زیبی خاموش ہوگئی۔

بینا نے سرہانے رکھی ہوئی کتابیں اٹھا کر بڑی بے دردی سے میز پر ڈال
یں۔ اور سر تک چادر تان کر لیٹ گئی۔

شام کو آصف صاحب واپس آئے۔ تو گھر میں خلاف توقع اتنی خاموشی
یکھ کر وہ کچھ حیران سے رہ گئے۔ سب بچے سہمے ہوئے تھے ـــــ فرزانہ بیگم

منہ پیٹے پڑی تھیں۔ آصف صاحب نے انہیں اُٹھایا۔ تو چند منٹ تک وہ بت..
ہی رہ گئے۔ ان کی آنکھوں میں افسردگی اور پریشانی کے طویل سائے لہرا رہے..
وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑی نظر آ رہی تھیں آصف صاحب کو یاد نہیں آ..
تھا کہ شادی کے بعد سے کوئی دن ایسا گزرا ہو۔ جب فرزانہ بیگم اتنی پریشان..
اداس رہی ہوں ـــــ پہلے تو وہ سمجھے کہ شاید طبیعت خراب ہے ـــــ ! مگر..
پریشانی افسردگی ـــــ ؟ وہ سمجھ نہ سکے۔

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد انہیں سب کچھ معلوم ہو گیا۔ فرزانہ بیگم نے..
تفصیل سے ان کے گوش گزار کر دی۔ آصف صاحب کرسی کی پشت سے ٹکا..
سوچتے رہے دس پندرہ منٹ اسی طرح گزر گئے۔ معاملہ واقعی نازک تھا..
پھر بھی وہ فرزانہ بیگم کو تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"اس قدر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے ـــ ؟ سب ٹھیک ہو جائے گا.."

"کیسے ٹھیک ہو جائے گا... ـــ ؟ وہ تو اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہے۔"

"اسے دو تین دفعہ پیار سے سمجھایا جائے گا۔ تو مان جائے گی۔" آصف صا..
نے کہا۔

"آپ کو کیا خبر ـــ ؟ ہر طرح سمجھا کے دیکھ لیا ـــ !" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"صبر کرو ـــ مجھے بھی بات کر لینے دو اس سے ـــ !" آصف صاحب..
کہا۔

"مجھے تو رہ رہ کے یہ خیال آتا ہے۔ کہ بھائی جان اور بھابی جان کیا سوچیں..
گے ـــ ؟ ان کی اتنی محبت اور شفقت کا یہ صلہ ـــ ! فرزانہ بیگم پریشان..

..بولیں۔

"ہوں ـــ ٹھیک کہتی ہو تم ـــ !" آصف صاحب نے کہا۔ اور
..کو آواز دے کر بینا کو بلوایا۔ تھوڑی دیر بعد بینا کمرے میں داخل ہوئی۔
..وش سر جھکائے ہوئے!

"ادھر آؤ بیٹی ـــ !" آصف صاحب نے پیار سے کہا
بینا ان کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

"یہاں بیٹھو ـــ !" آصف صاحب نے اپنے سامنے والی کرسی کی طرف
..ارہ کیا۔

بینا نے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ دیر تک تو آصف صاحب کی سمجھ میں ہی نہیں
..ا ـــ کہ بات کا آغاز کس طرح کریں ـــ ؟ وہ بینا کی طرف دیکھتے ہوئے
..دیکھتے رہے۔

فرزانہ بیگم اپنے بستر پہ خاموش بیٹھی تھیں۔

"آج زینی نے تم سے کچھ پوچھا تھا بیٹے ـــ !" آصف صاحب نے پوچھا۔
..نا خاموش رہی۔

"جواب دو میری بات کا ـــ !" آصف صاحب نے نرمی سے کہا۔

"جی ـــ !" بینا کی آواز بالکل مدھم تھی۔

"پھر تم نے کیا جواب دیا ؟" آصف صاحب نے پوچھا

"بینا چپ چاپ بیٹھی اپنے ناخن کریدتی رہی۔

"تمہیں عاصم کا رشتہ منظور نہیں ـــ ؟" آصف صاحب کو مجبوراً

صاف صاف کہنا پڑا۔

بینا چپ رہی۔

"شرمانے کی ضرورت نہیں بیٹی ـــــ بس تم اس وقت یہ سمجھو کہ میں
دوست ہوں ـــــ!" آصف صاحب نے کہا

"نہیں ـــــ!" بینا نے کہا۔

"کیوں ـــــ؟ اس میں کیا برائی ہے ـــــ؟" آصف صاحب نے پوچھا

"کوئی برائی نہیں ـــــ!" بینا کا جھکا ہوا سر اُوپر نہیں اُٹھ رہا تھا۔

"پھر ـــــ؟" آصف صاحب نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں ـــــ میں شادی نہیں کروں گی ـــــ!" بینا نے بمشکل تمام کہا۔

"کیوں ـــــ؟" آصف صاحب نے پوچھا۔

بینا نے اس کیوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے اپنی حالت سنبھالنا
ہو رہا تھا۔ دن بھر کے رُکے ہوئے آنسو ہر بند توڑ کر بہہ نکلنے کو تیار تھے۔ ز
بیگم کا غصّہ پھر لوٹ آیا تھا۔ اس وقت پھر بینا کی وہی ضد دیکھ کر ان کا چہرہ غ
سے تمتما اُٹھا۔

"تو کیوں اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہے بینا ـــــ؟ تجھے ہماری بات ماننی
گی ـــــ!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"نہیں امّی! نہیں ـــــ!" فرزانہ بیگم کی سختی دیکھ کر اس کی سرکشی اور اُبھر
"چپ رہ ـــــ ہم تیری بے جا ضد کی وجہ سے زمانے بھر کے سامنے ر
ہونے کے لئے تیار نہیں ـــــ!" فرزانہ بیگم نے غصّے سے اُس کی طرف دیکھا۔

"بینا۔ تو کان کھول کر سُن لے۔ تیری شادی عاصم کے ساتھ ہوگی ـــــ چاہے
لاکھ انکار کرے ـــــ!"

"میں سب کے سامنے انکار کر دوں گی ـــــ!" بینا نے سر جھٹک کر کہا۔

"دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے! اس سے تو تو پیدا ہوتے ہی
رگئی ہوتی ـــــ!" فرزانہ بیگم کا پارہ چڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"تو اب گھونٹ دیجئے میرا گلا ـــــ!" بینا کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"بینا ـــــ! تمہیں کیا ہو گیا ہے بیٹی ـــــ ذرا عقل سے کام لو!" آصف
احب نے پیار سے کہا تو بینا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ـــــ وہ اُٹھ کر ان
ے لپٹ گئی۔

"ابو ـــــ میرے اچھے ابو ـــــ میں شادی نہیں کرونگی۔ نہیں کرونگی
ـــــ آپ میرا گلا گھونٹ دیجئے۔ مگر مجھے مجبور مت کیجئے ـــــ! ابو میں
مر جاؤں گی۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ اگر تسنیم کی امّی کی طرح مجھے بھی نکال دیا گیا
ـــــ اگر ـــــ اگر عالیہ کی طرح مجھے بھی طلاق مل گئی۔ اگر شبّو خالہ کی طرح میں بھی
ون تھوکتے ہوئے مر گئی۔ تو کیا ہوگا ابو ـــــ؟" بینا سسکیوں کے درمیان
کہہ رہی تھی۔

"خدا نہ کرے بیٹی ـــــ! تم ایسی باتیں کیوں سوچتی ہو ـــــ؟ دُنیا
کے سارے مرد ایک سے تو نہیں ہوتے۔" آصف صاحب اس کا سر اپنے
شانے سے لگائے کہہ رہے تھے۔

"عاصم بہت اچھا لڑکا ہے بینا۔ تم اسے سمجھ ہی نہیں سکیں۔" آصف

صاحب نے کہا۔

"میں اتنے دولت مند گھرانے میں جا کر زندگی بھر احساسِ کمتری کا
رہنا نہیں چاہتی ابو ــــ!"

معلوم نہیں کیوں ؟ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ــــ کہ میرا حشر بھی عالیہ
آپا اور شبنو خالہ کا سا ہوگا ــــ!"

"ایسی بات نہیں کہتے بینا!" آصف صاحب نے پیار سے کہا۔

"ابو۔ میری بات مان لیجئے۔ میں شادی نہیں کروں گی ــــ میں آپ
پاس سے کہیں نہیں جاؤں گی ــــ!" بینا اتنی بری طرح پھوٹ پھوٹ کر ر
رہی تھی۔ کہ آصف صاحب کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ اُن کی لاڈلی بینا آج
زندگی میں اس طرح کبھی نہیں روئی تھی۔

"اچھا بیٹی۔ ہم تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کریں گے مگر تم اچھی طرح
سوچ لو۔ کہ تم جو کچھ کہہ رہی ہو وہ کہاں تک صحیح ہے ــــ؟" آصف صاحب نے
کہا۔

بینا کی ہچکیاں کسی طرح رکتی ہی نہ تھیں۔ قریب کھڑی ہوئی زیبی کی آنکھیں
بھی اپنی آپی کو اس طرح روتے دیکھ کر چھلک پڑی تھیں۔ خود فرزانہ بیگم کا دل
دُکھ کے رہ گیا تھا۔ بینا پھوٹ پھوٹ کر روئی۔ تو ان کے دل پر جیسے گھونسے سے لگے
مگر وہ یہ سوچ کر پریشان تھیں۔ کہ بینا کی ایک بے جا سی ضد کو کیسے مان لیا جائے

"جاؤ بیٹی! تم اپنے کمرے میں جاؤ ــــ!" آصف صاحب نے کہا۔ "زیبی
بیٹے! تم آپی کو چائے بنا کر پلاؤ ــــ!"

"اچھا ابو ــــ!" زیبی نے کہا۔ اور بینا کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے میں چلی گئی
ــ بینا زیبی کے شانے پر سر رکھے سسک سسک کر روتی رہی۔

بینا کے آنسوؤں اور سسکیوں نے خود آصف صاحب کا دل پانی پانی
دیا تھا۔ بینا کے جانے کے بعد دس پندرہ منٹ تک وہ بالکل خاموش بیٹھے
بیٹھے رہے۔ پھر اپنی حالت پر قابو پا کر بولے۔

"تمہیں اس سے سختی سے بات نہیں کرنی چاہیئے تھی فرزانہ بیگم۔ پہلے
ی سے ہی سمجھاتی رہی ہیں اسے ــــ آخر کہاں تک غصہ نہ آتا مجھے ــــ میں
انسان ہوں۔!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"ہوں ــــ!" آصف صاحب کچھ سوچتے ہوئے بولے!

"میرا دماغ تو خراب کر کے رکھ دیا ہے اس لڑکی نے ــــ!" فرزانہ بیگم
پنے سر کو دباتے ہوئے بولیں۔

"مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں بینا کا ہی دماغ بیکار نہ ہو جائے ــــ!" آصف
صاحب کی آنکھوں میں بڑی گہری سوچیں تھیں۔ فرزانہ بیگم خاموش رہیں۔

"بینا کو بہت نرمی اور پیار سے سمجھانے کی ضرورت ہے فرزانہ ــــ!"
صف صاحب نے کہا۔

"آخر اور کتنے پیار سے بات کی جائے۔ آپ نے تو اس سے اونچی آواز میں
بات نہیں کی ــــ!" فرزانہ بیگم جھنجھلا کر بولیں۔

"مگر تم نے تو اسے ڈانٹ دیا۔ دن میں بھی تم نے جانے کیا کچھ کہا ہوگا۔
اسے ــــ!" آصف صاحب بولے۔

بیکار کی ضد کرکے ہمیں سارے خاندان میں رسوا کرنا چاہتی ہے۔ اب
بھی نہ ڈانٹوں اسے ـــــ ! فرزانہ بیگم کو پھر غصہ آگیا۔

" کچھ بھی سہی ـــــ لیکن تم یہ خیال رکھو کہ ہماری بینا نفسیاتی مریض ہے۔
آصف صاحب نے تشویش سے کہا۔

" نفسیاتی مریض ہے ــــ !! فرزانہ بیگم نے ان کی طرف دیکھا۔

" ہاں ـــــ ! تمہیں یاد ہوگا۔ کہ اس کی سہیلی تسنیم کے باپ نے جب دوسری
کرلی تھی۔ اور تسنیم اور اس کی امی کو نکال دیا تھا۔ تو کتنے عرصے تک بینا روتی رہی تھی۔ اور
سہمی ہوئی سی مجھ سے یہی سوال کرتی تھی۔ ابو آپ مجھے اور امی کو گھر سے تو نہیں نکا
نہ صرف مجھ سے بلکہ اپنے پھوپھا سے۔ اپنے چچا سے۔ ہر ایک سے یہی سوال کرتی تھی۔
پھوپھی اماں کو چھوڑ تو نہیں دیں گے ــــ ! آپ چچی جان کو چھوڑ کر چلے تو نہیں جائیں
راتوں کو چونک کر اٹھ بیٹھتی تھی۔ اور مجھے جھنجھوڑ کر کہتی تھی " ابو آپ ہمار
نئی امی تو نہیں لائیں گے ــــ !

فرزانہ بیگم خاموش بیٹھی سن رہی تھیں۔

" پھر جب طاہرہ کو طلاق ملی ہے۔ اس وقت بھی وہ چھوٹی ہی تھی لیکن
کی زبان سے سنی ہوئی بات اس کے دماغ میں بیٹھ گئی۔

طلاق کیا چیز ہوتی ہے ! ابو ــــ ؟

کیا سب عورتوں کو طلاق ملتی ہے ــــ ؟

طاہرہ آپا سلطان بھائی کے گھر سے کیوں واپس آگئیں ــــ ؟

کتنے ہی دنوں تک وہ اس قسم کے سوالات کرتی رہی۔ شبنو کا جو حشر ہ

وقت بھی ہماری بینا کچھ اتنی بڑی نہیں تھی۔ مگر اس کا مشاہدہ دوسرے بچوں کی
نسبت زیادہ تیز ہے۔

" شبنو خالہ کے منہ سے خون کیوں نکلتا ہے ابو ــــ ؟ کیا میرے منہ سے بھی
ڑے ہوکر اسی طرح خون نکلے گا ــــ ؟ نجمہ آپا کہہ رہی تھیں۔ کہ خالو جان نے
دوسری شادی کرلی ہے کیا سب مرد دو شادیاں کرتے ہیں ــــ ؟

سوکن کس کو کہتے ہیں ! ابو میں شادی نہیں کروں گی !"

بچپن سے ہی اس قسم کی باتیں اس کے دل و دماغ میں بیٹھ گئی ہیں۔ کالج میں
بھی تو اپنی سہیلی عالیہ کا انجام دیکھ کر کتنے روز تک وہ چپ چپ سی رہی۔

تو اگر ان حالات میں اسے مردوں سے ڈر لگتا ہے ــــ شادی سے ڈر لگتا
ہے۔ اور مردوں سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ تو اس میں بینا کا کوئی قصور نہیں ــــ !
صف صاحب فرزانہ بیگم کو سمجھا رہے تھے۔ اور فرزانہ بیگم بڑی خاموشی سے
ُن رہی تھیں۔

ایسے مریضوں کے ساتھ اگر سختی سے کام لیا جائے۔ تو نتائج بہت برے
لتے ہیں ــــ !" آصف صاحب نے کہا۔

آصف صاحب خاموش ہوکر سوچنے لگے۔ بینا کے بچپن سے لے کر اب تک
کے واقعات ان کی نگاہوں میں گردش کر رہے تھے۔ اس کے کہے ہوئے بے شمار
لے اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ انہوں نے یہ تو کبھی نہیں سوچا تھا۔ کہ وقتی
ر پر کہے گئے جملے بینا کے لاشعور کی گہرائیوں میں دفن ہوجائیں گے۔ اور جب
قت پڑنے پر اس کی زندگی کے ساتھ ایک مرد کو وابستہ کرنے کے لئے کوئی قدم

اُٹھایا جائیگا۔ تو اس کے لاشعور میں پوشیدہ نفرت اور چھپا ہوا خوف اُبھر کر سامنے آئے گا ـــــ!

اور اب ـــــ جبکہ بینا کا شعور پختہ ہو چکا تھا۔ اس کے ذہن سے بچپن ان خیالات کو نکال کر پھینک دینا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ اب تو کوئی غیر معمولی ـــــ کوئی غیر معمولی حادثہ ہی شاید بینا کے ذہن سے اس نفرت اور خوف کو کم کرے تو خیر ـــــ! ورنہ ـــــ؟ ورنہ ـــــ؟

آصف صاحب کا ذہن اس کے آگے کچھ سوچ نہ سکا۔ وہ خالی الذہنی عالم میں بیٹھے دریچے سے باہر دیکھتے رہے۔

"ابّو ـــــ آپ نے کپڑے نہیں بدلے اب تک ـــــ؟" زیبی نے انہیں چونکا دیا۔

"آں ـــــ؟" انہوں نے چونک کر زیبی کی طرف دیکھا۔

زیبی ان کے لئے چائے لئے کھڑی تھی۔ انہوں نے زیبی کے ہاتھ سے چائے کی ٹرے لے کر میز پر رکھ دی۔ "بینا نے چائے پی لی۔؟" آصف صاحب نے پوچھا۔

"نہیں ـــــ وہ منع کر رہی ہیں ـــــ!" زیبی نے کہا

"تم اسے سمجھاؤ زیب۔ وہ تمہاری بڑی بہن ہے لیکن اس وقت وہ ایک چھوٹے بچّے کی طرح معصوم ہے۔!" آصف صاحب نے کہا۔

"اچھا ابّو ـــــ!" زیبی نے کہا۔ اور کمرے سے چلی گئی۔ "آپ کپڑے بدل کر ہاتھ منہ دھو لیجئے۔ میں آپ کے لئے چائے بناتی ہوں ـــــ!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"اچھا ـــــ!" آصف صاحب اُٹھ کر کمرے سے ملحقہ غسل خانے میں چلے گئے۔

دوسرے روز صبح بینا یونیورسٹی گئی۔ تو اس کی سہیلیاں اس کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ انہوں نے کبھی بینا کو اتنا اداس اور پریشان نہیں دیکھا تھا۔ ان کی بینا تو ہمیشہ ہنستی مسکراتی اور شوخی شرارت کرتی ہی نظر آتی تھی۔ بس کبھی کبھی اس پر صرف چند منٹ کے لئے سنجیدگی اور اداسی کا دورہ پڑتا تھا۔

کیا ہو گیا بینا تمہیں ـــــ؟

اتنی چپ کیوں ہو ـــــ؟

اتنی اداس کیوں ہو ـــــ؟

گھر میں سب خیریت ہے نا ـــــ!

وہ سب ایک کے بعد ایک اس سے پوچھ رہی تھیں۔ اور بینا چپ چاپ بیٹھی پلکیں جھپکا رہی تھی۔

"خدا کے لئے بینا کچھ تو بتاؤ ۔ ہمارا دم گھٹ رہا ہے ۔ تمہاری خاموشی
فرزانہ نے کہا۔

"بینا ! ہم تو تمہارے ہر دکھ سکھ کے ساتھی ہیں ۔ ہم سے بھی چھپاؤ گی۔
فوزیہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے کہا۔

"فوزیہ کی اس ہمدردی پر بینا کی آنکھیں نم ہو گئیں لیکن اس نے پلکیں جھپ
آنسو پی لئے ۔ اور اپنی ہمدرد و غمگسار سہیلیوں کو شروع سے لے کر آخر تک سب
کچھ بتا دیا۔

بینا کی جس بات کو وہ محض وقتی مذاق سمجھتی تھیں ۔ وہ اتنی سنجیدہ ہو گئی
نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔

"فوزی — ! امی نے مجھ سے کل سے بات نہیں کی ہے ۔ وہ مجھ سے بہت
ہیں — !" بینا نے افسردگی سے کہا۔

فوزیہ وغیرہ نے بھی بینا کو سمجھانے کی پوری پوری کوشش کی لیکن سب
بے سود ثابت ہوا — انہیں کیا معلوم تھا ۔ کہ بینا کے ذہن پر مردوں کے خلاف
نفرت کی کتنی دبیز تہیں چڑھی ہوئی تھیں — ؟

احسان پائلٹ ۔ ٹیڈی ملا ۔ گلی ڈنڈا ۔ داؤد ۔ سقراط ۔ مسٹر چوکید
محمود اور ہارون — سب ہی اس روز بینا کو بڑی حیرانی سے دیکھ رہے تھے
عنبرین کو آج کیا ہو گیا ہے — ؟ وہ تو کبھی اتنی اداس اور خاموش نہیں
— ! اُس کے وہ شوخ جملے — پر لطف باتیں ۔ آج کہاں ہیں — ؟
وہ جو بات بات میں خلیل جبران ۔ ارسطو ۔ افلاطون ۔ چانگ چاؤ

نپولین ۔ ٹالسٹائی اور کارل مارکس کے اقوال دہرایا کرتی تھی — آج اس کی باتیں
بہکی تھیں ۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ کا نام تک نہ تھا ۔ سوائے علیک سلیک اور رسمی
کے اس کی زبان سے اور کچھ نہ نکلا ۔ اس کی آنکھوں میں ہر لڑکے کے لئے اتنی
اور بیزاری تھی ۔ کہ سب سوچتے ہی رہ گئے۔

کلاس میں لیکچر کے دوران اس نے ایک لفظ نہیں لکھا ۔ اس کے دماغ میں تو
بیروں کے لیکچر کا ایک لفظ اپنے لئے جگہ نہ بنا سکا ۔ اور اس روز وہ جلد ہی گھر
آئی ۔ گھر آ کر وہ کھانا کھائے بغیر بستر پر لیٹ گئی ۔ فرزانہ بیگم بھی کل سے مسلسل سوچ
ہیں ۔ ان کے دماغ پر جھنجھلاہٹ سوار تھی ۔ انہوں نے بینا سے کوئی بات نہیں
سے کھانا کھانے کے لئے بھی نہیں کہا ۔ زیبی بھی اس روز کالج سے جلدی ہی
آ گئی ۔ کتابیں میز پر رکھ کر کپڑے بدلے بغیر وہ بینا کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"آپی — !" اس نے آہستہ سے پکارا۔
بینا نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔
"کھانا کھایا تم نے — ؟" زیبی نے پیار سے پوچھا۔
"نہیں — !" بینا نے کہا۔
"کب تک بھوکی رہو گی — ؟ تم نے کل رات کو کھانا کھایا ۔ نہ اس وقت
۔ صبح بھی صرف ایک کپ چائے پی تھی ۔" زیبی نے پوچھا
بینا خاموش رہی۔
"میں کھانا لے کر آتی ہوں ۔ تم اٹھ کر ہاتھ دھولو — !" زیبی نے پیار سے
کے بالوں کو چھوا۔

"بالکل دل نہیں چاہتا زیبی ——— !" بینا نے آہستہ سے کہا۔
"صرف تھوڑا سا کھا لو۔ تمہیں میری قسم ——— !" زیبی نے اُسے اُٹھاتے ہو
"زیبی ——— !"
"بس، اب میں کچھ نہیں سنوں گی۔ اگر تم نے نہیں کھایا۔ تو میں بھی بھوکی رہوں
زیبی نے کہا۔
بینا جانے کیا سوچ رہی تھی۔
"بلا وجہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہو۔ ابو کہہ رہے ہیں کہ اگر تمہاری مرضی
ہو گی۔ تو ہرگز تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کریں گے ——— !" زیبی نے کہا۔
"مگر مجھے معلوم ہے زیب۔ امی ہرگز نہیں مانیں گی ——— !" بینا نے اداس ہو کر کہا
"تم خواہ مخواہ امی کی طرف سے بدگمان ہو رہی ہو ——— امی بھی مان جائیں
ابھی ان پر ذرا جھنجھلاہٹ سوار ہے ——— !" زیبی نے بینا کو اٹھاتے ہوئے کہا
بینا اُٹھ کر بیٹھ گئی۔
"تم ہاتھ دھو کر آؤ۔ میں کھانا لاتی ہوں ——— !" زیبی نے کمرے سے
جاتے ہوئے کہا۔
کھانا کھا کر بینا پھر لیٹ گئی۔ اور زیبی میز پر جھکی، نوٹس اتارتی رہی تو
کے قریب باہر عاصم کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ زیبی اُٹھ کر دریچے میں آ گئی۔
برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ سفید براق کپڑوں میں ان کا مردانہ حسن
آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ کتنی پُرکشش اور باوقار شخصیت ہے ان کی
طبیعت میں کتنی انکساری اور نرمی ہے ——— ؟ وہ روز روز یہاں کیوں آتے

صرف اسی لئے ناکہ آپی انہیں اچھی لگتی ہیں۔ ان کی محبت تو سمندر کی طرح گہری ہے ——— !
ان کی چاہت تو دریا کی ساکت سطح کی طرح خاموش ہے ——— ! کاش آپی سمجھ سکیں ——— ! وہ آپی
کو کتنا چاہتے ہیں ——— ؟ زیبی نے اداس ہو کر سوچا۔ اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔
عاصم اپنی پھوپھی کے کمرے میں پہنچے۔ تو خلاف توقع انہیں اس قدر خاموش اور
پریشان دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک پھیکی اور بے جان سی مسکراہٹ سے انہوں نے عاصم
کا استقبال کیا۔ اس سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا ——— ! ان کی پھوپھی کا چہرہ تو ہمیشہ
ہشاش بشاش اور ہنستا مسکراتا ہوا نظر آتا تھا۔ عاصم کچھ دیر بیٹھے ان سے باتیں کرتے
رہے ——— لیکن فرزانہ بیگم کی باتوں میں وہ پہلی سی شگفتگی ہی نہ تھی ——— کچھ دیر کے
بعد عاصم اُٹھ کر بینا کے کمرے کی طرف چلے گئے۔
عاصم کے آنے کے بعد سے زیبی بیٹھی مسلسل یہی سوچ رہی تھی۔ کہ کیا میں عاصم
بھائی کو سب کچھ بتا دوں ——— ؟ لیکن کہیں امی ناراض نہ ہوں۔ ہاں اور نہیں کی تکرار
دماغ میں گونج رہی تھی۔ اور زیبی کا ذہن الجھا جا رہا تھا ——— عاصم کے قدموں کی آہٹ
پر اس نے مُڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ اور دوسرے ہی لمحے اس نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ عاصم
کو سب کچھ بتا دیگی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر دروازے کے قریب آ گئی۔ اور عاصم کو اپنے
ساتھ آنے کا اشارہ کر کے کمرے سے باہر آ گئی۔ عاصم نے بڑی حیرت سے اس کی
طرف دیکھا۔ اور اس کے ساتھ چلنے لگے۔ زیبی ان کے ساتھ باہر آ گئی۔ آم کے
گھنے درخت کے نیچے بید کی دو کرسیاں پڑی تھیں۔ زیبی کو اس سے زیادہ مناسب
جگہ نظر نہیں آئی۔ اس نے سکون سے بیٹھ کر عاصم کو شروع سے آخر تک سب کچھ بتا دیا۔
عاصم خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ زیبی اپنی بات ختم کر کے خاموش بھی ہو گئی۔ لیکن عاصم

نے ٭ نہیں کہا۔ ان کے دماغ کی عجیب کیفیت تھی۔ سگرٹ سلگا کر انہوں نے ایک طویل کش لیا۔ اور دھوئیں کے مرغولوں میں دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگے۔

"کیا سوچنے لگے عاصم بھائی ——؟" زیبی نے پوچھا۔

"کوئی بات ہو تو تمہیں بتاؤں زیبی۔ اس وقت تو میرے دماغ میں اتنے پریشان خیالات ہیں۔ کہ میرا ذہن الجھا جا رہا ہے۔" عاصم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

زیبی چپ چاپ ان کی طرف دیکھتی رہی۔ بینا سو رہی ہے ——؟ عاصم نے پوچھا۔

"نہیں —— بیٹھی ہوئی ہیں ——" زیبی نے کہا۔

"آؤ۔ اندر چلیں ——" عاصم نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ بات کریں گے اُن سے ——؟" زیبی بھی اُٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں ——" عاصم نے کہا۔

"عاصم بھائی، خدا کے لئے آپی سے مت بولئے اس وقت —— زیبی نے پریشان ہو کر کہا۔

"کیوں ——؟" عاصم نے چلتے چلتے پوچھا۔"

"آپ کو نہیں خبر۔ آپی کی کیا حالت ہے اس وقت۔ معلوم نہیں۔ کیا اُلٹی سیدھی کہہ دیں ——؟" زیبی نے کہا۔

"میں اس کی ہر بات برداشت کر لینے کے لئے تیار ہوں ——" عاصم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

زیبی خاموش رہی۔ عاصم اس کے ساتھ کمرے میں آ گئے بینا آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی تھی۔

"بینا ——" عاصم نے قریب جا کر پکارا۔

بینا اسی طرح لیٹی رہی۔

"بینا ——" عاصم نے جھک کر کہا۔

بینا نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا۔ اور چپ چاپ ان کی طرف دیکھتی رہی۔

"مجھے تم سے چند باتیں کرنی ہیں ——" عاصم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی ——" بینا اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"بینا —— پلیز —— اتنا جذباتی پن اچھا نہیں ہوتا —— عاصم —— نے اسے سمجھایا۔

بینا خاموش رہی۔ عاصم کرسی بستر کے قریب گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

کہنے۔

"تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے بینا کہ دنیا کے سب مردوں کی فطرت ایک سی ہوتی ہے ——" عاصم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو اپنے ہم جنسوں کی وکالت کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جو خیال ایک دفعہ اپنے ذہن میں قائم کر چکی ہوں۔ اسے کوئی نہیں نکال سکتا —— بینا نے بڑے غصّے سے کہا۔

"اس قدر غصّہ کرنے کی ضرورت نہیں بینا۔ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو ——" بینا نے کہا۔

"کسی اور کے متعلق میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ لیکن میرے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ تمہارے ذہن سے اس غلط خیال کو نکال پھینکوں ——!

"آخر کیوں ۔۔۔؟" بینا نے تیز لہجے میں کہا۔

"بینا! میں اپنی زبان سے یہ بات کہنا تو نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اب صورتِ حال ایسی ہے کہ کہے بغیر چارہ نہیں ۔۔۔!"

بینا غصے بھری نظروں سے عاصم کی طرف دیکھتی رہی۔

"شاید تمہیں احساس نہ ہو بینا کہ ۔۔۔ کہ یہ میری تمام زندگی کا سوال ہے۔" عاصم نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ۔۔۔ تمام زندگی کا سوال ۔۔۔ تمام نوجوان ۔۔۔! لڑکیوں کو بیوقوف بنانے کے لئے یہی جملہ کہا کرتے ہیں۔ بینا نے نفرت سے کہا۔

"میں دوسروں کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا ۔۔۔!"

"آپ بھی دوسروں سے مختلف نہیں ہیں ۔۔۔!"

"میں تمہیں یقین کیسے دلاؤں ۔۔۔؟"

"یقین دلانے کی ضرورت بھی نہیں ۔۔۔!"

"بات کو سمجھا کرو بینا ۔۔۔!" عاصم نے نرمی سے کہا

"میں کچھ سمجھنا نہیں چاہتی ۔۔۔!"

"کیوں ۔۔۔؟" عاصم کی پیشانی پر ایک لمحے کے لئے شکنیں ابھریں۔

"میں آپ سے قطعی بات نہیں کرنا چاہتی ۔۔۔!" بینا نے جیسے آخری فیصلہ سنا دیا۔

"کیا میں اتنا برا ہوں ۔۔۔؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے اس سے بھی غرض نہیں کہ آپ برے ہیں یا اچھے!"

"یہ بھی سوچ لو۔ کہ اپنے اس جذباتی فیصلے کی وجہ سے کہیں تمہیں پچھتانا نہ پڑے!" نے اسے سمجھایا۔

"مجھے کبھی نہیں پچھتانا پڑے گا ۔۔۔!"

"بینا کسی انسان کو آزما لینے میں کوئی برائی نہیں ہوتی ۔۔۔!" عاصم نے سوچتے ے کہا۔

"میں کسی کو آزمانا نہیں چاہتی ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"کیوں ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا۔

"اس لئے کہ میں آزمائشی دور ختم ہونے کے بعد اپنی زندگی کو ہمیشہ کے لئے ا کی بھٹی میں نہیں جھونکنا چاہتی۔" بینا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ۔۔۔!" عاصم نے کہا۔

"اکثر ایسا بھی ہوتا ہے عاصم صاحب ۔۔۔! کہ آزمائشی دور میں معصوم لڑکیاں گے پہنچ جاتی ہیں۔ کہ وقت پڑنے پر ان کے لئے پیچھے ہٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن تا ہے ۔۔۔!"

"تم ہر بات کا تاریک پہلو کیوں دیکھتی ہو ۔۔۔؟"

"اس لئے کہ ہم لڑکیوں کے لئے تو اس خطرناک راہ میں سوائے تاریکیوں اور کچھ نہیں ۔۔۔!"

"یہ محض تمہارا وہم ہے بینا ۔۔۔ اسے اپنے دماغ سے نکال دو ۔۔۔!" نے کہا۔

"آپ خاموش رہیے۔ میں آپ سے بالکل بات کرنا نہیں چاہتی ۔۔۔!" بینا نے

غصّے سے کہا۔

"عاصم نے دوسرا سگرٹ سلگاتے ہوئے بینا کی طرف دیکھا۔ اور
دیکھتے ہی رہے۔

اس کے چہرے پر کتنی نفرت اور بیزاری تھی۔

"نرم دلی، شرافت اور اخلاق کا لبادہ اوڑھ کر کچھ مرد اتنا بڑا فریب د
ہیں۔ کہ زندگی جہنم کے دہکتے ہوئے شعلوں کے سوا کچھ اور نہیں رہ جاتی
بینا نے انتہائی نفرت سے کہا۔

عاصم خاموش رہے۔

"آپ میں سے بیشتر تو اتنے زہریلے ناگ ہوتے ہیں کہ ان کا کاٹا پانی نہ
مانگ سکتا۔۔۔!"

عاصم پھر بھی کچھ نہ بولے۔ وہ سوچ رہے تھے۔ کہ اچھا ہے بینا سب کچھ
جتنی بھی نفرت اس کے سینے میں چھپی ہوئی ہے۔ اس کا اظہار کر دے۔

"اور آپ۔۔۔۔۔" بینا کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"ہاں کہو۔ رک کیوں گئیں۔۔۔؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھتے
بڑی نرمی سے کہا۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا۔ کہ آپ صرف اس لئے یہاں آتے ہیں۔ صرف اس لئے
سے باتیں کرتے ہیں۔۔۔ تو میں کبھی آپ سے بات نہ کرتی۔۔۔!

"آپ بہت زیادہ حسین ہیں عاصم صاحب۔ میں کیا ہوں۔۔۔؟ ش
سے کہیں زیادہ اچھی ہے۔ وہ خوبصورت ہے۔ اس کے باپ

دی ہیں۔۔۔ پھر اسے چھوڑ کر آپ مجھ سے کیوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔؟

عاصم نے سوچا۔ اب وہ بینا کو کیسے یقین دلائیں۔۔۔؟ کہ ان کے نزدیک نہ
دولت کی کوئی قدر ہے۔۔۔؟ اور نہ خوبصورتی کی کوئی اہمیت ہے۔۔۔ وہ تو انسانی
جذبات اور احساسات کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے تو اس خوشی اور مسرت
سے بڑھ کر کوئی اور نہیں۔۔۔ جو دل کو سکون پہنچائے۔ جس سے دماغ مطمئن ہو۔
بینا انہیں اچھی لگتی تھی۔ انہیں پسند تھی۔ اور وہ اسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے
تھے۔ محض دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر۔۔۔ بینا کی معصوم شبیہہ کو اپنے تصور
میں بسا کر انہیں جو کیف حاصل ہوتا تھا۔ اس کا اندازہ سوائے ان کے اور کسی کو نہیں
ا۔۔۔ بینا کے ساتھ گزارے ہوئے چند لمحات انہیں جو خوشی دیتے تھے۔ ایسی
ی تو انہیں اپنی زندگی میں کبھی بھی میسر نہیں آئی تھی۔ لیکن بینا سے یہ سب کہنا بیکار ہے
کب یقین کرے گی۔۔۔؟"

محض چند لمحوں میں عاصم نے اتنی ساری باتیں سوچ لیں۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔۔۔" بینا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"کیا جواب دوں بینا۔ تم یقین بھی تو نہیں کرتیں کسی بات کا۔۔۔" عاصم نے
ردی سے کہا۔

"آپ مجھ سے صرف اس لئے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ عاصم صاحب کہ میں آپ کے
ہو کر زندگی بھر احساسِ کمتری کا شکار رہوں۔۔۔" بینا کے ہونٹ غصّے سے کانپ
رہے تھے۔

"آپی۔ خدا کے لئے چپ رہو۔ کیا کہہ رہی ہو تم۔۔۔" زینی پہلی بار بولی۔

"اُف میرے خدا — !" عاصم نے اپنا سر تھام لیا۔

"تم خاموش رہو زیب۔ — !" بینا نے غصّے سے کہا۔

"بینا — ! میں تمہارا دشمن تو نہیں۔ — جو تمہارے لئے ایسی بات سوچو گا — !" عاصم نے مدھم آواز میں کہا۔

"ہاں۔ بالکل، آپ میرے دشمن ہیں — !" بینا نے نفرت سے کہا۔

"بینا مجھے سمجھنے کی کوشش کرو — !" عاصم اس کی طرف جھک کر بولے

"آپ ہٹ جایئے میرے سامنے سے — ! مجھے نفرت ہے آپ سے۔ شدید نفرت !" بینا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے۔ غصّے اور نفرت کی زیادتی سے اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

"بینا — !" عاصم اس کے قریب بیٹھ گئے۔ مارے پریشانی کے ان کے ہاتھوں سے سگریٹ چھوٹ کر گر پڑا۔ لیکن انہیں کچھ ہوش نہ تھا — انہیں تو بس خیال تھا۔ کہیں بینا کو کچھ ہو نہ جائے۔

"آپ مجھ سے بحث مت کریئے — ! میں آپ کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتی — میرا سکون ختم کر دیا ہے آپ نے — !" بینا نے کہا۔ اور اس کا سر گھٹنوں پر جھک گیا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اور سیلاب کی شکل اختیار کر لی۔ کمرے کے خاموش ماحول میں بینا کی سسکیوں کی آواز ابھرنے لگی۔

"بینا تم یقین کرو تم اگر راضی نہیں۔ تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ کوئی تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کرے گا۔ یہ میرا ذمہ !" عاصم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نہایت نرمی سے کہا۔

ینا کی سسکیاں بتدریج بلند ہو رہی تھیں۔ کمرے کے باہر قدموں کی آواز دی۔ فرزانہ بیگم اور آصف صاحب دوسرے ہی لمحے اندر آ گئے۔ آصف صاحب آفس سے لوٹ آئے تھے۔ عاصم نے ایک نظر ان دونوں کی طرف دیکھا لیکن اسی ٹھے رہے — انہیں اس وقت کسی بات کی فکر نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ ہ بینا کے آنسو خشک ہو جائیں۔ بینا کو اس طرح روتے دیکھ کر اس لمحے وہ اپنا ول گئے تھے۔ انہوں نے تو اس سے پہلے کبھی بینا کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے ہ اسے سمجھاتے رہے — انتہائی نرمی اور محبت سے — ! لیکن بینا کے رح تھمتے ہی نہیں تھے۔ اور سسکیاں تھیں۔ کہ لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

"زیبی۔ پلیز۔ تم اسے چپ کراؤ — !" عاصم کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔

زیبی کیا سمجھاتی — ؟ اس کی آنکھوں میں تو خود آنسو تیر رہے تھے۔ وہ چپ ٹی رہی۔

"پھوپھی جان !" عاصم اپنی پھوپھی کے قریب آ کر بولے۔

فرزانہ بیگم نے ان کی طرف دیکھا۔ عاصم نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن ان کی یں ایک التجا تھی۔ وہ کچھ کہے بغیر بینا کے قریب بیٹھ گئیں۔ اور اس کا سر اپنے ے لگا لیا۔

"پھوپھی جان ! آپ کہہ دیجئے۔ کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی کچھ نہیں کرے گا — !" ے کہا۔ اور دریچے کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔

فرزانہ بیگم بینا کو اپنے شانے سے لگائے پیار سے سمجھاتی رہیں۔ آصف صاحب ے سر پہ ہاتھ رکھے بڑی شفقت سے کہتے رہے۔

مت رو بیٹی۔ ہم تمہاری خوشی میں خوش ہیں۔ ــــ!"

اپنی امی اور ابو کی اتنی محبت اور شفقت دیکھ کر بینا کے آنسو

تمام تھم سکے۔

"اب مت رونا ــــ جاؤ منہ دھو کر آؤ ــــ!" فرزانہ بیگم نے پیار

"زیبی ــــ! بیٹے! آپی کو لے جاؤ غسل خانے میں ــــ!" آصف صاحب

زیبی نے بینا کا ہاتھ تھام کر اُٹھایا۔ اور غسل خانے کی طرف چلی گئی۔ فرزا

اور آصف صاحب نے ایک نظر خاموشی سے کھڑے ہوئے عاصم پر ڈالی او

چاپ کمرے سے چلے گئے۔

بینا منہ ہاتھ دھو کر واپس آئی تو عاصم اسی طرح دریچے کے قریب خاموش

کھڑے تھے۔ ان کی انگلیوں میں جلتا ہوا سگرٹ تھا۔ جو سلگ سلگ کر انگلیوں

آخری سرے تک پہنچ چکا تھا۔ مگر وہ اس سے بے نیاز سوچوں میں گم کھڑے تھے۔

اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اور پھر جب جلتے ہوئے سگریٹ کو دریچے سے باہر

کر وہ دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے۔ کہ زیبی چائے لے کر آگئی۔ عاصم اس

بغیر دروازے سے باہر نکلنے لگے۔

"جا رہے ہیں عاصم بھائی ــــ؟" زیبی نے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں زیبی ــــ!" عاصم نے افسردگی سے کہا۔

"چائے پی کر چلے جایئے گا۔" زیبی ٹرے میز پہ رکھ کر ان کے پاس آگئی۔

"چائے پینے یا نہ پینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا زیب" عاصم نے اس کی طر

"ایک بات پوچھوں عاصم بھائی ــــ!" زیبی نے پوچھا عاصم نے جوتے

پہ لکیریں بناتے ہوئے کہا۔ "پوچھو ــــ!"

"آپ آیا تو کریں گے نا ــــ!" زیبی نے کہا۔

"شاید نہیں ــــ!" عاصم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیوں ــــ؟" زیبی نے ان کی طرف دیکھا۔

"اب یہ بھی یہ پوچھنے کی ضرورت ہے ــــ؟" عاصم کے ہونٹوں پہ ایک مجروح

مسکراہٹ تھی۔

"آپ ناراض ہو کر جا رہے ہیں ــــ؟" زیبی نے پوچھا۔

"کس سے ــــ؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"آپی سے ــــ!" زیبی نے کہا۔

"ایسی بات سوچو بھی مت ــــ!" عاصم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر آپ کیوں نہیں ــــ؟" زیب نے پوچھا۔

"اس لئے کہ بینا کو میرا یہاں آنا پسند نہیں۔"

"نہیں عاصم بھائی ــــ آپی کو آپ کے آنے پر تو کوئی اعتراض نہیں ــــ!

نے کہا۔

"تم نہیں سمجھتیں زیب ــــ!" عاصم نے کہا۔

"آپ اندر آجایئے چائے پی کر جایئے گا ــــ!" زیبی نے کہا۔ عاصم اندر آ گئے۔

چائے بنانے کے لئے ٹی کوزی اتار رہی تھی۔ کہ اسے ابو کی آواز سنائی دی۔

"زیبی ــــ! ذرا ادھر آؤ بیٹے ــــ!"

"زیبی ٹی کوزی میز پہ ڈال کر چلی گئی۔

عاصم نے بینا کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ ا
کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نگاہوں کا تصادم ہوا تو عاصم کے چہرے پر افسردگی کی ا
دوڑ گئی۔

"بینا کاش تم عاصم کو سمجھ سکو ——!" عاصم نے دل میں سوچا۔ اور پیا
کر کے چائے بنانے لگے۔ چائے بنا کر انہوں نے ایک پیالی بینا کے سامنے رکھ

"میرے ہاتھ کی چائے پینے میں تو کوئی اعتراض نہیں۔!" عاصم نے افسر
مسکراتے ہوئے کہا۔

"عاصم بھائی ——!" بینا نے لرزتی ہوئی پلکیں اٹھائیں۔

"بینا ——!" عاصم اس کی طرف جھک کر بولے۔ ان کا ایک ہاتھ بینا کا
ہتھے پر تھا۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں ——؟" بینا کی آنکھوں میں پھر آنسو لرزنے لگے

"نہیں بینا ——!" عاصم کا انداز انتہائی والہانہ تھا۔

"میں غصے میں آپ کو جانے کیا کچھ کہہ گئی —— !" بینا نے دکھ سے کہا۔

"کوئی بات نہیں ——! غصے میں انسان کو اپنے دل و دماغ پر قابو
عاصم نے کہا۔

"مجھے معاف کر دیجئے عاصم بھائی۔!" بینا ان کے ہاتھ پر جھک گئی۔ اور
گرم گرم آنسو عاصم کے ہاتھ پر انگاروں کی طرح گرنے لگے۔

"اتنا تو تم رو چکیں بینا ——! اب بھی دل ہلکا نہیں ہوا ——!" عاصم
کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"یہ آپ کا گھر ہے عاصم بھائی۔ آپ کو یہاں آنے سے کوئی نہیں روکتا۔ لیکن مجھے
یہ بات کے لئے مجبور مت کریئے جس کے لئے نہ میرا دل تیار ہوتا ہے اور نہ دماغ ——!"
بینا نے آنسوؤں کی دھند میں عاصم کی طرف دیکھا۔

"بینا ——! میں تو کہہ چکا ہوں۔ کہ میں یا کوئی اور اب اس وقت تک تم سے اس
سلسلے میں کچھ نہیں کہے گا۔ جب تک کہ خود تمہارا دل اور دماغ اس کے لئے راضی نہ
ہو جائے ——!" عاصم نے اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو انگلی سے صاف کرتے
ہوئے کہا۔

"شادی تو خوشی کا سودا ہے بینا ——! اس میں زبردستی اور جبر کا کیا کام ——؟"
عاصم نے کہا۔

بینا چپ چاپ ان کی طرف دیکھتی رہی۔

"اور پھر —— یہاں سوال اعتماد اور بھروسہ کا بھی ہے ! ہم کسی انسان کو اس
بات کے لئے مجبور نہیں کر سکتے۔ کہ وہ ہم پر اعتماد کرے۔ بلکہ ہمارا نیک عمل اس انسان
کو ہماری ذات پر اعتماد کرنے کے لئے مجبور کر دیتا ہے ——!" عاصم نے اسے
سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اعتماد کرنے اور کروانے کے لئے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے۔ تمہیں
اگر مجھ پر اعتماد نہیں۔ تو اس میں تمہارا کوئی قصور بھی نہیں۔ لوگ تو برسوں میں بھی ایک
دوسرے کو نہیں سمجھ سکتے۔ پھر میں اور تم تو محض چند ماہ سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں ——!

"ہو سکتا ہے یہ میری غلطی ہو بینا۔ کہ میں نے اتنی جلدی اتنا بڑا قدم اٹھایا۔ تم یقین
کرو۔ میں تو اس کے لئے راضی بھی نہیں تھا۔ لیکن کیا کروں امی کو بہت جلدی تھی۔ میں نے

انہیں منع بھی کیا تھا۔ لیکن ۔۔۔!" عاصم بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہو گئے۔

"اگر تم ناراض نہ ہو تو میں ایک بات کہوں ۔۔۔؟" عاصم نے پوچھا۔

بینا ان کی طرف دیکھتی رہی۔

"کہوں ۔۔۔؟" "ناراض تو نہیں ہو گی ۔۔۔!" عاصم نے کہا۔

"نہیں ۔۔۔!" بینا نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے تو اس بات پر اعتماد ہے۔ کہ اگر تمہارے لئے میرے جذبات واقعی سچے ہیں۔ تو سوائے خدا کے دنیا کی کوئی طاقت بھی ہم دونوں کو ایک ہونے سے نہیں روک سکے گی ۔۔۔! عاصم نے کہا۔

"نہ تمہارے سینے میں دبی ہوئی نفرت! اور نہ تمہارے دماغ میں چھپا ہوا خوف ۔۔۔!

سچی محبت میں بہت تاثیر ہوتی ہے بینا ۔۔۔! پتھر دل بھی پانی ہو جاتے ہیں پھر نفرت کا جذبہ اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے ۔۔۔؟" عاصم نے کہا۔

بینا کچھ بھی نہ بول سکی بس چپ چاپ عاصم کی طرف دیکھتی رہی۔

"چائے تو بالکل ٹھنڈی ہو گئی ۔۔۔!" عاصم نے پیالی کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

عاصم نے ٹی کوزی ہٹا کر چائے دانی کا ڈھکنا اٹھایا۔ شاید ایک پیالی چائے اور رکھی۔ عاصم نے بینا کے سامنے رکھی ہوئی پیالی اٹھا کر چائے باہر پھینک دی۔ اور اس میں دوسری چائے بنا کر بینا کے سامنے رکھ دی۔

"آپ پی لیجئے ۔۔۔!" بینا نے پیالی اٹھا کر ان کے سامنے رکھنی چاہی۔ عاصم نے اس کا ہاتھ روک دیا۔

"آپ تکلف مت کیجئے محترمہ ۔۔۔! عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ بینا کا ڈ ٹھیک کرنا چاہتے تھے۔ بینا کو یوں خاموش اور اداس بیٹھے دیکھ کر انہیں بالکل اچھا لگ رہا تھا۔

"نہیں آپ پی لیجئے ۔۔۔! بینا نے سنجیدگی سے کہا

"نہیں آپ ۔۔۔! عاصم مسکرائے۔

بینا پھر بھی نہ مسکرا سکی۔ عاصم چند لمحے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر آہستہ ے بولے۔

"ایک بات مانو گی ۔۔۔؟"

"کیا ۔۔۔؟" بینا نے استفہامیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"وعدہ کرو ۔۔۔!" عاصم نے اپنائیت سے کہا۔

"وعدہ کروں ۔۔۔!" بینا نے آہستہ سے کہا۔

"آپ معلوم نہیں کیا کہیں ۔۔۔!" بینا کی آواز مدھم تھی۔

"اطمینان رکھو۔ ایسی بات نہیں کہوں گا۔ جس کے لئے تمہارا دل اور دماغ ی نہ ہو سکیں ۔۔۔!" عاصم اس کی طرف دیکھ کر ہنسے۔

بینا بھی ان کی بات کا مطلب سمجھ کر دھیرے سے مسکرا دی۔

"پھر وعدہ ہے نا ۔۔۔!" عاصم نے کہا۔

"جی ۔۔۔!" بینا نے کہا۔

"اب تم اس طرح خاموش اور اداس نہیں رہو گی، تمہارا یہ روپ مجھے ذرا نہیں چھا لگ رہا ۔۔۔!" عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔

بینا خاموش رہی

"ٹھیک ہے نا" ! عاصم نے پوچھا

بینا پھر بھی چپ رہی ۔

"بولو نا بے بی ـــــ" ! عاصم نے اس کا سر پکڑ کر ہلایا ۔ بینا مسکرانے لگی ۔

"ہاں بس ۔ اسی طرح مسکرایا کرو ۔ خوش رہا کرو ـــــ" ! عاصم نے کہا ۔ اس
چھوڑ کر اٹھ گئے ۔

"اچھا ـــــ اب میں چلتا ہوں ـــــ" ! عاصم نے کہا ۔

"جائیے ـــــ" ! بینا نے ان کی طرف دیکھا ۔

"دودھ پیو گی ـــــ ابھی ـــــ" ! عاصم نے ذرا رعب سے کہا

"اور آپ ـــــ" ؟ بینا نے کہا ۔

"مجھے ذرا پھوپھی جان سے بات کرنی ہے ۔ وہیں پی لوں گا ـــ" ! عاصم نے

"اچھا ـــــ خدا حافظ ـــــ" ! عاصم نے مدھم آواز میں کہا ۔ اور کمرے
نکل گئے ۔

ـــــ ؂ ـــــ

عاصم بینا کے پاس سے اٹھ کر فرزانہ بیگم کے کمرے میں گئے ۔ تو انہیں سوچوں میں
پایا ۔

"کیا سوچ رہی ہیں پھوپھی جان ـــــ" ؟ عاصم ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولے ۔

"کیا بتاؤں بیٹے ـــــ" ؟ اس لڑکی نے تو مجھے پریشان کر کے رکھ دیا ـــ" ! فرزانہ بیگم
ایک طویل سانس کھینچ کر بولیں ۔

"آپ تو خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہی ہیں ـــــ" ! عاصم ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے ۔
لیکن ان کی مسکراہٹ کتنی پھیکی تھی ـــ ؟ یہ بات فرزانہ بیگم سے چھپ نہ سکی ۔

"تم بات کو سمجھتے نہیں عاصم ـــــ" ! فرزانہ بیگم نے ان کی طرف دیکھا ۔

"مجھے بھی تو بتائیے ۔ آخر ایسی کون سی بات ہے ـــــ" ؟ عاصم نے پوچھا ۔

"اس لڑکی نے تو مجھے اس قابل ہی نہیں رکھا ۔ کہ میں بھائی جان اور بھابھی کو منہ دکھا

سکوں - ! فرزانہ بیگم نے کہا۔

عاصم خاموش رہے ۔

"اب تم ہی بتاؤ کہ ان کی اتنی محبت اور شفقت کے صلے میں کیا انہیں یہی جواب ملنا چاہیئے ۔ کہ بینا راضی نہیں ہے ــــ !" فرزانہ بیگم نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔

عاصم خاموش بیٹھے سوچتے رہے ۔ آصف صاحب بھی وہیں آکر بیٹھ گئے ۔

"میری تو عقل کام نہیں کر رہی ہے ۔ آخر میں کیا جواب دوں انہیں ـــــ" فرزانہ بیگم سوچتے ہوئے بولیں۔

"آپ ناحق پریشان ہو رہی ہیں پھوپھی جان ۔ ! یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے ـــ" عاصم نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو بیٹے تم ــــــ ؟" فرزانہ بیگم نے حیرانی سے عاصم کی طرف دیکھا

"آپ امی ابو سے صرف اتنا کہہ دیجئے گا ۔ کہ بینا اپنی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے اس بات کے لئے بالکل تیار نہیں ہے ـــ !" عاصم نے کہا۔

"آخر کب تک یہ بہانہ چلے گا ــــ ؟ وہ تو شادی کرنے پر راضی ہی نہیں ہے" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"ابھی تو اس کے ایم ۔ اے کرنے میں تقریباً سال باقی ہے ـــ ! اتنا عرصہ تو گزر جانے دیجئے ۔ بعد میں کوئی اور صورت نکل آئے گی ـــــ" عاصم نے سنجیدگی سے "انسان کے خیالات بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی پھوپھی جان ۔ ! شرط صرف یہ ہے کہ اس قسم کے حالات پیدا کئے جائیں ـــــــ !" عاصم نے کہا۔

"عاصم کا خیال درست ہے ـــــ !" آصف صاحب نے تائید کی۔

"بینا کے ذہن میں مردوں کے خلاف اگر اس قسم کے خیالات ہیں ۔ تو اس میں بینا کا قصور نہیں ــــــ ! بچپن سے ہی اس کے سامنے چند مردوں کے غلط کردار سامنے آتے رہے اگر ان حالات میں اس کے دماغ میں نفرت اور خوف کا جذبہ ہے ۔ تو اس میں بینا کی تو کوئی خطا نہیں ــــــ !" عاصم نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا ۔

"ہماری بینا بچپن سے ہی غیر معمولی طور پر حساس اور ذہن ہے ۔ ایسے لوگوں کے ذہن پر معمولی سے معمولی بات کا اثر بہت گہرا مرتب ہوتا ہے ـــــ !" آصف صاحب نے کہا ۔

"جی ہاں ـــ ! یہ بالکل صحیح ہے ـــــ !" عاصم نے کہا ۔

"بہت ممکن ہے کہ کسی مرد کا غیر معمولی طور پر اچھا کردار بینا کے ذہن سے نفرت اور ان کے اس جذبے کو دور کر دے ــــ !" آصف صاحب نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے ـــــ !" عاصم کچھ سوچتے ہوئے بولے ۔

"انسان تو انسان ہی ہے ۔ اس سے غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں ـــــ برائیاں بھی ہو سکتی اور اچھائیاں بھی ـــــ ! اب اس لڑکی کے لئے آسمان سے کوئی فرشتہ تو اترنے سے رہا - !" فرزانہ بیگم نے کہا ۔

عاصم اور آصف خاموش ہے ۔

"میں بھائی جان اور بھابھی سے کہنے کو تو یہ کہہ دوں ۔ کہ بینا ابھی راضی نہیں ہے ۔ لیکن اگر ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد یہی صورت رہی ۔ تو پھر کیا ہوگا ـــــ ؟" فرزانہ بیگم پریشان ہو کر بولیں ۔

"اوّل تو خدا کی ذات سے مجھے بڑی امید ہے ـــ ! پھوپھی جان کہ صورتِ حال یہی نہیں رہے گی ۔ لیکن اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہوا تو ــــــ !" عاصم چپ ہو گئے ۔

"تو ـــــ؟" فرزانہ بیگم نے پوچھا۔

"تو بھی آپ فکر نہ کریں۔ میں ہر بات ہر برائی اپنے اوپر لے لوں گا ــــ!" عاصم

چہرے پر بڑی گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"عاصم ـــــ!" فرزانہ بیگم ان کی طرف دیکھتی رہ گئیں۔

"آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پھوپھی جان! کہ بتیا انکار کر رہی ہے بلا

میں خود امی ابو سے کہہ دوں گا۔ کہ میں راضی نہیں ہوں ـــــ!" عاصم باوجود کوشش کے

اپنے چہرے کی افسردگی کو چھپا نہیں سکے۔

"عاصم! میرے بیٹے ـــــ! یہ کم عقل لڑکی تو سچ مچ تمہارے لائق ہے ــــ!"

فرزانہ بیگم نے اٹھ کر عاصم کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کے چہرے پر عاصم کے لئے

بے پناہ محبت کروٹیں لے رہی تھی۔

آصف صاحب بھی محبت اور ستائش کی نظروں سے عاصم کی طرف دیکھ رہے

تھے۔

"کاش! بتیا عاصم کو سمجھ سکے ــــ!" آصف صاحب نے دل میں سوچا۔

"میرے معبود! تو بتیا کو عقل دے اور سمجھ ـــــ!" فرزانہ بیگم نے دل ہی دل میں

دعا کی۔

تھوڑی دیر بعد عاصم جانے کے لئے اٹھ گئے۔

"میری ایک بات مانئے گا پھوپھی جان ــــ!" عاصم کا سر جھکا ہوا تھا۔

"سر آنکھوں پر میرے بیٹے ـــــ!" فرزانہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ وہ عاصم

پر اپنی کتنی محبت نچھاور کر دیں۔

"آپ بتیا کے ساتھ سختی بالکل مت کیجئے گا ـ!"

فرزانہ بیگم جانے کیا سوچنے لگیں۔

"آپ اس کے ساتھ پہلے ہی کی طرح نرمی اور محبت سے پیش آیئے گا ــــ!" عاصم

آہستہ سے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا عاصم ـــــ!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"ہاں ــــ! یہ بہت ضروری ہے پھوپھی جان ـــــ!" عاصم نے کہا۔ اور خدا حافظ

ر بوجھل قدموں سے لوٹ گئے۔

اس رات کافی دیر تک بتیا سو نہ سکی۔ گزشتہ دو روز کی باتیں اس کے ذہن

بری طرح مسلط تھیں۔ عاصم سے اتنے سخت لہجے میں بات کرنے کا اسے بہت

وں تھا۔ اگر عاصم بھی اس کے جواب میں اتنے ہی سخت لہجے میں اس سے بات کرتے۔

شاید اسے افسوس نہ ہوتا۔ لیکن عاصم کی نرم گفتاری اور ان کے مزاج کے دھیمے پن

ے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ دل سے تو ہر لمحہ یہی صدا آتی تھی۔ کہ بتیا! تم

نے جو کچھ کیا ــــ ٹھیک کیا ــــ!" لیکن ضمیر تھا۔ کہ اسے للکار رہا تھا۔

ٹھیک ہے۔ کہ مردوں کے خلاف تمہارے ذہن میں نفرت کے جذبات

ں۔ لیکن تم نے جو باتیں کہیں وہ نرمی سے بھی تو کہی جا سکتی تھیں۔

غصے میں انسان کو اپنے دل و دماغ پر قابو کب رہتا ہے ــــ؟" دل نے کہا۔

غصہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی ـــــ؟ عاصم کوئی تمہارے ساتھ زبردستی

نہیں کر رہے تھے۔ وہ تو تم سے محض چند باتیں کرنا چاہتے تھے۔! تم نے تو ان کی

بات سننے سے پہلے ہی غصے اور ناراضگی کا اظہار کر دیا ــــ!" ضمیر کی آواز سنائی دی۔

اور یوں ___ کافی رات تک یہ جنگ جاری رہی۔ نہ ضمیر شکست ماننے پر تیار
تھا۔ اور نہ دل ۔!

لیکن ___ بینا نے اگر عاصم سے سخت لہجے میں بات کی تھی۔ تو شاید اس میں قصور
بینا کا نہیں تھا۔ بچپن سے اب تک اس کے ذہن میں نفرت کے جو جذبات پرورش پاتے
رہے تھے۔ انہوں نے بڑھتے بڑھتے ایک آتش فشاں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ برسوں
سے وہ آتش فشاں چپ چاپ سویا ہوا تھا۔ اور جب ___ اس کی زندگی کو ایک مرد
کے ساتھ وابستہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ تو۔ وہ سویا ہوا آتش فشاں غضبناک
ہو کر جاگ اٹھا۔ اور پھٹ پڑا ___ ! چھپی ہوئی نفرت دبا ہوا خوف۔ طنز کے تیر آنسو
اور سسکیاں سب کچھ بہہ نکلا۔

اور اسی رات ___ عاصم تو ایک پل کے لئے بھی نہ سو سکے ___ ! ایسی
رات تو ان کی زندگی میں اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی انہوں نے تو یہ کبھی نہیں سوچا
تھا۔ کہ بینا ___ جو اتنی معصومیت سے باتیں کرتی ہے۔ اس قدر سنجیدہ بھی ہو سکتی
ہے ___ ! اس کے دماغ میں مردوں کے خلاف اس قدر زہر بھرا ہوگا ___ !
یہ بات تو بھولے سے بھی عاصم کے ذہن میں نہیں آئی تھی ___ وہ تو یہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ
بینا کی معصومیت ہے۔ جو اسے ان کے جذبات کی گہرائی تک پہنچنے سے باز رکھتی ہے
لیکن جب رخ سے نقاب سرکی۔ تو عاصم کو معلوم ہوا کہ بینا در حقیقت کیا تھی۔

"تو یہ ہے انجام تمہاری محبت کا ___ ! تم کیوں بغیر سوچے سمجھے اس قدر آگے
بڑھ گئے تھے ۔ عاصم رضا ___ ؟" انہوں نے خود سے سوال کیا۔

"لیکن ضروری تو نہیں کہ انجام یہی ہو ___ ! اگلے لمحے کی خبر کسے ہوتی ہے !

جاتا ہے ___ ؟ کہ زندگی میں آنے والا دوسرا لمحہ اپنے دامن میں کتنے بڑے
اور کتنے بڑے انقلاب کو چھپائے ہوئے ہوگا۔ !" عاصم نے اپنے دل کو تسلی دی۔
یہ تو سچ ہے کہ ماضی۔ حال اور مستقبل میں تعلق اتنا گہرا ہے کہ انہیں ایک
دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن زمانہ حال کی تلخیوں سے شکستہ دل ہو کر
مستقبل کے حسین خوابوں کے محل مسمار نہیں کئے جا سکتے۔ ! ہر تاریک رات کے
بعد مسکراتی ہوئی صبح ضرور آتی ہے ___ ! کیا ہوا جو آج تمہارے چاروں طرف
اندھیرے سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ یہ اندھیرے سدا رہنے والے تو نہیں ___ ! اندھیرے
تو چھٹ جانے کے لئے ہوتے ہیں ___ ! اور جب اندھیرے چھٹتے ہیں۔ تو اجالے ہی خوش
آمدید کہتے ہیں۔

"اتنے گرفتہ دل مت ہو عاصم ___ ! اگر بینا سے تمہاری محبت سچی ہے۔ تو یہ بھی
یاد رکھو۔ کہ وہ تاثیر سے خالی نہیں ہوگی ___ ! اور یہی تاثیر بینا کے دل سے نفرت
کے زہر کو دھو ڈالے گی ___ !" عاصم اپنے آپ کو سمجھا رہے تھے ___ !
اور اگر ___ ایسا نہ ہوا ___ تو ___ تو کیا ہوگا عاصم ___ ! ؟ تم نے یہ بھی سوچا !
محبت سے محروم ہو کر تمہاری زندگی میں باقی کیا رہ جائیگا ___ ! انجانے میں ہی
تم اس سے اس قدر قریب ہو گئے۔ کہ آج اس سے دوری کا تصور بھی تمہارے لئے
[illegible] ہے ___ !
عاصم ___ ! تم نے کیوں خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھر میں آگ لگائی ؟!
پھر اس آگ کا انجام کیا ہوگا ___ ؟ اس بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے جب سرد
ہوں گے۔ تو سوائے بے حس راکھ کے ڈھیر کے اور کچھ باقی نہیں بچے گا ___ ؟

بیٹا تو تمہاری زیست کا حاصل ہے عاصم ــــ ! اگر وہ تمہیں نہ مل سکا
کیا ہو گا. جانتے ہو ــــ ؟ تنہائیاں تمہارا مقدر بن جائیں گی ــــ غم کے
صحرا میں تم زندگی بھر تنہا بھٹکتے پھرو گے. تمہارے چاروں طرف ویرانیاں ہوں
اور اداسیاں ! اور تب ــــ تم اپنی زندگی کے طویل فاصلے کو کیسے طے کرو
کیونکر طے کرو گے. ــــ ؟ عاصم نے سگریٹ کا آخری کش لیا. اور اسے ایش
میں مسل دیا. بجھے ہوئے سگریٹ کے جانے کتنے ٹکڑے ایش ٹرے میں پڑ
حسرت ویاس سے عاصم کو تک رہے تھے ــــ لیکن عاصم ان سے بے نیاز
میں گم تھے. ان کا اپنا دکھ بہت شدید تھا. اور ان کے اپنے زخم گہرے
بہت گہرے.

اگر یہ زخم رستے ہوئے ناسور بن گئے تب ــــ ؟ عاصم کے دل نے
انتہائی دکھ سے پوچھا.

لیکن عاصم بھلا کیا جواب دیتے ــــ ؟ انہوں نے ایک طویل سانس
لی. اور اٹھ کر دریچے کے قریب آ گئے ــــ ! اور رات آہستہ آہستہ گزر
رہی ــــ !

دو روز گزر گئے. لیکن عاصم کے دل کی حالت کسی پر بھی ظاہر نہ ہو سکی
اپنے چہرے پر سکون کی نقاب چڑھائے عاصم ہر بات میں ہر کام میں پہلے کی
طرح حصہ لیتے رہے ــــ سکون کی اس نقاب کے نیچے کتنا بڑا طوفان سو رہا
تھا. یہ کوئی بھی نہیں جان پایا.

اور تیسرے روز ــــ شام کو عاصم باہر جانے کی تیاری کر رہے تھے

امی امی کمرے میں آ گئیں.
فرزانہ کے گھر جا رہے ہو عاصم ــــ ؟ سلطانہ بیگم نے پوچھا.
نہیں ــــ ! عاصم نے کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے کہا.
پھر...... ؟ انہوں نے عاصم کی طرف دیکھا.
بس ادھر ادھر گھوم کر واپس آ جاؤں گا. کیوں کچھ کام ہے آپ کو ــــ ؟ عاصم

مجھے جانا ہے فرزانہ کے پاس ــــ ! سلطانہ بیگم نے کہا.
کیوں ــــ ؟ عاصم نے پوچھا.
بس ہے کچھ کام ــــ ! وہ مسکرائیں.
ایسا کون سا کام ہے. جو آپ مجھ سے بھی چھپا رہی ہیں ! عاصم انجان بن کر
ان کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی.
فرزانہ سے کچھ کہہ کر آئی تھی آج اسی کا جواب لینے جانا ہے ــــ ! سلطانہ بیگم
ہٹ گہری تھی.
عاصم دو ایک سیکنڈ خاموش سر جھکائے کھڑے رہے.
کیا سوچنے لگے ــــ ؟ سلطانہ بیگم نے پیار سے پوچھا.
ایک بات کہوں امی ــــ ؟ عاصم نے ان کی طرف دیکھا.
ضرور کہو. ــ ! سلطانہ بیگم نے کہا.
آپ مان جائیں گی نا ــــ ! عاصم نے آگے بڑھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا
تم کہہ کے تو دیکھو ــــ ! سلطانہ بیگم نے محبت سے ان کی طرف دیکھا.

"آپ فی الحال صرف معتصم بھائی کی منگنی کر دیجئے ۔" عاصم کے چہرہ

تھی ۔

"آخر کیوں ۔۔۔ ؟" سلطانہ بیگم نے حیران ہو کر عاصم کی طرف دیکھا۔

"بس ۔ ۔۔۔ !" عاصم نے کہا۔

"یہ تو کوئی جواب نہ ہوا ۔ !" سلطانہ بیگم نے کہا ۔

"امی ۔ وہ دراصل بات یہ ہے کہ ۔۔۔ میں چاہتا ہوں ۔ پہلے معتصم

کی شادی ہو جائے ۔۔۔ !" عاصم نے کہا ۔

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے ۔ کہ معتصم کے بعد ہی تمہارا نمبر آئے ۔" سلطانہ

نے کہا ۔

"اُوہ امی ۔ میری شادی کی آخر آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے ۔ ؟ ابھی تو

ہی رہی ہے ۔ کم سے کم ایم ۔ اے تو کر لینے دیجئے اسے ۔۔۔ !" عاصم نے کہا۔

"اچھا یہ بات ہے ۔۔۔ !" سلطانہ بیگم مسکرائیں ۔

"ہوں ۔۔۔ !" عاصم بھی زبردستی مسکرا دیئے ۔

"بینا نے تم سے کچھ کہا ہے ۔۔۔ !" سلطانہ بیگم نے پیار سے عاصم کی طرف

"ہاں ۔۔۔ ایسا ہی سمجھ لیجئے ۔۔۔ !" عاصم نے کہا ۔

"لیکن میں ابھی شادی تو نہیں کر رہی ہوں تمہاری ۔۔۔ !" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"فی الحال منگنی کی بھی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ !" عاصم نے کہا ۔

"منگنی کر دینے میں کیا حرج ہے ۔۔۔ ؟" سلطانہ بیگم نے ان کی طرف دیکھا

"نہ سہی حرج ۔۔۔ ! بس ابھی میں نہیں چاہتا ۔۔۔ !" عاصم مسکرائے ۔

اچھی بات ہے ۔ جیسے تمہاری مرضی ۔۔۔ !" سلطانہ بیگم نے کہا ۔

میرا خیال ہے اب تو آپ کو پھوپھی جان کے جانے کی ضرورت نہیں ہے امی ۔!"

کہا ۔

کیوں ۔۔۔ ؟" انہوں نے حیران ہو کر عاصم کی طرف دیکھا ۔

اس لئے کہ آپ پھوپھی جان سے جو کچھ پوچھنے جا رہی تھیں ۔ اس کا جواب تو میں

آپ کو دے دیا ۔ !" عاصم مسکرا کر بولے ۔

اے ہے لڑکے ۔۔۔ ! اب اس کا یہ مطلب تو نہیں ۔ کہ میں ملنے کے لئے بھی نہ

۔۔۔ !" سلطانہ بیگم ہنس کر بولیں ۔

اس روز میں پھوپھی جان کے گھر گیا تھا ۔ تو بیچاری بہت پریشان تھیں ۔ !" عاصم نے

کیوں ۔۔۔ ؟ خیریت ۔۔۔ ؟" سلطانہ بیگم گھبرا کر بولیں ۔

آپ اور ابّو شاید ان سے یہ کہہ آئے تھے ۔ کہ بینا سے اس کی مرضی معلوم کر کے بتا دینا!"

ماں کی طرف دیکھا ۔

ہاں تو ۔۔۔ ؟" سلطانہ بیگم نے پوچھا ۔

یہی کہہ رہی تھیں ، کہ بینا تو تعلیم مکمل کرنے سے پہلے راضی نہیں ہے ۔ اب میں

بتا دوں گی ۔۔۔ ؟" عاصم کچھ سوچتے ہوئے بولے ۔

اے لو ۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے ۔۔۔ ؟" سلطانہ بیگم نے کہا ۔

"نہیں یہ خیال تھا امی ! کہ کہیں آپ لوگ برا نہ مان جائیں ۔۔۔ !" عاصم نے کہا ۔

"تم بھی حد کرتے ہو ۔۔۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے ۔۔۔ ؟" سلطانہ بیگم

مُسکرا کر بولیں۔

عاصم خاموش رہے۔

"ہم ایک دفعہ کہہ چکے ہیں کہ بتینا ہماری بیٹی ہے۔ اگر وُہ ابھی راضی نہیں

کوئی بات نہیں ـــــ آج نہ سہی ہم کل لے آئیں گے اسے اپنے گھر ـــ" سلطا

"ہاں امّی! جلدی کس بات کی ہے ـــــ؟ اچھا ہے۔ وُہ سکون سے پڑ

عاصم نے کہا۔

"ہاں ـ اور کیا ـــــ شادی کے بعد کہاں پڑھائی ہوتی ہے ـــ؟" سلطا

کہا۔ اور خانساماں کے آواز دینے پر کمرے سے باہر چلی گئیں۔

ـــــــ ٭ ـــــــ

جب سے فاروق بھائی کی ترقی ہوئی تھی آئے دن انہیں دوروں پر جانا پڑتا

پچھلے دو ماہ سے وہ لائل پور گئے ہوئے تھے۔ اور بتینا ایک ایک دن گن رہی تھی۔

بھائی کے جانے کے بعد وہ ہفتے میں دو مگر پھوپھی اماں کے گھر ضرور لگاتی تھی "بیچاری

اماں کتنی اکیلی رہ جاتی ہیں ـــــ؟" وہ اداس ہو کر سوچتی ـــــ!

لیکن گذشتہ ہفتے وہ پھوپھی جان کے گھر بالکل نہ جا سکی۔ ایک بات شروع

ہی۔ وُہ ختم بھی ہو گئی۔ لیکن بتینا باوجود کوشش کے اپنی ذہنی حالت پہ قابو نہ

گھر کا ماحول، اگرچہ پہلے جیسا ہی ہو گیا تھا۔ بتینا کے لئے کسی کی شفقت و محبت

دل میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ لیکن پھر بھی بتینا اپنے گزشتہ موڈ کو واپس نہ لا سکی۔

ماموں اور ممانی بھی ایک دفعہ آئے تھے۔ پہلے ہی کی طرح بتینا پر اپنی محبت و شفقت

کرتے رہے۔ فرحیہ اور معتصم بھائی اس سے ساتھ چلنے کے لئے اصرار کرتے رہے۔

لیکن بینا کے دل کو تو جانے کیا ہو گیا تھا ــــ؟

فرزانہ بیگم فاروق کے گھر جا کر پوری بات تفصیل سے اپنی نند کو
کر چکی تھیں۔ پھوپھی اماں پوری بات سن کر حیران پریشان سی سوچتی رہ گئیں
لاڈلی بھتیجی کی عقل کو آخر کیا ہو گیا ہے ــــ؟

پھر ــــ اس روز بینا یونیورسٹی سے واپس آکر کھانا کھا رہی تھی۔ تب
ہی پھوپھی اماں آ گئیں۔

"پھوپھی اماں ــــ!" بینا کھانا چھوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔

"میری بچی ــــ!" پھوپھی اماں نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام
چوم لی۔

"کیا ہو گیا ہے تجھے بینا ــــ؟ بالکل مرجھا کر رہ گئی ہے۔ پچھلے
آئی تھی۔ تو اچھی بھلی تھی تو ــــ!" پھوپھی اماں نے اس کے مرجھاتے ہوئے
کی طرف دیکھا۔

"کچھ بھی نہیں پھوپھی اماں ــــ آپ کو تو وہم ہو گیا ہے ــــ!" بینا مسکرا
کچھ سوچ کر بولی۔

"فاروق بھائی کب واپس آئیں گے ــــ؟"

"کل آجائے گا فاروق ــــ!" پھوپھی اماں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آئیے آپا ــــ کھانا کھائیے ــــ!" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"کھانا کھا کر ہی نکلی تھی میں گھر سے ــــ!" پھوپھی اماں نے کہا۔

"دو چار نوالے ہی سہی ــــ!" فرزانہ بیگم نے اصرار کیا۔

"نہیں بھئی۔ بالکل گنجائش نہیں ہے ــــ" پھوپھی اماں نے کہا

"پھوپھی اماں آپ تو تکلف کر رہی ہیں ــــ" بینا شرارت سے مسکرائی فرزانہ بیگم نے
دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اتنے دنوں بعد آج بینا ڈھنگ سے مسکرائی تھی۔

"ہاں ایک یہی گھر تو ہے میرے لئے تکلف کرنے کو ــــ"

پھوپھی اماں نے محبت سے بینا کی طرف دیکھا۔

"تو پھر آپ کھا کیوں نہیں رہی ہیں ــــ؟" بینا نے کہا

"اے ہے بیٹی ــــ بھوک نہیں ہے تو کیسے کھالوں ــــ؟"
پھوپھی اماں بولیں

"تو پھر آپ کی کیا خدمت کی جائے ــــ" بینا کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی

"کچھ نہیں تو بس اپنا کام کر جا کے ــــ" پھوپھی اماں بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے
کہنے لگیں۔

بینا ہاتھ دھو کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ آج کل تو اس پر دن رات پڑھنے کی دھن
سوار تھی امتحان شروع ہونے میں اتنا تھوڑا عرصہ باقی تھا۔

شام کو بینا اپنے کمرے میں چائے پی رہی تھی تب ــــ پھوپھی اماں آگئیں۔

"آئیے پھوپھی اماں ــــ!" بینا نے اپنی کتابیں ایک طرف سمیٹتے ہوئے پھوپھی اماں کو اپنے
بستر پر جگہ دی۔

"تیرے امتحان کب سے ہیں بینا ــــ؟" پھوپھی اماں بیٹھتے ہوئے بولیں

"ابھی تو دو مہینے باقی ہیں ــــ" بینا نے چائے کا گھونٹ لے کر کہا۔

"تو اپنے امتحانوں سے فارغ ہو جائے تو پھر گھر میں تقریب کا کچھ سلسلہ ہو ــــ"

پھوپھی اماں نے پیار سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیسی تقریب ۔۔۔" بیناؔ نے ان کی طرف حیران ہو کر دیکھا

"تیری منگنی کی تقریب اور کیسی تقریب ۔۔۔" پھوپھی اماں مسکرائیں

"میری منگنی ہو گی ہی نہیں ۔۔۔" بیناؔ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"تیرے کہنے سے نہیں ہو گی ۔۔۔" پھوپھی اماں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی

"سچی میں پھوپھی اماں ۔۔۔ آپ پوچھ لیجئے ابو امی سے ۔۔۔" بیناؔ نے ہنستے ہوئے کہا

"رہنے دے لڑکی۔ تیرے ساتھ تیرے ابو امی کی بھی عقل ماری گئی ہے ۔۔۔ تیری شادی میں کروں گی ۔۔۔" پھوپھی اماں نے شفقت سے بینا کی طرف دیکھا

"نہیں پھوپھی اماں ۔۔۔" بیناؔ نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں کیا تو چپ رہ ۔۔۔" پھوپھی اماں نے کہا

"مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا ۔۔۔" بیناؔ نے کہا

"نہ لگے تجھے اچھا ۔۔۔" پھوپھی اماں نے لاپرواہی سے کہا

"میرے امتحان سر پر کھڑے ہیں اور آج کل ہی سب کو اس قسم کی باتیں سوجھ رہی ہیں۔" بینا کا موڈ بگڑنے لگا۔

"اچھا ۔۔۔ اچھا ۔۔۔ منہ مت بنا۔ تو آرام سے امتحان دے لے اس وقت تک کوئی تجھ سے ایسی باتیں نہیں کرے گا ۔۔۔"

پھوپھی اماں نے کہا اور جانے کیلئے اٹھ گئیں

"کہاں جا رہی ہیں پھوپھی اماں ۔۔۔" بیناؔ نے پوچھا

"بس اب گھر جاؤں گی ۔۔۔" پھوپھی اماں بولیں

"ارے واہ ۔۔۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی رات کا کھانا کھا کر جائیے گا ۔۔۔" بینا چھلانگ مار کر بستر سے نیچے اتر گئی۔

"بہت دیر ہو جائے گی ۔۔۔" پھوپھی اماں نے کہا

"تو کیا ہوا۔ ابو چھوڑ آئیں گے ۔۔۔" بیناؔ نے کہا

"پھر کسی روز آ جاؤں گی ۔۔۔" پھوپھی اماں نے جان چھڑانی چاہی

"وہ الگ بات ہے لیکن آج آپ کھانا کھائے بغیر نہیں جا سکتیں ۔۔۔" بیناؔ نے ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا

"کونسی خاص چیز پکائی ہے آج تو نے ۔۔۔" پھوپھی اماں ہنستے ہوئے بولیں

"آج میں نے مسور کی دال پکائی [illegible] چھڑا کر کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولی

پھوپھی اماں کو ہنسی آ گئی۔

"ابو دیکھئے پھوپھی اماں جا رہی ہیں ۔۔۔" بیناؔ نے ان کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا

"ابھی کیسے جائیں گی ۔۔۔" آصف صاحب اور فرزانہ بیگم نے کہا

"دوپہر سے آئی ہوئی ہوں ۔۔۔ کچھ خبر ہے تمہیں ۔۔۔" پھوپھی اماں مسکرا کر بولیں

"کچھ بھی سہی۔ آپ رات کا کھانا کھا کر جائیے گا ۔۔۔"

فرزانہ بیگم نے کہا

پھوپھی اماں نے سینکڑوں بہانے بنا ڈالے مگر سب کے سب کچھ اس طرح ان کے پیچھے پڑ گئے کہ ان سے مزید انکار نہ ہو سکا۔

دوسرے روز شام کو بیناؔ نائلہ کے گھر جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی کہ فاروق بھائی
فاروق بھائی کے سکوٹر کی آواز سن کر بینا کھڑکی میں آگئی۔ وہ دو تین پیکٹ سنبھالے ہوئے
آرہے تھے۔

"فاروق بھائی ——" بیناؔ نے آواز لگائی

فاروق نے کھڑکی کی طرف دیکھا — اور مسکرا دیئے

"ادھر آئیے ——" بیناؔ نے کہا

فاروق بھائی کھڑکی کے پاس چلے آئے۔

"لائیے یہ پیکٹ مجھے دیدیجئے ——" بیناؔ نے کہا

"کیوں ——" فاروق نے اس کی طرف دیکھا

"میرے لئے ہی تو لائے ہیں آپ ——" بیناؔ نے مسکرا کر کہا

"اچھا۔ بڑی خوش فہمی ہے تمہیں ——" فاروق بھائی نے مسکرا کر کہا

"اس میں خوش فہمی کی کیا بات ہے —— میری نہیں ہیں یہ چیزیں ——" بینا
نے پوچھا

"تم جیسی نالائق لڑکی کے لئے میں کوئی چیز نہیں لایا کرتا ——"
فاروق بھائی نے کہا

"اچھا —— میں نالائق ہوں ——" بیناؔ نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے انہیں
گھورا۔

"اور کیا —— تمہاری نالائقی کا سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ مجھے باہر کھڑا کر رکھا
ہے ——" فاروق بھائی اس کے گھورنے کی پرواہ کئے بغیر بولے۔

بینا نے دوسری طرف جا کر دروازہ کھول دیا۔ فاروق بھائی اندر آگئے

"اب تم اپنی خیر مناؤ ——" فاروق بھائی نے پیکٹ میز پر ڈال دیا اور بولے

"کیوں ——" بیناؔ نے ان کی طرف دیکھا

"تمہاری بڑی رپورٹیں ملتی رہی ہیں مجھے ——" فاروق بھائی نے معنی خیز انداز
سے اس کی طرف دیکھا

"کیا مطلب ——؟" بینا نے پوچھا

"ذرا دم لینے دو مجھے۔ پھر میں اچھی طرح مطلب سمجھاؤں گا تمہیں ——" فاروق
بھائی نے معنی خیز انداز سے اس کی طرف دیکھا۔

پھر ایک دم انہیں کچھ خیال آگیا۔

"میرے آتے ہی تم نے بکواس شروع کر دی مجھے یہ تک یاد نہیں رہا کہ ماموں جان اور
ممانی جان" کو سلام بھی کرنا ہے ——" فاروق بھائی اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے بولے

"اس سے پہلے کسی کو سلام کیا ہوتا۔ تو یاد بھی رہتا۔ سلام کرنا ——"
بینا نے شرارت سے کہا۔

"کرتی رہو بکواس —— ابھی آکے خبر لیتا ہوں تمہاری ——" فاروق بھائی کمرے
سے باہر جاتے ہوئے بولے

فاروق بھائی کے آنے کے بعد نائلہ کے گھر جانے کا کیا سوال تھا بینا ڈرائینگ روم
میں نائلہ کو ٹیلی فون کرنے چلی گئی۔

فاروق بھائی کافی دیر تک اپنی ممانی اور ماموں سے باتیں کرتے رہے اور بینا بھی
وہیں بیٹھی بیچ بیچ میں لقمے دیتی رہی۔

آصف صاحب اور فرزانہ بیگم دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے رہے کہ کسی طرح بینا کا موڈ تو ٹھیک ہوا۔ فاروق بھائی چائے پی کر بینا کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گئے۔

"کہاں جانے کی تیاری کر رہی تھیں ــــ" فاروق بھائی نے بیٹھتے ہوئے کہا

"نائلہ کے گھر ــــ" بینا بھی ان کے سامنے بیٹھ گئی

"کیوں ــــ؟" فاروق نے پوچھا

"پڑھنا تھا اس کے ساتھ ــــ" بینا نے کہا

"سب بہانے بازی ہے اس کے ساتھ پکچر دیکھنے جانا ہوگا ــــ" فاروق بھائی نے کہا۔

"نہیں سچ مچ پڑھنا تھا ــــ" بینا نے انہیں یقین دلانا چاہا ــــ "ویسے اب آپ آ گئے ہیں تو ایک پکچر ہی دکھا دیجئے ــــ" بینا نے خوشامد کرتے ہوئے کہا

"کون سی پکچر دیکھو گی ــــ؟" فاروق بھائی مسکرائے

"کوئی سی بھی دکھا دیجئے ــــ" بینا نے کہا

"لو دیکھو ــــ" فاروق بھائی نے میز پر پڑا اخبار اٹھا کر فلموں کے اشتہار والا صفحہ اس کے سامنے کر دیا۔

"اب ٹالئے مت ــــ" بینا نے کہا

"اچھا، اب تم بیکار باتیں چھوڑو ــــ" فاروق بھائی ایک دم سنجیدہ ہو گئے

"اور یہ بتاؤ کہ آخر تم نے یہ کیا ڈرامہ شروع کر رکھا ہے ــــ؟" فاروق بھائی نے کہا

"کیسا ڈرامہ ــــ؟" بینا نے پوچھا

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں ــــ" فاروق بھائی نے اس کی طرف دیکھا

"تو اور کون بتائے گا ــــ" بینا نے کہا

"چلو کوئی بات نہیں ــــ میں ہی بتائے دیتا ہوں ــــ" فاروق بھائی نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا

"بتائیے ــــ" بینا نے کہا

"میں نے سنا ہے تم نے ماموں جان اور ممانی کو بہت پریشان کر رکھا ہے ــــ" فاروق بھائی نے سگریٹ کا کش لگا کر کہا

فاروق بھائی کا یہ جملہ سن کر بینا بات کی تہہ تک پہنچ گئی اس نے فاروق بھائی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سر جھکائے کیا سوچتی رہی۔

"جواب دو میری بات کا ــــ" فاروق بھائی نے اس کی طرف دیکھا

بینا نے نظریں اٹھا کر فاروق بھائی کی طرف دیکھا ــــ اور پھر بڑی ہی سنجیدگی سے کہا

"فاروق بھائی ــــ جس کسی نے بھی آپ کو اتنی بات بتائی ہے اس نے آگے بھی تفصیل سے سب کچھ بتا دیا ہوگا"

"لیکن ــــ میں سب کچھ تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں ــــ" فاروق بھائی نے کہا

"جس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا ہے اب اگر پھر وہی بات دوہرائی گئی تو نتائج کے ذمہ دار آپ لوگ ہوں گے ــــ"

بینا کے چہرے پر بڑی گہری سنجیدگی تھی۔

فاروق بھائی بے حد حیرانی سے بینا کی طرف دیکھ رہے تھے: بچپن سے لے کر اب تک وہ بینا کو دیکھتے آئے تھے۔ لیکن بینا کا یہ روپ ان کی نظروں سے کبھی نہیں گزرا تھا ہنستی مسکراتی اور شوخ و شریر بینا زندگی کے کسی مسئلہ پر اس قدر سنجیدہ بھی ہو سکتی ہے یہ بات تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آئی تھی۔

چند سیکنڈ تک وہ بالکل چپ چاپ بینا کی طرف رہے۔ اور بینا کی پیشانی پر شکنیں گہری ہوتی گئیں۔

لیکن فاروق بھائی بھی یہ سوچ کر آئے تھے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ بینا کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ انہوں نے بینا کی سنجیدگی اور غصہ کی پرواہ کئے بغیر وہی قصہ پھر دوہرایا۔

نرمی سے ـــــ پیار سے ـــــ غصہ سے ـــــ

غرض یہ کہ ہر طرح سے اسے سمجھایا ـــــ یہاں تک کہ اسے یہ دھمکی دی کہ اگر اس نے عاصم کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا تو وہ زندگی بھر ان سے بات نہ کریں گے۔

مگر ـــــ

سب کچھ بے سود ثابت ہوا۔ بینا اپنی ضد پر اڑی رہی اور جب فاروق بھائی نے نہ بولنے کی دھمکی دی تو رو پڑی۔

"فاروق بھائی ـــــ آپ اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دیجئے۔ لیکن اس بات کے لئے مجبور نہ کیجئے ـــــ"

وہ سسکتے ہوئے بولی

اس کی سسکیاں بتدریج بلند ہوتی رہیں ـــــ اور آنسو لگاتار گرتے رہے

"آپ لوگوں کو یہ بھی خیال نہیں کہ میرے امتحان سر پر کھڑے ہیں گذشتہ ہفتے فضول قصہ ادھر ادھر اکر آپ لوگوں نے میرا ذہن بیکار کر دیا ہے ـــــ"

بینا نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی

فاروق بھائی مزید برداشت نہ کر سکے انہوں نے اٹھ کر بینا کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور ے آنسو خشک کرتے ہوئے خود ان کی آنکھیں نم ہو گئیں انہوں نے تو کبھی بینا کو اس طرح تے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بمشکل تمام بینا کو چپ کرا سکے۔

اور اس دن کے بعد سے کسی نے بینا کے سامنے اس کی شادی کا ذکر دوبارہ نہیں ا۔ عاصم نے تو اس دن کے بعد سے ہی آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

زیبی ایک روز اپنی امی کے ساتھ بڑے ماموں کے گھر جا کر عاصم سے آنے کیلئے ئی تھی۔

عاصم نے وعدہ تو کر لیا لیکن وعدہ کو نبھا نہ سکے۔ زیبی اس کے بعد بھی کئی روز تک کا انتظار کرتی رہی لیکن جب عاصم نہیں آئے تو وہ بینا سے الجھ پڑی۔

بینا برآمدے میں میز کرسی ڈالے اپنی کتابیں پھیلائے کچھ پڑھ رہی تھی۔ زیبی اس امنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا بات ہے زیبی ـــــ"

بینا نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا

"اس وقت تم سے لڑنے کو دل چاہ رہا ہے ـــــ" زیبی نے منہ بنا کر کہا

"خیریت ـــــ" بینا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"سب تمہارا ہی کیا دھرا ہے" اور پھر بھی خیریت پوچھتی ہو
زیبی نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"کچھ بتاؤ بھی ___ آخر میں نے کیا کیا ہے ___" بینا جھنجھلا کر بولی

"تم نے اُس دن عاصم بھائی سے جانے کیا کیا کہہ دیا۔ انہوں نے آنا ہی چھ
زیبی نے کہا

"میں نے اُن کو یہاں آنے کے لئے تو منع نہیں کیا تھا ___" بینا پنسل
کاپی پر لکیریں کھینچتے ہوئے بولی

"تم سمجھتی ہو تمہاری اتنی باتیں سننے کے بعد بھی وہ یہاں آئیں گے ___"
نے کہا

"لیکن زیب ___ میں نے تو ان سے معافی مانگ لی تھی ___" بینا نے بڑی
سے کہا۔

"جھوٹ مت بولو ___! میں بھی تو وہیں بیٹھی تھی ___ کب تم نے
مانگ لی ___" زیبی ناراض ہو کر بولی

"جب تم چائے رکھ کر گئی تھیں ___" بینا نے سر جھکا کر کہا

"جھوٹی ___" زیبی نے عدم اعتمادی سے اس کی طرف دیکھا

"تم یقین نہیں کرتیں زیب ___" بینا نے اس کی طرف دیکھا

"اچھا یہ بتاؤ پھر عاصم بھائی نے کیا کہا ___" زیبی نے پوچھا

"کہا تو بہت کچھ تھا ___"
بینا نے کہا۔

"کچھ تو بتاؤ ___" زیبی نے دلچسپی سے بینا کی طرف دیکھا

"کچھ یاد نہیں ___ سب بھول گئی ___"
بینا لاپرواہی سے بولی

"اتنا کمزور کب سے ہو گیا تمہارا حافظہ ___" زیبی چڑ کر بولی

"چھوڑو زیبی ___ کوئی اور بات کرو ___" بینا اکتا کر بولی

"اچھا آپی تم خود بتاؤ تمہیں اچھا لگتا ہے اس طرح ___!"
زیبی نے اس کی کتابیں ایک طرف سرکا کر میز پر ٹکتے ہوئے کہا

"کس طرح ___" بینا نے پوچھا

"میرا مطلب ہے عاصم بھائی یہاں نہیں آتے تو تمہیں اچھا لگتا ہے ___" زیبی
اپنی بات کی وضاحت کی

"میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا زیبی ___" بینا نے کہا

"معلوم نہیں تمہارے سینے میں دل ہے یا پتھر ___"
زیبی نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے کہا

"ایک بات پوچھوں زیبی ___!"
بینا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"پوچھو ___"
زیبی بیزاری سے بولی

"عاصم بھائی تمہیں بہت اچھے لگتے ہیں ___"
بینا نے پوچھا۔

"ہاں ——" زیبی نے کہا

"اگر عاصم بھائی سے آپ کی شادی کر دی جائے تو ——"

"آپی ——!" زیبی نے غصہ سے بینا کی طرف دیکھا —— "کیا ہو گیا ہے ا

ذہنیت کو ——" زیبی نے کہا

"میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی جو تم کو اس قدر بری لگ گئی ——

نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

اگر عاصم بھائی مجھے اچھے لگتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ان کے ل

بات سوچوں ——"

زیبی نے غصہ سے کہا

"تو اس میں برائی کیا ہے ——؟"

بینا نے کہا

"فاروق بھائی تمہیں اچھے لگتے ہیں —— وہ بھی تم سے بہت محبت کرتے ہ

اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ یا تم ایک دوسرے سے شادی کرنے پر آمادہ ہو جاؤ

زیبی نے سنجیدگی سے کہا۔

"میری اور فاروق بھائی کی بات دوسری ہے ہم دونوں کے دلوں میں

ہی یہ بات ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے سگے بہن بھائی ہیں —— لیکن

عاصم بھائی تو ——!

بینا کی بات ادھوری رہ گئی۔

"بس خاموش رہو —— میں کچھ سننا نہیں چاہتی ——!"

زیبی کا پارہ اور چڑھ گیا۔

وہ پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی اور بینا پنسل منہ میں دبائے سوچتی رہ گئی۔

زیبی عاصم بھائی سے شادی کرے تو اس میں برائی کیا ہے ——؟

پَل ـــــ ساعت اور لمحے کچھ اس طرح خاموشی سے بیت رہے تھے۔ کہ وقت
کے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔ بیشمار دبے پاؤں بغیر آہٹ کے گزر گئے۔
سیما۔ عرفان اور منصور کے امتحان شروع ہوئے اور ختم بھی ہو گئے۔ زینب کا
پریکٹیکل باقی تھے اور بینا کا ایک پرچہ باقی تھا۔

اس روز بینا کا آخری پرچہ تھا۔ پرچہ دے کر وہ فوزیہ اور فرزانہ کے ساتھ باہر
نکلی۔ تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر سے منوں بوجھ اتر گیا ہو۔ ریحانہ اور
نائلہ دوسرے کمرے میں تھیں۔ بینا اور فوزیہ، فرزانہ ان کے کمرے کی طرف چلی گئیں نائلہ دروازہ
کے قریب ہی مل گئی ریحانہ اندر اپنی چیزیں سنبھال رہی تھی۔

"جلدی باہر آؤ ـــــ ورنہ تمہیں چھوڑ کر ہم چلے جائیں گے ـــــ"
بینا نے کھڑکی کے قریب جاکر کہا

"ارے ہوں بھئی ـــــ آخر جلدی کس بات کی ہے ـــــ"
ریحانہ نے کہا
"جلدی اس بات کی ہے کہ ہمیں گھر پہنچ کر اتنے دنوں کی نیند پوری کرنی ہیں۔"
نے کہا۔
"ان جیسے سوئی تھوڑی ہو اتنے دنوں سے ـــــ" ریحانہ نے باہر آتے ہوئے کہا
"چار پانچ گھنٹے سونے سے کہیں نیند پوری ہوتی ہے ـــــ" بینا نے زینے
پر بڑھتے ہوئے کہا۔
اور اس کے پیچھے ہی باقی سب بھی کھٹر پٹر کرتی ہوئی زینہ اترنے لگیں۔ شعبۂ
ت کے آفس کے سامنے سے گزرنے لگیں تو ان کے کلاس کے لڑکوں کی ایک
ٹولی نے انہیں گھیر لیا۔
"کیسا پرچہ ہوا آپ لوگوں کا ـــــ" مسعود رضوی اور اختر بیگ نے پوچھا
"کسی فلاسفر نے کہا ہے کہ جو گزر گیا سو گزر گیا۔ اب اس پر افسوس کرنا بیکار ہے"
اتنی سنجیدگی سے کہا کہ سب مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔
"کیا آپ کا پرچہ ٹھیک نہیں ہوا ـــــ" امجد گلی نے پوچھا
"خدا نہ کرے ـــــ کیسی فالِ بد منہ سے نکال رہے ہیں آپ ـــــ" بینا نے
نے کہا
"بھئی آپ ہی تو کہہ رہی تھیں کہ ـــــ" مسعود رضوی کی بات اَدھوری رہ گئی
"میری کہی ہوئی باتوں کو اس وقت آپ لوگ ایک کان سے سنئے اور دوسرے
اڑا دیجئے ـــــ کیونکہ میں اس وقت نیند کے عالم میں ہوں ـــــ" بینا نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ نے بہت اسٹڈی کی ہے ـــــ" یوسف جاپا[illegible]
ہنکارا بھرا۔

" اور میرا خیال ہے کہ آپ بغیر اسٹڈی کئے ہوئے ہی پاس ہو جاتے ہیں
بینا نے کہا

"سچ سچ بتایئے ـــــ کس کس کو رشوت دیتے ہیں ـــــ" نائلہ نے کہا

"ارے نہیں بھئی ـــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے ـــــ"

یوسف جاپانی گھبرا گیا۔

"اگر یہ بات ہو بھی تو اس میں اس قدر گھبرانے اور پریشان ہونے کی کیا بات
ہے ـــــ" فوزیہ نے اطمینان سے کہا

"چھٹیوں میں کہیں جانے کا پروگرام ہے ـــــ" سلیمان سارس نے سا[illegible]
طرح اپنی گردن لمبی کر کے پوچھا

"جی ہاں ـــــ" بینا نے کہا

"کہاں ـــــ" سارس نے پوچھا

"چڑیا گھر ـــــ" بینا کی سنجیدگی قابل دید تھی

سب نے وہ زوردار قہقہہ لگایا کہ آس پاس سے گزرنے والے لوگ ان[illegible]
متوجہ ہو گئے۔

"چڑیا گھر کس سلسلہ میں جائیں گی آپ ـــــ" اختر بیگ نے پوچھا

"بیگ صاحب (بینا بیگ کو ہمیشہ بیگ صاحب کہتی تھی) وہ دراصل

[illegible]یانے ناہے وہاں کوئی پنجرہ خالی ہے آج کل ـــــ" بینا مسکرائی

"تو آپ کیا کریں گی خالی پنجرے کا ـــــ" مسعود رضوی نے پوچھا

"اپنا ایک پرندہ رکھوانا ہے اس پنجرے میں رہائش کے لئے ـــــ" بینا نے سلیمان سارس کی
دیکھتے ہوئے کہا۔

لڑکے بینا کی بات کی تہہ تک بالکل نہیں پہنچ سکے۔

کیونکہ ان میں سے کسی کو نہیں معلوم تھا کہ بینا اور اس کی سہیلیوں نے ان کے نام رکھ چھوڑے
البتہ بینا کی سہیلیاں بینا کی باتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ رہی تھیں۔

"میرا خیال ہے مس نائلہ ـــــ آپ تو اسی شہر میں رہیں گی ـــــ" مسعود ڈنڈا نائلہ کی
[illegible] دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"آپ کا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے ـــــ" نائلہ مسکرائی

"اور آپ ـــــ" یوسف جاپانی نے فوزیہ کی طرف دیکھا

"جی نہیں ـــــ میں کہیں نہیں جاؤں گی ـــــ" فوزیہ نے کہا۔

"مجھ سے بھی پوچھ لیجئے۔ ابھی میرا انٹرویو باقی ہے ـــــ"

ریحانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہلے تو سب کھسیانے سے ہو گئے پھر امجد علی نے مسکراتے ہوئے پوچھ ہی لیا

"چلئے آپ بھی بتا دیجئے ـــــ"

"سوال یہ ہے کہ ہم لوگ کہیں جائیں یا نہ جائیں۔ آپ لوگوں کو کیا دلچسپی ہے ـــــ" بینا
[illegible] غضب سے کہا

"ہم تو ویسے ہی پوچھ رہے تھے۔ آپ ناراض ہو گئیں ـــــ" سلیمان سارس نے کہا

"ظاہر ہے بات ناراضگی کی ہے یعنی ہمیں تو اتنی سخت نیند آ رہی ہے اور آپ لوگ
کہ باتوں کا سلسلہ ختم ہی نہیں کرتے کسی طرح ——" بینا نے کہا
"اچھا جی جائیے آپ ناحق ناراض ہو رہی ہیں ——" یوسف جاپانی اور مسعود
نے کہا۔
"ظاہر ہے ہمیں ہی جانا پڑے گا کیونکہ آپ لوگ تو پیروں میں گوند لگا کر کھڑے ہو
ہیں ——" بینا نے ہنستے ہوئے کہا اور نائلہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔
"اچھا بھئی خدا حافظ چھٹیوں تک کیلئے ——"
سب نے زور سے کہا
"وعلیکم، خدا حافظ ——" بینا نے بھی زور سے کہا
"یار یہ لڑکی بھی خوب ہے ——" یوسف جاپانی نے کہا
"سچ مچ جواب نہیں ہے اس کا ——" سلیمان سارس نے کہا
"کیا دلچسپ باتیں کرتی ہے۔ مزا آ جاتا ہے سن کر ——" امجد گلی نے کہا
اور وہ لوگ دیر تک بینا اور فوزیہ وغیرہ کے بارے میں تبصرہ کرتے رہے۔
بینا اپنی سہیلیوں کے ساتھ وہاں تک ہی پہنچی تھی جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں
اچانک ہی ہارون اپنی گاڑی میں سے اتر کر سامنے آ گیا اس کے دوست گاڑی میں ہی بیٹھے
ہارون دن بدن بینا کے قریب آتا جا رہا تھا خوبصورت اسمارٹ سا لڑکا تھا پڑھنے میں
بہت ہوشیار تھا بینا کا کلاس فیلو بھی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود بینا سے اس کی دوستی
بڑی تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی اس کے اپنے ڈیپارٹمنٹ (انگلش ڈیپارٹمنٹ) کی کتنی ہی لڑکیاں
سے دوستی کی متمنی تھیں لیکن اسے بینا میں نہ جانے کیا نظر آتا تھا کہ ہر روز بینا سے بات

نہ کرے اسے چین ہی نہیں آتا تھا۔ چاہے ان کی بات صرف پانچ منٹ کے مختصر وقفے میں
ہی ختم ہو جائے لیکن ———
ہارون کیلئے یہ پانچ منٹ ہی بہت غنیمت ہوتے تھے۔
"ہیلو مس آصف ——" ہارون نے قریب آ کر کہا
اس کے ہونٹوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ تھی
"ہیلو ——" بینا نے خلافِ معمول بڑی سنجیدگی سے کہا
"ہاؤ آر یو ——" ہارون نے اس کی طرف دیکھا
"ویری نائس —— فائن —— تھینک یو ——" بینا مسکرائی
"یہ چہرہ کیسا ہوا آپ کا ——؟" ہارون نے اس کے ماتھے پر بکھری ہوئی لٹ کی طرف
دیکھتے ہوئے پوچھا
"کچھ نہیں ہو گیا —— آپ سنائیے ——" بینا نے کہا
اس کی سہیلیاں ذرا فاصلے پر کھڑی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔
"بس دعا ہے آپ کی ——" ہارون نے ہنستے ہوئے کہا
"لیکن میں تو آپ کیلئے کبھی دعا نہیں کرتی ——"
بینا نے بڑی صاف گوئی سے کہا
"یہ تو سراسر زیادتی ہے آپ کی —— کیا میں اتنا برا آدمی ہوں ——؟" ہارون سنجیدہ
ہو گیا ——
"دراصل میری دعاؤں میں اتنے زیادہ لوگ شامل ہیں کہ تمام نے لمبی تو دعا ہو جاتی ہے
اور اگر ان میں آپ کا بھی اضافہ ہو گیا۔ تو پھر آپ خود ہی سوچئے ——" بینا بات

ادھوری چھوڑ کر چپ ہو گئی۔

ہارون کے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اچھا اب اجازت دیجئے ___" بینا نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"بہت جلدی ہے آپ کو ___" ہارون نے شکایت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا

"جی ہاں ___!" بینا نے کہا

"کیوں ___؟" ہارون نے پوچھا

"نیند آ رہی ہے ___!" بینا مسکرائی

"ابھی بجا ہی کیا ہے ___ رات کو سوئیے گا آرام سے ___!"

ہارون نے کہا

"آپ نہیں سمجھتے ___ بس اسٹاپ پر پہنچنے تک آپ کے بہت سے کھائی بند ملیں گے۔ ان میں سے ہر ایک نے پندرہ پندرہ منٹ بھی لگائے تو گھر پہنچتے پہنچتے اتنی دیر ہو جائے گی کہ ہماری امی کو مجبوراً یہ کہنا پڑے گا۔

"بیٹی اتنی دیر میں گھر آنے سے بہتر تو یہ ہے کہ تم جہاں سے آئی ہو وہیں چلی جاؤ ___!"

بینا نے کچھ اس انداز سے کہا کہ ہارون مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

"آپ اتنی جلدی کیوں کر رہی ہیں ___ آج تو آخری دن ہے ___!"

ہارون نے کہا

"آج میرا آخری دن ہو ہی نہیں سکتا۔ دیکھئے میرے ہاتھ میں عمر کی کتنی طویل لکیر ہے۔

بینا نے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"خدا نہ کرے جو آپ کا آخری دن ہو ___!" ہارون نے جلدی سے کہا

"آپ خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہے ہیں چچا غالب کا شعر یاد کیجئے ___ یاد نہیں آتا تو مجھ سے سنیئے ___" بینا نے سنجیدگی سے کہا

ہارون مسکرا دیا

؎ موت کا ایک دن معین ہے

بینا نے مصرعہ پڑھا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی

"دوسرا مصرعہ میں نہیں پڑھوں گی۔ کیونکہ مجھے بہت دیر ہو رہی ہے۔

"خدا حافظ ___"

بینا ہارون کو چھوڑ کر اپنی سہیلیوں کے قریب پہنچ گئی ہارون چند لمحے چپ چاپ کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔

پھر اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا

"کیا کہہ رہا تھا ہارون ___؟" نائلہ نے بینا کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا

"معلوم نہیں کیا کہہ رہا تھا ___ میں تو سب بھول گئی!"

بینا نے کہا

"تمہیں رحم نہیں آتا اس کے اوپر بینا ___!" فوزیہ نے کہا

"وہ قابلِ رحم ہستی تو نہیں ہے ___!" بینا نے اطمینان سے کہا

"کیا مطلب ___" نائلہ نے پوچھا

"مطلب یہ کہ خدا کے فضل سے اس کے سب اعضاء سلامت ہیں روپے پیسے کی کمی نہیں ___ ماں باپ کا لاڈلا ہے اور کون سی ایسی بات ہے جو اس پر رحم کھایا جاتا ___" بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں اس لڑکی سے بحث کرتی ہو — اسے اس کے حال پر چھوڑ دو —" ریحانہ نے کہا۔

"ہاں بالکل — دیکھو ریحانہ نے کی نا عقلمندی کی بات —"

"تم دونوں تو بیوقوف ہو —" بیناؔ نے کہا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ سڑک پار کرنے لگی۔ سامنے ہی درخت کے نیچے چاٹ والے کے ٹھیلے کے قریب احسان پائلٹ اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا۔

"خدا کے لئے نظریں جھکا کر جلدی سے گزر جاؤ ادھر سے —" بیناؔ نے کہا

"کیوں خیریت ہے —" فوزیہ نے پوچھا

"سامنے دیکھو احسان پائلٹ کھڑا ہے — ابھی آجائے گا باتیں بنانے —" بیناؔ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے، تم اس سے ڈر رہی ہو — تم کیا اس سے کم ہو باتیں بنانے میں —" نائلہ نے کہا

"اس وقت میرا سارا پرابلم یہ ہے کہ مجھے نیند آرہی ہے — ورنہ میں اچھی طرح سمجھ لیتی اس سے —" بیناؔ نے کہا

"تمہاری نیند نے ناک میں دم کر دیا —" ریحانہ نے چڑ کر کہا

"اے میڈم — یہ تو بتاؤ کہ احسان پائلٹ کا اور تمہارا معاملہ کہاں تک پہنچا —" فوزیہ نے کہا

"ہاں بھئی میں نے تو سنا ہے کہ احسان پائلٹ کا حال بہت برا ہے ان دنوں —" نائلہ نے کہا۔

"میں نے تو یہ خبر بھی سنی ہے کہ احسان پائلٹ ہارون سے بہت جلتا ہے —" نائلہ نے کہا۔

"احسان پائلٹ کے ساتھ تم سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے —" بیناؔ نے کہا

"تم تو کہتی تھیں کہ احسان پائلٹ کے سر سے عشق کا بھوت اتار دو گی —" ریحانہ نے کہا۔

"ہاں بالکل — ابھی بات آگے نہیں بڑھی ہے۔ اب اگر احسان پائلٹ نے قدم بھی آگے بڑھایا۔ تو پھر بغیر ٹکٹ کے تماشہ دیکھنا تم سب —" بینا مسکراتے ہوئے بولی

"اور ہاروؔن کے متعلق بھی تم نے یہی بات کہی تھی —" نائلہ نے کہا

"ہاں بیشک کہی تھی۔ لیکن ہارون لڑکا ہے اور ٹاپ کا — اس میں ایک اچھا دوست بننے کی صلاحیتیں ہیں — اس میں "Understanding" بہت ہے۔ مجھے یقین ہے — کہ اگر ایک دفعہ بھی میں نے اس کے سامنے اپنے نظریات بیان کئے تو وہ جتنے قدم بھی آگے بڑھ آیا ہے اتنے ہی قدم پیچھے ہٹ جائے گا۔ لیکن پھر بھی اس کی دوستی اور خلوص میں فرق نہیں آئے گا۔" بینا نے اچھی خاصی تقریر کر ڈالی۔

"کیا بات ہے — تم ہارون سے بہت امپریس ہو —"

فوزیہ نے معنی خیز انداز سے اس کی طرف دیکھا۔

"امپریس ہونے کی بات نہیں فوزی — جب اس میں یہ خوبی ہے تو کیوں نہ کہوں" بینا نے کہا۔

"نہ بھئی ——— ہمیں تو دال میں کالا نظر آتا ہے ———" نائلہ نے کہا

"تمہیں تو ہمیشہ دال میں کالا نظر آتا ہے ———" بینا نے نائلہ کی طرف گھور کر دیکھا۔

"تو پھر ہارون کی اتنی تعریف کیوں کی جارہی ہے ———؟" ریحانہ نے پوچھا

"تمہیں اگر کبھی ہارون سے تفصیل کے ساتھ باتیں کرنے کا موقع ملے۔ تب تمہیں معلوم ہوگا کہ ہارون یونیورسٹی کے دوسرے لڑکوں سے کس قدر مختلف ہے ———؟"

بینا نے کہا۔

"بس بس، ہم سمجھ گئے گاڑی ہارون اسٹیشن پر آکر رُک گئی!"

فوزیہ نے کہا۔

"ہاں احسان پائلٹ ——— عاصم اور جانے کون کون سے اسٹیشن چھوڑ کر ہارون اسٹیشن پر رُکی ———!" ریحانہ نے بھی تائید کی

"اگر تم لوگوں نے پاگل پن کی باتیں نہ چھوڑیں تو میں سب کو گدڑ بندر چھوڑ آؤں گی"

بینا نے مسکراتے ہوئے کہا

وہ باتیں کرتی ہوئی بس اسٹاپ تک پہنچ گئی تھیں۔

"سنو عنبرین۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ سیدھی سیدھی آگے چلتی رہو ———"

نائلہ نے کہا۔

"کیوں ———؟" فوزیہ نے پوچھا

"اس لئے کہ اس کا نالائق محمود کینٹین کے باہر کھڑا اس کے انتظار میں دھوپ میں سوکھ رہا ہوگا ——— بینا نے نائلہ کو گھورتے ہوئے کہا

"اچھا ——— یہ بات ہے ———!" ریحانہ نے نائلہ کی طرف دیکھا

"اور کیا ——— اس کو تو میں سمجھتی ہوں ——— بینا نے کہا

"بھئی ——— آخر یہ فرزانہ بیگم کب واپس آئیں گی ———" فوزیہ نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس لڑکی کے لچھن آج کل کچھ اچھے نظر نہیں آتے مجھے ———!" بینا نے بڑی تشویش سے کہا۔

"اب دیکھو نا ——— ابھی تک واپسی نہیں ہوئی اس کی ———!"

فوزیہ نے کہا

"معلوم نہیں ریاض کیا رونا روتا ہے۔ جو کسی طرح ان کی ملاقات مختصر نہیں ہونے پاتی ———!" بینا نے کہا

"تم اپنی کہو ——— ہارون کیا رونا رو رہا تھا ———؟" ریحانہ نے کہا

"اس بے چارے نے تو صرف چند رسمی باتیں کیں۔ اور بس ——— اس کے بعد خدا حافظ کہہ دیا ———!" بینا نے کہا۔

"ہاں۔ فرزانہ نے تو واقعی حد کر دی زینے پر ہی ہم سے الگ ہو گئی تھی اور اب تک واپسی کا ارادہ نہیں معلوم ہوتا ———"

ریحانہ نے کہا۔

اسی وقت سامنے سے احسان پائلٹ آتا ہوا نظر آیا۔

"سامنے دیکھو عنبرین ———!" فوزیہ نے کہا

"آگئی شامت ——— بھاگو جلدی ———!" بینا نے کہا

"اب بھاگنا بے سود ہے ـــــ تم لوگ یہیں کھڑی ہو کر اس سے باتیں کرو ـــ میں
جب تک ذرا کینٹین ہو آؤں ـــــ!"

نائلہ نے موقع غنیمت جان کر کہا

"کان کھول کر سن لے نائلہ ـــــ اگر تو آج اس نالائق محمود کے پاس گئی تو مجھ
سے بُرا کوئی نہ ہوگا ـــــ!" بینا نے دھمکی دی

"جانے دو بے چاری کو ـــ کیوں اس کا دل توڑتی ہو ـــــ؟"

ریحانہ نے حمایت لی۔

"اچھا جاؤ ـــــ لیکن اگر زیادہ دیر لگائی تو جان سے مار ڈالوں گی ـــــ!" بینا نے
آنکھیں نکالتے ہوئے کہا

"بس میں ابھی آئی ـــــ!" نائلہ نے کہا ـــــ اور تیز تیز قدموں سے آگے
بڑھ گئی۔

"اس کی" ابھی "ایک گھنٹے سے پہلے تھوڑی ہوگی ـــــ"

بینا نے فوزیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ فوزیہ اور ریحانہ مسکرانے لگیں اس وقت تک
احسان پائلٹ قریب آگیا۔

"السلام علیکم ـــــ کیا حال ہیں آپ لوگوں کے ـــــ؟"

احسان نے آتے ہی دانت نکال دیئے۔

"وعلیکم السلام ـــــ!" تینوں نے کہا

"پرچہ کیسا ہوا ـــــ؟" احسان پائلٹ نے پوچھا

"اب تو یاد بھی نہیں ـــ کافی دیر ہو گئی پرچہ دیئے ہوئے ـــــ!"

احسان ـ نے لگا۔

"گھر جا رہی ہیں آپ لوگ ـ ـــ!" احسان نے کچھ نہ کچھ بات کرنا ضروری سمجھا ـــ

"ارادے تو یہی ہیں ـــ ہم سب کے ـــ" فوزیہ نے کہا

"آپ بھی ـــ؟" احسان نے بینا کی طرف دیکھا

"آپ کا کیا خیال ہے ـ میں یہاں اکیلی بیٹھ کر جھک ماروں گی ـــ" بینا نے
ماں کی طرف دیکھا۔

"نہیں جناب ایسی تو کوئی بات نہیں ہے اور پھر اکیلے کا کیا سوال ـــ؟ ابھی تو
بہت سے لوگ ہیں ـــ میں بھی ہوں ـــ!" احسان پائلٹ نے کہا

"اور آپ کو یہ خوش فہمی ہے کہ میں یہاں رُک کر آپ سے باتیں کروں گی ـــ؟" بینا
انداز تیکھا تھا۔

"اس میں کوئی بُرائی تو نہیں ہے ـــ" احسان نے پھر دانت نکال دیئے

"مسٹر احسان! اتنی زیادہ اہمیت مت دیجئے اپنے آپ کو ـــ" بینا نے بڑی
بیدگی سے کہا

"بھئی ـــ آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہیں ـــ میں نے کوئی بری بات تو نہیں کی
زیہ صاحبہ ـــ ریحانہ صاحبہ ـــ! آپ لوگ انہیں سمجھایا کیجئے نا ـــ" احسان
لٹ نے کہا

"آپ کس خیال میں ہیں احسان صاحب ـــ یہ تو آپ سمیت ہم سب کو سمجھا
ار کھ دے گی ـــ!" فوزیہ طنزیہ انداز میں مسکرائی

"کیوں محترمہ ـــ یہ درست فرما رہی ہیں ـــ؟"

احسان نے بیناؔ کی طرف دیکھا

"سو فیصد درست فرما رہی ہیں ——" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا

احسان پائلٹ سوچ رہا تھا۔ کہ کوئی اور بات کرے —— لیکن بینا اچھا جا

خدا حافظ کہہ کر فوزیہ اور ریحانہ کو ساتھ لے کر آگے بڑھ گئی۔

کینٹین کے پچھلی طرف سائے میں کرسیاں ڈالے نائلہ اور محمود باتوں میں مگن

تھے۔ درمیان میں میز پر کوک کی دو بوتلیں رکھی تھیں بیناؔ، فوزیہ اور ریحانہ کے ساتھ

دھمک پڑیں۔

"آداب عرض ——" محمود ان لوگوں کو دیکھتے ہی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جیتے رہیئے ——" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا

• محمود مسکرا دیا۔

"تمہاری" ابھی "کتنی دیر میں ختم ہو گی ——" بیناؔ نے نائلہ کی طرف دیکھ

نائلہ مسکرا دی۔

"کوئی زیادہ دیر تو نہیں ہوئی ——" محمود نے کہا

"آپ کے لئے نہیں ہوئی ہو گی ——" بیناؔ نے کہا

"ان کے لئے بھی نہیں ہوئی ——" محمود نائلہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"آپ لوگ اس وقت تک اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ جب تک

پروکٹر آپ لوگوں کی شکایت نہیں کر دے گا۔" بینا نے کہا

"اس کی نوبت نہیں آئے گی اس لئے کہ چیف پروکٹر میرا دوست ہے۔

محمود مسکرایا۔

اچھی بات ہے پھر مجھے نائلہ کے گھر لے جا کر اس کی رپورٹ دینی پڑے گی ——"

اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی

فوزیہ ریحانہ کے ساتھ جانے لگی۔ نائلہ کا منہ فق ہو گیا وہ جلدی سے اٹھ کر بینا

پاس آ گئی۔

"عنبریں ——" نائلہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

"کیا تم سچ مچ ——" نائلہ نے بات ادھوری چھوڑ دی

"اور نہیں تو کیا جھوٹ موٹ ——" بینا مسکرائی

"مجھے تم سے ایسی امید نہیں ہے ——" نائلہ بھی مسکرائی

"تم نے مجھ سے غلط امید وابستہ کر رکھی ہے ——"

بینا نے کہا

"دیکھ بینا ——" نائلہ نے کچھ کہنا چاہا

"مجھے نہ کچھ دیکھنا ہے، نہ سننا ہے —— میں تو یہ کہنے آئی تھی کہ ہم گھر

جا رہے ہیں ——"

بینا نے اصل بات بتا دی

"تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ —— میں بھی ساتھ چلوں گی ——"

نائلہ نے کہا

محمود بھی قریب آ گیا۔

"بھئی اتنی جلدی کیا ہے —— تھوڑی دیر ٹھہریئے —— کوک تو پی لیجئے ——

حکم ——" محمود نے کہا۔

"آپ ہمیں کوک کا لالچ مت دیجئے ——!" بینا نے کہا

"کمال کرتی ہیں آپ بھی ——" محمود نے کہا

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہم زیادہ تر کمالات ہی دکھایا کرتے ہیں ——" بینا نے کہا اور خدا حافظ کہہ کر فوزیہ اور ریحانہ کے ساتھ بس اسٹاپ کی طرف چلی گئی۔

گرو مندر کے بس اسٹاپ پر یونیورسٹی بس سے اتر کر بینا رکشہ کا انتظار کر رہی تھی فوزیہ اور ریحانہ دوسرے رکشہ سے جا چکی تھیں۔ بینا کی نظریں خالی رکشے کے انتظار میں اِدھر سے اُدھر بھٹک رہی تھیں تب —— اچانک ہی عاصم اپنی سفید "ٹویوٹا" میں اِدھر سے گزرے۔ بینا کو دیکھ کر انہوں نے اپنی گاڑی روک دی اور دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ بینا بغیر کچھ کہے عاصم کے برابر بیٹھ گئی۔

"آج تو شاید تمہارا آخری پرچہ تھا ——" عاصم نے کہا

"آپ کو کیسے معلوم ——؟" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا

"مجھے سب خبر رہتی ہے ——!" عاصم کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ بکھر گئی وہ بڑی سبک رفتاری سے گاڑی چلا رہے تھے۔

"گھر چلو گی ——؟" عاصم نے پوچھا

"کون سے گھر —؟" بینا نے ان کی طرف دیکھا

"دونوں ہی گھر تمہارے ہیں —" عاصم کی آواز بہت مدھم تھی

"لیکن اس وقت ذکر کون سے گھر کا ہے —؟"

بینا نے مسکرا کر پوچھا

"بنگلور ٹاؤن —" عاصم نے کہا

"نہیں —" بینا نے کہا

"کیوں —؟" عاصم نے پوچھا

"آپ بھی تو ہمارے گھر نہیں آتے —" بینا نے کہا

"میرے آنے یا نہ آنے سے تمہیں کیا دلچسپی —؟" عاصم نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں — لیکن مجھ سے سب کی یہ بات نہیں سنی جاتی۔ کہ آپ نے میری وجہ سے آنا چھوڑ دیا —"

بینا بھی سنجیدہ ہو گئی۔

"سب کون —؟" عاصم نے پوچھا

"زینبی، فاروق بھائی، منصور —" بینا نے کہا

"میں انہیں سمجھا دوں گا — کہ وہ تم سے کچھ نہ کہیں —"

عاصم کچھ اور سنجیدہ ہو گئے

"ویسے — شاید تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمہاری غیر موجودگی میں چار پانچ بار تمہارے گھر جا چکا ہوں —" عاصم نے کہا۔

"نہیں — مجھ سے تو کسی نے ذکر نہیں کیا —" بینا نے کہا

عاصم خاموش رہے۔

"آپ کدھر جا رہے ہیں گاڑی —" بینا نے چونک کر پوچھا

"بنگلور ٹاؤن —" عاصم نے سنجیدگی سے کہا

"میں نہیں جاؤں گی —" بینا کی پیشانی پر شکنیں تھیں۔

"بات کو سمجھا کرو بینا —" عاصم نے ایک لمحہ کے لئے اس کی طرف دیکھا

بینا خاموش رہی۔

"تمہارے امتحان شروع ہونے سے پہلے ابّو تین دفعہ تمہیں لینے گئے تھے تم نے جانے سے انکار کر دیا — اس وقت تو امتحان کا بہانہ کام آ گیا اب تمہارے اس طرح انکار کرنے سے بنی ہوئی بات بگڑ جائے گی —" عاصم نے کہا

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی —" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا

"میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ بس یوں سمجھ لو کہ ایک بات شروع ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی۔ اب اس کے بعد بھی تمہارا یہ رویّہ خلافِ توقع ہو گا۔ امّی ابّو کو خواہ مخواہ بدگمانی ہو جائے گی۔"

عاصم بینا کو پوری تفصیل بتانے سے گریز کر رہے تھے۔

امّی انتظار کر رہی ہوں گی۔ وہ پریشان ہوں گی —

بینا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"نادانی کی بات مت کرو۔ گھر پہنچ کر ٹیلیفون نہیں کر سکتیں —؟"

عاصم نے کہا۔

"لیکن آج تو مجھے فاروق بھائی کے گھر جانا تھا ـــــ!"
بینا نے کہا

"آج ہی جانا ضروری ہے ـــــ؟" عاصم نے پوچھا

"ہاں ـــــ!" بینا نے لٹھ مارتے ہوئے کہا

عاصم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی کتنی دیر بعد وہ اپنے اصل موڈ پر آئی تھی

"اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے ـــــ" بینا لڑنے مرنے پر آمادہ ہوگئی

عاصم کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"میں کوئی لطیفہ سنا رہی ہوں۔ جو آپ مسکرائے چلے جا رہے ہیں ـــــ" بینا نے کہا

عاصم کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"اب کے اگر آپ ہنسے تو میں آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دوں گی ـــــ" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا

"میں تو ہنسوں گا ـــــ!" عاصم جان بوجھ کر ایسی باتیں کر رہے تھے۔

"ہنس کے دیکھئے ـــــ" بینا نے ان کے سامنے جھک کر اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے عاصم کو گھورا۔ عاصم پھر مسکرا دیئے اور بینا نے سچ مچ ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا

"یہ تمہارا گھر نہیں راستہ ہے ـــــ بیوقوف لڑکی ـــــ!"

عاصم نے کہا اور بینا کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"ہم بھول گئے تھے ـــــ!" بینا نے بڑی معصومیت سے کہا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ لیکن گھر پہنچنے تک وہ اوٹ پٹانگ باتیں کر کے عاصم کا دماغ چاٹتی رہی اور عاصم بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔

بینا کے امتحان شروع ہونے سے پہلے بڑے ماموں نے ہاکس بے پر بیٹ (Hut)
لیا تھا۔ اور ان ہی دنوں معتصم بھائی نے پکنک کا بڑا زور دار پروگرام بنایا تھا۔ لیکن
کے اوپر امتحانوں کا ہول اس بری طرح طاری تھا۔ کہ اس نے لاکھ اصرار کے باوجود
نے انکار کر دیا۔

ظاہر ہے کہ بینا کے بغیر کسی کو پکنک کا کیا خاک مزا آتا ـــــ چنانچہ بڑے ماموں کے
پر پروگرام کینسل کر دیا گیا۔ اور اب بینا کے امتحان ختم ہونے کے بعد پھر پکنک کا پروگرام
فا بن آیا فاروق بھائی اور چھوٹے ماموں کی فیملی کو بھی ساتھ چلنے پر مجبور کیا گیا۔
ان بھائی تو خیر بینا کی ایک ڈانٹ پر فوراً راضی ہو گئے۔

چھوٹے ماموں کے یہاں سے شہناز عدنان اور ریحان جا رہے تھے۔ ہفتے کی سہ پہر
ار کی شام تک کا پروگرام تھا۔ بڑے ماموں کے گھر میں ایک ہنگامہ برپا تھا سب
اور اپنی اپنی چیزیں سمیٹتے پھر رہے تھے اور تو جو کچھ تھا سو تھا لیکن بینا کی
ا اپنے عروج پر تھیں۔ معتصم بھائی اور فاروق بھائی سے اس کی برابر چل رہی

بینا کو دو روز سے بڑا سخت نزلہ تھا۔ آنکھوں اور ناک سے برابر پانی بہہ رہا
ہنستے چھینکتے اس کا برا حال ہو رہا تھا لیکن وہ اپنی اوٹ پٹانگ باتوں سے
باز نہیں آ رہی تھی۔ رضا عباس اور سلطانہ بیگم بینا کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوئے
تھے۔ پکنک کا پروگرام بھی اس کی مرضی سے بنا تھا اگرچہ بڑے ماموں نے بہت
ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اگلے ہفتہ کو پروگرام بنا لینا۔ مگر بینا

کی ضد کے آگے بھلا کس کی چلتی تھی۔

شہناز بڑا موڈرن سا لباس پہنے بالوں کا اسٹائل بنائے عاصم کے اردگرد منڈلا رہی تھی وہ اس کوشش میں تھی کہ اسے گاڑی میں عاصم کے قریب بیٹھنے کا مل جائے۔

عاصم کے چہرے سے سخت بیزاری عیاں تھی گاڑیوں میں بیٹھنے کا وقت آیا تو جھٹ عاصم کی گاڑی میں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اور بینا بغیر کسی بات کی پرواہ اپنی بکواس کرتی۔ رومال سے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے پانی کو پونچھتی ہوئی بڑ اطمینان سے معتصم بھائی کی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر فریحہ اور زیبی کے ساتھ بیٹھ عاصم اپنی گاڑی سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے سوچ میں گم تھے۔ پیشانی پر سل تھیں معتصم بھائی نے ایک نظر عاصم کی طرف دیکھا اور پھر قریب آکر ذرا زور سے بو

"عاصم ——! تم میری گاڑی میں آجاؤ —— تمہاری گاڑی ڈرائیور جائے گا ——!"

"جگہ ہے آپ کی گاڑی میں ——؟" عاصم نے ان کی طرف دیکھا۔

"زیبی آگے نجمہ کے برابر بیٹھ جائے گی۔ تم پیچھے بیٹھ جاؤ فریحہ اور بینا کے" معتصم بھائی نے کہا

عاصم ابھی ارادہ ہی کر رہے تھے کہ شہناز ماتھے پر تیوریاں ڈالے گاڑی سے

"واہ بھئی ——" یہ تو سراسر زیادتی ہے میرے ساتھ یعنی سب لڑکیاں تو گاڑی میں جا رہی ہیں اور میں اکیلی اس میں جاؤں ——!" وہ منہ بنا کر بولی

"اس میں ہمارا کیا قصور ہے شہناز بی بی ——! تم تو خود ہی سب سے

بار بیٹھ گئیں ——!" معتصم بھائی مسکرا کر بولے

"خیر کچھ بھی ہو۔ میں بھی اسی گاڑی میں جاؤں گی ——!" شہناز نے گردن جھٹک

"شوق سے بی بی ——"

معتصم بھائی شہناز کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کے قریب لے گئے۔ اور آگے کا دروازہ کر اسے نجمہ کے برابر میں بٹھا دیا۔ اور پیچھے کا دروازہ کھول بینا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکالتے ہوئے بولے

"تم بے بی ——!" عاصم کی گاڑی میں جاؤ ——"

"میرا اکیلی —— سخت بور ہو جاؤں گی معتصم بھائی —— فریحہ آپا کو بھی بھیجئے" نے کہا۔

"لے جاؤ فریحہ کو بھی ——!" معتصم بھائی نے کہا

فریحہ گاڑی سے اتری تو زیبی کیوں پیچھے رہتی ——؟

"بھئی میں تو آپ دونوں کے ساتھ جاؤں گی۔ سچی بات ہے ——!" زیبی بھی گاڑی سے اتر گئی۔

"ٹھیک ہے بڑی بی —— تم بھی جاؤ ——!" فاروق —— منصور تم دونوں ادھر ——!" معتصم بھائی نے کہا

فاروق بھائی اور منصور آ گئے تو معتصم بھائی نے اگلی سیٹ پر بیٹھ کر جھٹ گاڑی ٹ کر دی

"عاصم صاحب آپ اپنی گاڑی میں جائیے ——"

معتصم بھائی نے مسکرا کر کہا ــــ اور ان کی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ شہناز بینا کو معتصم کی گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کر جل بھن کر خاک ہو گئی۔ زیبی اور فریحہ معتصم بھائی کی بات پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔

"آپ اپنی محترمہ کی گاڑی میں کیوں نہیں گئے۔"

بینا نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

عاصم کو بینا کی یہ بات سن کر غصہ آ گیا

"تمہیں میرا یہاں بیٹھنا ناگوار گزر رہا ہے ــــ؟"

عاصم نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا

"سخت ناگوار گزر رہا ہے ــــ" بینا مسکرائی

"کہو تو اتر جاؤں ــــ!" عاصم نے کہا

"نہیں نہیں ایسی غلطی مت کریئے گا۔ ورنہ گاڑی کون چلائے گا ــــ"

بینا نے گھبرا کر کہا

فریحہ کو ہنسی آ گئی

"فریحہ جو موجود ہے ــــ!" عاصم نے سنجیدگی سے کہا

فریحہ بیچاری ــــ نازک سی لڑکی ــــ اگر آدھے راستے میں ہی تھک گئی تو ہم لوگ ہاکس بے پہنچ ہی نہیں سکیں گے ــــ!"

بینا نے ہنستے ہوئے کہا

عاصم مسکرا دیئے۔

"ذرا تیز چلایئے نا گاڑی ــــ؟" بینا نے کہا

"اور کتنی تیز چلاؤں ــــ" عاصم نے پوچھا

اس قدر آہستہ چلا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کل صبح تک پہنچ جائیں گے ہم لوگ ــــ!"

بینا کی زبان کسی طرح چپ نہیں ہو رہی تھی۔

"تم بکے جاؤ ــــ" عاصم مسکرائے

"اس سے جلدی تو ہم پیدل ہی چلتے ہوئے پہنچ جائیں گے ــــ"

بینا نے کہا۔

"تم بھی حد کرتی ہو آپی ــــ؟" زیبی ہنستے ہوئے بولی

عاصم اور فریحہ بھی مسکرا دیئے

راستے بھر بینا اوندھی سیدھی باتیں کر کے سب کو ہنساتی رہی۔ سب سے بعد میں عاصم ہی کی گاڑی ہاکس بے پہنچی۔

سیما۔ عرفان۔ فریحہ اور زیبی گاڑی سے اتر گئے۔ لیکن بینا بیٹھی رہی

"کیوں محترمہ ــــ کیا ارادے ہیں ــــ؟" عاصم نے اسکی طرف دیکھا

"عاصم بھائی ــــ" بینا کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔

"جی ــــ!" عاصم مسکرائے

"ایک بات مانیں گے ــــ" بینا نے کہا

"فرمایئے ــــ!" عاصم نے بھی کہا

"آپ ماموں جان سے ہمیں پانی میں جانے کی اجازت دلوا دیجئے ــــ!"

بینا نے بے حد خوشامد سے کہا

"فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے ــــ ابو نے تمہیں اسی شرط پر پروگرام

بنانے کی اجازت دی تھی کہ تم پانی میں نہیں جاؤ گی ——" عاصم نے بڑے رعب سے کہا

"آپ کو اچھا لگے گا کہ سب پانی میں جائیں اور بے چاری بچی ندیدوں کی طرح دیکھے

بینا نے سنجیدگی سے کہا

عاصم کو بیساختہ ہنسی آگئی۔

"یہاں ندیدے پن کا کیا سوال ہے ——" عاصم ہنستے ہوئے بولے

"اترو نا آپی ——!" زینی جاتے جاتے دور سے چلائی

"چلو۔ باہر آؤ ——!" عاصم نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا

"نہیں آتے ——!" بینا نے منہ پھلا کر کہا

"بیوقوفی مت کرو —— اپنی حالت دیکھو ذرا ——!" عاصم نے اس کی سرخ سرخ

آنکھوں کی طرف دیکھا

بینا اسی طرح بیٹھی رہی

"جلدی اترو —— ورنہ میں تمہیں گاڑی میں بند کر کے چلا جاؤں گا ——!" عاصم

نے دھمکی دی

"بند کر دیجئے ——!" بینا نے ناک چڑھا کر کہا

"کیا مصیبت ہے بھئی —— ادھر سب انتظار کر رہے ہوں گے ——" عاصم

جھنجھلا کر بولے۔

"تو آپ جائیے ——" بینا نے اطمینان سے کہا

"تم نہیں جاؤ گی ——" عاصم نے پوچھا

"نہیں ——" بینا نے کہا

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی ابو کو بلا کر لاتا ہوں ——"

عاصم نے کہا

"اچھا ہم اتر رہے ہیں ——!" بینا جلدی سے بولی

اور عاصم کو گھورتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی

"بڑے آئے ہیں کہیں کے گورنر بن کے —— خواہ مخواہ رعب جھاڑ رہے

ہیں ——" بینا نے کہا

عاصم کی ہنسی کسی طرح ضبط نہیں ہو رہی تھی

وہ ہونٹ دانتوں تلے دبائے گاڑی لاک کرنے لگے۔

"مجھے تو منع کر رہے ہیں پانی میں جانے سے ——! آپ بھی نہیں جا سکتے ——

بینا نے عاصم کے ساتھ چلتے ہوئے کہا

"نہیں جاؤں گا ——! بس ——!" عاصم مسکرا کر بولے

"ابھی تو کہہ دیا نہیں جاؤں گا اگر بعد میں آپ گئے تو پھر دیکھئے گا۔ اپنی شامت

بینا نے کہا۔

"بیوقوف ——!" عاصم نے کہا

"احمق ——!" بینا نے بے حد اطمینان سے کہا

"کون ——؟" عاصم نے اسے گھورا

"آپ نہیں —— میں ——" بینا جلدی سے بولی

عاصم نے ہنستے ہوئے اس کے سر پر ایک چپت لگائی —— اور اس کے ساتھ

ساتھ چلنے لگے ——!

ہٹ کے باہر بڑے ماموں بینا کے ابّو سے باتیں کر رہے تھے بینا جلدی سے ان کے قریب پہنچ گئی۔

"ماموں جان! میں بھی پانی میں جاؤں گی ـــــ" بینا نے بچّوں کی طرح معصومیت سے کہا۔

"اس وقت نہیں بیٹی ـــــ تمہیں نزلہ ہو رہا ہے ـــــ"

رضا عباس نے کہا

"اچھا کل دن میں ـــــ" بینا نے کہا

"بشرطیکہ تمہارا نزلہ کچھ کم ہو گیا ـــــ" آصف صاحب بولے

عاصم قریب ہی کھڑے مسکرا رہے تھے بینا نے ان کی طرف دیکھا

"آپ کیوں خوش ہو رہے ہیں ـــــ آپ بھی نہیں جائیں گے ـــــ"

بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے کون روکے گا ـــــ" عاصم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی

"میں روکوں گی ـــــ" بینا نے رعب سے کہا

"مجال ہے تمہاری" عاصم نے کہا

"یہ تو دیکھنے میں آئے گا کہ میری کتنی مجال ہے ـــــ"

بینا نے ہٹ کے اندر جاتے ہوئے کہا۔ رضا عباس اور آصف صاحب مسکرانے لگے عاصم دوسری طرف نکل گئے۔

سب دو دو تین تین کا گروپ بنائے ساحل سمندر پر چہل قدمی کر رہے تھے شہناز عاصم کے ساتھ ٹہلتی ہوئی کافی دور نکل گئی تھی اس کے تربوزی دوپٹے کا آنچل

ہوا کے جھونکوں سے اڑ کر پیچھے کی طرف لہرا رہا تھا۔

"آپ کو اس وقت میری موجودگی ناگوار تو نہیں گزر رہی ہے ـــــ" شہناز نے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"آپ کے ذہن میں یہ بات کیوں کر آئی ـــــ" عاصم مسکرائے

"بس ـــــ ویسے ہی میں نے پوچھ لیا ـــــ" شہناز بڑی ادا سے مسکرائی

عاصم چپ چاپ سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے اس کے ساتھ چلتے رہے۔

"پرچے کیسے ہوئے آپ کے ـــــ" عاصم نے پوچھا

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شہناز کے ساتھ اور کیا بات کریں۔

"بہت اچھے ہوئے ہیں ـــــ" شہناز نے فخر سے کہا

"فرسٹ ڈویژن تو آ ہی جائے گی ـــــ" عاصم نے کہا

"وثوق سے نہیں کہہ سکتی ـــــ" شہناز نے اپنے بالوں کے پن ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

"آئندہ کیا ارادہ ہے ـــــ یونیورسٹی جوائن کریں گی"

عاصم نے پوچھا

"ہاں ارادہ تو ہے ـــــ" شہناز مسکرائی

"کس سبجیکٹ میں ایم اے کریں گی ـــــ" عاصم نے اپنے اڑتے ہوئے بالوں کو ایک ہاتھ سے سنوارتے ہوئے پوچھا

"بھئی میں تو انگلش میں ایم اے کروں گی ـــــ یہ سوشیالوجی اور پولیٹیکل سائنس بھی بھلا ایسے سبجیکٹس ہیں جن میں ایم اے کیا جائے ـــــ" شہناز نے ابرو چڑھاتے ہوئے

اس سے کہا۔

وہ اس وقت سراسر بنیا پر طنز کر رہی تھی عاصم اس کی بات کا مطلب سمجھ کر
طنزیہ انداز میں مسکرائے۔

"چھوڑیئے عاصم صاحب ___ کوئی اور بات کیجئے۔ آپ بھی کیا بور" TO" TOPIC
لے بیٹھے ___" شہناز نے کہا

"بور ٹوپک ___" عاصم مسکرائے

"اور کیا ___ اتنا اچھا موسم ___ اتنی حسین جگہ ___ آپ کو کوئی اور
بات نہیں سوجھی ___" شہناز نے انتہائی رومینٹک ہوتے ہوئے کہا

"آپ ہی کیجئے کوئی بات ___" عاصم نے سنجیدگی سے کہا

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ کب تک مجھے آپ جناب کہہ کر مخاطب کرتے
رہیں گے۔" شہناز چڑ کر بولی

"میں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا ___ آپ کو تو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ میں
آپ سے بات کرتے وقت اس قدر عزت اور احترام سے آپ کو مخاطب کرتا ہوں۔"
عاصم نے کہا۔

"لیکن ___" شہناز نے بات ادھوری چھوڑ دی

"لیکن ___" عاصم نے اس کی طرف دیکھا

"لیکن یہ کہ مجھے صرف عزت و احترام کی ہی ضرورت نہیں ہے ___" شہناز نے
آخر کار دل کی بات زبان سے کہہ ڈالی۔

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا ___" عاصم نے کہا

"آپ نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ___" شہناز نے اپنے لہجے میں انتہائی
والہانہ پن پیدا کرتے ہوئے کہا

"آپ تو معموں میں باتیں کر رہی ہیں ___" عاصم مسکرائے

"عاصم صاحب ___" شہناز عاصم کی بے حسی پر چڑ کر بولی

"جی فرمایئے ___" عاصم نے سگریٹ دور پھینکتے ہوئے کہا

"کیا آپ ہر ایک سے اسی طرح باتیں کرتے ہیں ___؟"
شہناز نے پوچھا

"جی ___" عاصم نے کہا

"یقین نہیں آتا ___" شہناز نے ان کی طرف دیکھا

"آپ کو یقین نہیں آتا ___ چلئے چھوڑیئے ___ کوئی حرج نہیں ___" عاصم
نے بات کو ٹالنا چاہا۔

"آپ بہت عجیب آدمی ہیں عاصم صاحب ___"
شہناز نے افسردہ چہرہ بنا کر کہا

"کونسی عجیب بات دیکھی آپ نے مجھ میں ___" عاصم نے کہا
شہناز خاموش رہی۔

"چلئے واپس چلتے ہیں ___ کافی دور آ گئے ہم لوگ!"
عاصم نے پلٹتے ہوئے کہا

"میرا دل تو چاہتا ہے میں آپ کے ساتھ بہت دور تک جاؤں ___" شہناز
نے معنی خیز انداز میں عاصم کی طرف دیکھا۔

"آپ نے یہ بھی سوچا کہ پھر واپسی مشکل ہو جائے گی ؟"
عاصم نے اس کی بات سمجھتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں تو واپس لوٹنا ہی نہیں چاہتی ——" شہناز آنکھیں ترچھی کرکے مسکرائی۔

"کیوں ——؟" عاصم کا چہرہ بے حد سنجیدہ ہو گیا

"میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ بہت دور تک چلی جاؤں —— اور پھر کبھی واپس نہ پلٹوں ——" شہناز کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔

"دل کی بات کبھی نہیں ماننی چاہیئے۔ اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے ——" عاصم نے کہا

"آپ کا خیال بالکل غلط ہے ——" شہناز نے بڑی اپنائیت سے عاصم کی طرف دیکھا

"اچھا ——" عاصم نے بات کو ختم کرنے کی غرض سے کہا

"میرا خیال ہے اس وقت آپ کو بینا کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہو رہی ہے" شہناز نے کچھ طنز سے کہا

"اس وقت بینا کا کیا ذکر ہے ——" عاصم مسکرائے

"آپ اس وقت یہ سوچ رہے ہیں کہ بینا میرے ساتھ ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔" شہناز نے عاصم کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا

"آپ تو غیب دان معلوم ہوتی ہیں ——" عاصم ہنسے

"اور مجھے یقین ہے اُن محترمہ کو بھی آپ کی کمی محسوس ہو رہی ہوگی ——" شہناز

مسکرائی۔

"آپ کو سخت غلط فہمی ہے بینا کو کسی کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ وہ صرف اپنے میں
تی ہے ——" عاصم نے کہا

"ھی سچی بات ہے —— بینا میں غرور بہت ہے کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتی
نہ صورت شکل ہی قابل تعریف ہے نہ ہی کوئی اور ایسی بات ہے جس پر وہ
کیں ——"

شہناز نے منہ بناتے ہوئے کہا

عاصم کو غصہ تو بہت آیا لیکن وہ خاموش رہے

"آپ کا کیا خیال ہے ——؟"

شہناز نے عاصم کو چپ دیکھ کر کہا

"یں نے کبھی ان باتوں پر غور نہیں کیا ——" عاصم کی پیشانی پر شکنیں تھیں

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اپنی ہٹ کے بالکل قریب آگئے تھے۔ سب باہر
میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

بینا سیڑھیوں پر بیٹھی ضیا جالندھری" کی نارسا پڑھ رہی تھی۔ چائے کی پیالی
ی رکھی تھی۔ بینا شہناز اور عاصم کو آتے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور
ہوئی ان دونوں کے قریب پہنچ گئی۔

"ایک بات کہوں ——" بینا پلکیں جھپکا کر مسکرائی

"کہو ——" شہناز بڑے انداز سے مسکرائی عاصم کے برابر میں کھڑے ہو کر وہ
آپ کو جانے کیا سمجھ رہی تھی۔ کہ اس کی گردن اکڑی ہوئی تھی۔

"تم دونوں کو اس وقت سمندر کے کنارے دُور تک جاتا دیکھ کر مجھے بے ا
ثریا کا ایک گانا یاد آ گیا تھا ——
میں نے سوچا واپسی پر تم دونوں کو ضرور سناؤں گی ——" بینا نے کہا
"گانا ——" شہناز نے پوچھا
"ہاں —— صرف پہلا شعر سناؤں گی ——" بینا نے کہا

کنارے کنارے چلے جائیں گے چلے جائیں گے
جیون کی ندیا کو لکھتے ہوئے —— لکھتے ہوئے

بینا دھیرے سے گنگنائی اور شرارت آمیز نظروں سے عاصم کی طرف دیکھ
لگی۔ عاصم نے بڑی گہری نظروں سے بینا کی طرف دیکھا اور بغیر کچھ کہے اندر
گئے۔ شہناز خواہ مخواہ شرمانے لگی
"شرمانا بعد میں —— جاؤ پہلے چائے بنو ——"
بینا نے کہا۔ اور خود وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ کر ٹھنڈی پانی ایسی چائے پینے
چائے پی کر وہ خود کتاب پر جھک گئی۔ سب گھوم پھر رہے تھے۔ ہنس بول رہے
لیکن وہ اپنی دُھن میں مگن کتاب پڑھ رہی تھی۔
معتصم بھائی، نجمہ آپا اور باقی لوگ بھی اس کی اس حرکت پر بور ہو رہے
اسے بار بار آوازیں دی جا رہی تھیں مگر اس کا ایک ہی جواب تھا۔
"مابدولت کا موڈ اس وقت مطالعہ کرنے کا ہے ——"
فاروق بھائی نے ایک دفعہ کتاب اس کے ہاتھ سے چھین بھی لی مگر جب وہ
لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئی تو مجبوراً انہوں نے کتاب لوٹا دی اس کے بعد کسی

ا نے کچھ نہیں کہا —— اور پھر کچھ دیر بعد عاصم اس کے قریب آ گئے۔ ان کے
تھ میں بینا کی جرسی تھی۔
"لو یہ اپنی جرسی پہنو ——" عاصم نے بڑے رعب سے کہا
"دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا ——" میں نہیں پہنوں گی ——" بینا نے
نا کی طرف دیکھا
"تمہیں جو کچھ کہنا سننا ہے۔ پھوپھی جان سے اور ابو سے کہو —— سنو —— انہوں
ہی بھیجا ہے مجھے ——" عاصم نے کہا
اور آپ تو ہیں ہی سعادت مند فرزند ارجمند ——" انہوں نے بھیجا —— اور
پ آ گئے۔ میرے لئے یہ مصیبت لے کے ——" بینا نے کہا
"بیکار باتیں مت کرو —— یہاں بہت ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ تمہاری طبیعت
خراب ہو جائے گی۔"
عاصم نے جرسی اس کی گود میں ڈال دی۔ بینا نے اسے اٹھا کر مٹی میں پھینک دیا۔
"کچھ دیوانی ہوئی ہے تو بینا ——"
فرزانہ بیگم اندر سے نکلتے ہوئے بولیں۔
"میں نہیں لادوں گی یہ مصیبت امی ——" بینا نے رومال سے ناک صاف
تے ہوئے کہا۔
"اپنی حالت دیکھ ذرا ——" اگر گھر جا کر بستر پر پڑی تو اچھی طرح خبر لوں
میں ——" فرزانہ بیگم نے ریت پر سے اس کا سوئیٹر اٹھاتے ہوئے کہا
"اچھا، پکا وعدہ امی —— ہرگز نہیں پڑوں گی بستر پر ——"

بینا نے اطمینان سے کہا

عاصم اور فرزانہ بیگم دونوں ہی اس کی بات پر مسکرائے۔

"تو سیدھی طرح پہن لے جرسی ـــــ ورنہ میں ابھی بھائی جان کو بلواتی ہوں!"

فرزانہ بیگم نے جرسی پھر اس کے کندھے پر ڈال دی۔ بینا نے کھڑے ہو کر جرسی کو عاصم کے کندھے پر ڈال دیا۔ اور مسکراتے ہوئے بولی

"میں خود ہی ماموں جان کو بلا رہی ہوں ـــــ"

"....... ماموں جان ـــــ!"

"کیا بات ہے بیٹی ـــــ"

رضا عباس اندر سے نکل آئے۔

"امی کو دیکھئے اتنی گرمی میں مجھے جرسی پہنا رہی ہیں ـــــ"

بینا نے بسورتے ہوئے کہا

"پہن لو بیٹی ـــــ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ـــــ!"

رضا عباس نے بڑے پیار سے کہا

"میں نہیں پہنوں گی ماموں جان ـــــ! میرا دم گھٹنے لگتا ہے اس میں"

بینا نے کہا۔

"تم پہن کے تو دیکھو ـــــ نہیں گھٹے گا دم ـــــ!"

رضا عباس نے عاصم کے ہاتھ سے جرسی لے کر بینا کی طرف بڑھائی۔

بینا نے ایک لمحہ کو کچھ سوچا ـــــ پھر جرسی ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بولی۔

اچھا لایئے ـــــ آپ لوگ بھی یاد کریں گے کہ ایک سعادتمند بچی تھی۔"

ینا نے سنجیدگی سے کہا

ینوں ہنس پڑے

واہ بھئی ـــــ کیا بات کہی ہے ہماری بیٹی نے ـــــ"

رضا عباس نے کہا

اور پھر ہنستے ہوئے فرزانہ بیگم کے ساتھ اندر چلے گئے۔

بیناؔ نے برآمدے کی منڈیر پر رکھی ہوئی کتاب اٹھائی اور عاصمؔ کی بڑ
نظر انداز کرکے سیڑھیوں پر بیٹھ کر دوبارہ کتاب پڑھنے میں مصروف ہوگئی۔ کچ
تک تو عاصمؔ بینا کی اس حرکت کو چپ چاپ دیکھتے رہے پھر خود بھی سیڑھ
بیٹھ کر سگریٹ سلگاتے ہوئے بولے

"تمہاری کتابوں سے تو میں عاجز آگیا ہوں ——!"

بینا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"بیناؔ ——!" عاصمؔ کو اس پر غصہ آگیا

"جی ——!" بینا نے بھی عاصمؔ کی طرح زور سے کہا

"مجھے غصہ مت دلاؤ ——!" عاصمؔ نے سگریٹ کا کش لگا کر کہا۔

"ورنہ آپ کیا کریں گے ——؟" بینا عاصمؔ کے سامنے جھک کر ان کی طر

بولی۔

"ورنہ میں تمہیں اور اس کتاب کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا ——!" عاصمؔ
نے اس کی طرف دیکھا

"اس کے بعد کیا ہوگا ——؟" بینا نے پوچھا

"تمہارا سر ——!" عاصم جھنجھلا کر بولے

"غصہ مت کیجئے —— دیکھئے سامنے آپ کی محترمہ آرہی ہیں ان کے ساتھ تھوڑی
ٹہل گھوم کر آئیے ——" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا

"آئندہ اگر تم نے یہ بات کہی تو پھر دیکھنا ——!" عاصم چڑ کر بولے

"کیا میں غلط کہہ رہی ہوں —— آپ کی محترمہ نہیں ہیں وہ ؟"
بینا نے سنجیدگی سے پوچھا

"بیناؔ —— خدا کے لئے تم میرے سامنے یہ جملہ نہ کہا کرو ——" عاصمؔ کی پیشانی
پر شکنیں پڑ گئیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر شہناز میں برائی کیا ہے —— اب آپ کے لئے
آسمان سے کوئی حور تو اترنے سے رہی ——!" بیناؔ نے کہا

"برائی تو یقیناً مجھ میں ہی ہوگی جو میں کسی کے معیار پر پورا نہ اتر سکا ——!" عاصم
نے گہری سوچوں میں ڈوب کر کہا

بینا چپ چاپ سمندر میں اٹھتی ہوئی موجوں کی طرف دیکھنے لگی۔ شہناز
آ گئی تھی —— عاصمؔ کو بینا کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر اس کا خون کھول گیا

"آپ جائیے نا یہاں سے ——" شہناز خواہ مخواہ غلط فہمی میں مبتلا ہو

جاتی ہے ۔۔۔۔" بینا نے آہستہ سے کہا
"مجھے کسی کی پرواہ نہیں ۔۔۔۔" عاصم نے بینا کی طرف انتہائی غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"لیکن مجھے تو سارے زمانے کی فکر رہتی ہے ۔۔۔۔" بینا نے کہا
اور اٹھ کر اندر چلی گئی۔ کتاب کو میز پر ڈال کر وہ کھڑکی میں کھڑی ہو گئی۔ سورج
ڈوب رہی تھی آسمان پر ارغوانی سی روشنیاں بکھری ہوئی تھیں سمندر کی سطح سے
بہت بلندی پر پرندوں کے غول ساحل کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ اور ڈوبتے ہوئے
سورج کی الوداعی کرنیں سمندر کے سبز سبز پانی کو چوم رہی تھیں۔
دور ۔۔۔۔ بہت دور ۔۔۔۔ تین جہاز ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر
سمندر کی موجوں پر چپ چاپ بہتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کی طرف جا رہے تھے
وہ کھڑکی کے ایک پٹ سے سر ٹیک کر آہستہ آہستہ گنگنانے لگی۔

کاغذ کی میری ناؤ اور دور کنارا ہے
اس ڈوبتی نیا کا اب کون سہارا ہے

تھوڑی دیر بعد سب کمرے میں آ گئے۔ معتصم بھائی نے ٹیپ ریکارڈر بجانا
شروع کر دیا۔ بینا نجمہ آپا کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور انہیں چھیڑنے لگی نجمہ آپا
بھی اسے عاصم کا نام لے کر چھیڑنا شروع کر دیا۔
"آپ اپنے ہوش میں تو ہیں ۔۔۔۔" بینا نے نجمہ آپا کی طرف دیکھا
"کیا مطلب ۔۔۔۔" نجمہ آپا نے کہا
"مطلب یہ کہ آپ کہیں مجھے شہناز تو نہیں سمجھ رہیں ۔۔۔۔"

بینا نے آہستہ سے کہا
"شہناز کا بھلا کیا ذکر ہے اس وقت ۔۔۔۔" نجمہ آپا مسکرائیں
"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے محترمہ ۔۔۔۔ مجھے نہیں ۔۔۔۔"
"شہناز کو آپ عاصم بھائی کا نام لے کر چھیڑیئے ۔۔۔۔" بینا نے ہنستے ہوئے کہا
"بیوقوف بنانے چلی ہے مجھے ۔۔۔۔" نجمہ آپا نے کہا
"ہم بیوقوفوں کو بیوقوف نہیں بنایا کرتے ۔۔۔۔" بینا نے شرارت سے کہا اور
اٹھ کر باہر بھاگ گئی لیکن فاروق بھائی اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے اندر لے گئے
پھر ۔۔۔۔ کافی دیر تک بینا خلافِ توقع بالکل سنجیدہ بنی بیٹھی رہی۔ عاصم
جانے کیوں اس وقت بے تحاشہ سگریٹ پی رہے تھے۔ پیشانی پر شکنیں تھیں اور آنکھیں
گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ شہناز کی نظریں بار بار عاصم کی طرف ہی اٹھ
رہی تھیں۔
بینا کی سنجیدگی زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہی تھی ۔۔۔۔
تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی اپنے اس موڈ سے اکتا گئی۔ اور اٹھ کر عاصم کے
قریب آ گئی۔
عاصم دریچے میں جھکے ہوئے باہر اندھیروں میں نہ جانے کیا دیکھ رہے تھے۔
سلگتا ہوا سگریٹ انگلیوں میں دبا ہوا تھا۔ بینا نے دبے قدموں ان کے قریب جا کر
سگریٹ ان کی انگلیوں سے کھینچ لیا۔ اور باہر ریت پر پھینک دیا۔ عاصم نے بیحد
غصے سے مڑ کر دیکھا
"کتنی دفعہ منع کیا ہے کہ زیادہ سگریٹ پینا نقصان دہ ہے مگر وہی مرغے کی ایک

ٹانگ ــــ" بینا ان کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرائی

عاصم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"واپس آجایئے ــــ!" بینا نے ان کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا

عاصم نے پھر بھی کچھ نہیں کہا

"باہر تاریکیوں میں کیا تلاش کر رہے ہیں عاصم صاحب ــــ؟"

بینا نے کسی فلمی ہیروئن کے سے انداز میں کہا

عاصم خاموش رہے

"اگر آپ کا دل اُداس ہے تو میں آپ کو ایک شعر سناتی ہوں ــ سناؤں ــ"

بینا نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

عاصم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

آپ سنیں یا نہ سنیں لیکن میں شعر ضرور سناؤں گی ــــ!"

؎ طوفان کی موجو ٹھہرو ذرا لیجاؤ نہ ہم کو ساحل پر

طوفاں کی قسم، موجوں کی قسم ساحل پہ ہمارا کوئی نہیں!

بینا نے بالکل عاصم کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا۔ عاصم اسی طرح کھڑے رہے۔ بینا کو بھی عاصم کی خموشی پر غصہ آگیا

"مت بولئے ــــ دماغ ہی نہیں مل رہے جناب کے ــــ!"

بینا نے کہا اور سب کی نظروں سے بچ کر باہر نکل گئی۔

ہٹ کے باہر ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا بینا اس پر بیٹھ گئی ــــ پھر ایک دم ہی ــــ جانے کیوں اسے خیال آیا ــــ کہ اگر اس پتھر کے نیچے سے سانپ

ٹی اور زہریلا کیڑا نکل آیا ــــ اگر اس نے مجھے ڈس لیا ــــ تو پھر کیا ہوگا رقت طبی امداد نہ ملنے پر میں مر جاؤں گی۔ پھر سب لوگ میری لاش لے کر جائیں گے۔ لاحول ولا قوۃ ــــ یہ میں کیا سوچنے لگی ــــ

بینا اپنی بیکار کی سوچوں پر خود ہی ہنس پڑی اور زمین پر سے چھوٹے چھوٹے پتھر اٹھا کر پھینکنے لگی۔ اس کی نظروں کے سامنے حدِ نظر تک سمندر ہی سمندر پھیلا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں سمندر کالا اور ہیبت ناک دکھائی دے رہا تھا۔ ہر طرف ایک پُرہول سا شور برپا تھا ــــ سمندر کی لہریں بڑے بڑے پتھروں سے ٹکراتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔ اور ساحل کا منہ چوم کر اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے کنکروں کو بہا کر واپس لے جا رہی تھیں

دور ــــ کافی فاصلے پر تینوں جہاز سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ جہازوں کی بتیاں ہر طرف چھائی ہوئی تاریکی میں زرد اور مدھم نظر آرہی تھیں ــــ!

"معلوم نہیں ان جہازوں کی منزل کہاں ہے ــــ؟"

بینا نے سوچا۔

شاید یہ جہاز راون کے دیس لنکا کی طرف جا رہے ہیں ــــ معلوم نہیں ان میں سے کون سا جہاز سیلون کی مشرقی بندرگاہ تالی سینسار کی جیٹی سے جا کر لگے گا جہاز کا لنگر سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور ملاح موٹے موٹے رسے اچھال کر "جیٹی" پر پھینک دیں گے۔ سیڑھی لگے گی ــــ مسافر اتریں گے۔ اور جزیرے کی خوشگوار ہوا میں سانس لیتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کی طرف چلے جائیں گے۔ ناریل اور

"تاڑ کے اونچے اونچے درخت آہستہ سے جھوم کر انہیں خوش آمدید کہیں گے۔ سڑکوں کے دونوں طرف لگے ہوئے سرخ پھولوں والے درختوں میں سرگوشیاں ہوں گی اور ان کی سواریاں چکنی چکنی سڑکوں پر پھسلتی ہوئی آگے بڑھتی جائیں گی۔

کاش ——— ! میں بھی اس حسین جزیرے کی سیر کر سکتی۔ جہاں گھنے جنگلوں کے درمیان سبز سبز جھیلوں کی سطح پر کنول کے سفید اور کاسنی پھول مسکراتے ہیں۔ جہاں ——— بانس کے جنگلوں پان سپاری اور دھان کے کھیتوں کے سلسلے دور تک پھیلتے چلے جاتے ہیں۔

ہواؤں میں اناس کی ہلکی ہلکی خوشبو بسی ہوتی ہے کیلے کے درختوں کے جھنڈ میں زرد زرد کیلوں کے گچھے لٹکتے ہیں اور سبز سبز پتوں کے درمیان سے جھانکتی ہوئی قرمزی پوریں آہستہ آہستہ جھومتی ہیں۔ جہاں طلوع ہوتے ہوئے سورج کی چمکدار کرنوں اور ڈوبتے ہوئے سورج کی روشنیوں میں مندروں کے کلس جگمگاتے ہیں۔ مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھی بوڑھی سنہالی عورتیں چمپا موتیئے کے گجرے اور کنول کے پھول بیچتی ہیں۔ مندروں سے نکلتی ہوئی لوبان اور اگربتیوں کی ملی جلی خوشبو ہواؤں میں بس جاتی ہے سنہالی زبان میں گائے جانے والے بھجنوں کی دھیمی دھیمی آوازیں فضا میں موسیقی بکھیرتی ہیں اور گوتم بدھ کا مجسمہ اپنے استھان پر چپ چاپ آنکھیں بند کئے بیٹھا رہتا ہے ——— !

بینا کے تصور کی پرواز اسے اور جانے کہاں کہاں لے جاتی ——— لیکن اچانک ہی وہ بری طرح چونک گئی۔ عاصم اس کے قریب جانے کب آکھڑے ہوئے تھے۔

"تم سے یہاں بیٹھنے کو کس نے کہا تھا ——— ؟" عاصم اس کے سامنے پڑے

ہوئے پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"میرے دل نے ———" بینا نے زور سے کہا

"کوئی چپکے سے مار ڈال جائے گا۔ بڑی بہادر بنی بیٹھی ہیں ——— !" عاصم نے کہا۔

"بہادر تو ہم ہیں ہی ———" بینا نے کہا۔ پھر یکدم جیسے اسے کچھ یاد آ گیا

"آپ یہاں کیوں آئے ——— ؟ آپ نے میری ساری تفریح خاک میں ملا دی ——— ؟" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا

"کیسی تفریح ———" عاصم نے ذرا حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"کچھ خبر بھی ہے آپ کو ——— میں اس وقت یہاں بیٹھی ہوئی سیلون کی سیر کر رہی تھی۔" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا

"کیا بیوقوفی کی باتیں کر رہی ہو ———" عاصم نے اسے ڈانٹا۔

"آپ خود ہوں گے بیوقوف ———" بینا نے فوراً کہا۔

"بڑوں سے اس طرح بات کرتے ہیں ——— ؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا

"ہم تو اسی طرح کرتے ہیں ——— ؟ اچھا پہلے یہ بتائیے اس وقت کیوں دماغ خراب ہو رہا ہے ———" بینا نے کہا

"تم الٹی سیدھی باتیں کیوں کرتی ہو ——— مجھ سے ——— ؟" عاصم نے کہا

"میں نے کون سی الٹی سیدھی بات کی ——— ؟" بینا نے زمین سے کنکر اٹھا کر عاصم کی طرف اچھال دیا۔

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہہ رہا ہوں کہ مجھے تنہا نہ سے

یا اس کے ذکر سے کوئی دلچسپی نہیں اب اگر تم نے مجھ سے اس کے متعلق کچھ کہا۔ تو پھر
تمہاری خیر نہیں ——"

عاصم نے بے حد سنجیدگی سے کہا

"آہستہ بولئے۔ سن لے گی شہناز ! بینا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا

"سن لے گی تو سن لے ——" عاصم نے تیز آواز میں کہا

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں ——؟" بینا عاجز آ کر بولی

"یہ بات تم مجھ سے پوچھ رہی ہو ——" عاصم نے اس کی طرف دیکھا

"تو ہم دونوں کے علاوہ یہاں پر کون ہے ——" بینا نے بات کو مذاق میں
ٹالنا چاہا۔

"بینا۔ پلیز ——!" عاصم نے کہا

"اچھا چلئے —— سیریس ہو گئے ——! بینا دھیرے سے مسکرائی

"بینا —— میں نے تو یہ چاہا تھا۔ کہ میں زندگی میں تمہارے ساتھ بہت آگے
تک جاؤں —— تم نے انکار کر دیا۔ میں نے تمہارے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا۔ لیکن
اب تم اگر یہ چاہتی ہو کہ میں تمہارے بجائے کسی اور کا ساتھ قبول کروں تو یہ زندگی
بھر نہ ہو سکے گا ——"

عاصم نے مدھم آواز میں کہا

"بہت دُور تک —— آخر کتنی دُور تک ——"

اگر آپ آپ میرے ساتھ اس سامنے والے ہٹ تک جانا چاہتے ہیں تو چلئے۔
میں ابھی چلتی ہوں۔ لیکن اس سے آگے میں نہیں جا سکتی ——؟

بینا نے ہنستے ہوئے کہا

"بینا ——" عاصم چیخ پڑے

"تمہارے نزدیک ہر بات مذاق ہے ——" عاصم اٹھ کر جانے لگے۔ بینا کو
بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"اچھا، معاف کر دیجئے عاصم بھائی۔ اب سے میں کچھ نہیں کہوں گی ——" بینا نے
سچ مچ ہاتھ جوڑ دیئے وہ بڑی سنجیدگی سے عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

عاصم دو تین لمحے اس کی طرف دیکھتے رہے پھر اس کے دونوں ہاتھ الگ کرتے
ہوئے بے حد نرمی سے بولے۔

"کسی کا دل دکھانا اچھی بات نہیں بینا ——!"

"اچھا —— اب میں شہناز کے متعلق کچھ نہیں کہوں گی ——" بینا نے عاصم کی آنکھوں
میں دیکھتے ہوئے کہا

اس لمحے عاصم کا دل بڑی شدت سے چاہا —— کہ وہ بینا سے کہہ دیں

"بینا —— ! اپنا فیصلہ بدل دو۔ زندگی بھر کے لئے میرا ہاتھ تھام لو" اُن کے
لبوں کو آہستہ سے جنبش ہوئی لیکن دل کی بات زبان پر نہ آئی۔

دماغ نے کہا —— "نہیں عاصم کچھ مت کہو —— اور اس لڑکی سے تو کچھ
کہنا ہی بیکار ہے اپنے آپ کو اس قدر مت گراؤ خودداری کو ٹھیس مت پہنچنے دو !"
اور عاصم خاموش ہی رہے۔

انہوں نے بینا کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور پتھر پر بیٹھ گئے۔

بینا بھی چپ چاپ سی دوسرے پتھر پر بیٹھ گئی۔ عاصم نے کافی ہیبت ناک

سمندر کی پُرشور موجوں کی طرف دیکھا اور آہستہ سے گنگنانے لگے۔

ع کچھ بن نہ پڑا گر تو ڈبو دیں گے سفینہ

ساحل کی قسم منتِ طوفاں نہ کریں گے

"آپ تو بہت اچھا گا لیتے ہیں۔ عاصم بھائی کچھ سنائیے ——؟"

بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"موڈ نہیں ہے اس وقت ——" عاصم افسردگی سے بولے

"بس اترانے لگے ——!" بینا نے کہا

عاصم نے بینا کی طرف دیکھا اور ایک افسردہ سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر بکھر گئی تھی۔

"میں نے مسکرانے کو نہیں کہا ہے گانا سنانے کو کہا ہے جلدی سنائیے —— ورنہ میں آپ کو بیچ منجدھار میں چھوڑ آؤں گی ——"

بینا نے مسکراتے ہوئے کہا

"ایک شرط ہے ——!" عاصم نے زمین پر سے کنکرا اٹھا کر دور پھینکتے ہوئے کہا

"کیا ——؟" بینا نے پوچھا

"تم بھی سنانا ——!" عاصم نے پوچھا

"اچھا —— ٹھیک ہے ——" بینا فوراً راضی ہوگئی۔

"کیا سناؤں ——" عاصم نے پوچھا

"کوئی اچھی سی چیز سنائیے ——" بینا نے کہا

"اچھی سی چیز ——؟" عاصم بولے

"ہاں —— اور کیا۔ کبھی آپ اپنے سامنے پھیلے ہوئے سمندر کو دیکھ کر یہ مت شروع کر دیجئے گا ——!"

ع ہیّا تیری منجدھار ——!

ہوشیار —— ہوشیار ——!

بینا نے ہنستے ہوئے کہا

"شریر ——!" عاصم نے مسکراتے ہوئے اس کے سر چپت لگائی۔

"مجاز کا کلام پسند ہے تمہیں ——؟" عاصم نے پوچھا

"بہت پسند ہے وہی سنائیے ——" بینا نے کہا

عاصم نے دو تین لمحوں بعد مجاز کی ایک بڑی خوبصورت غزل سنائی۔

رازِ غم عام نہ ہونے دوں گا

مسکرانا میری فطرت ہی سہی

تو نہ کر ترکِ ستم کی زحمت

مجھ پہ یہ بارِ ندامت ہی سہی

مسکرادو میری بربادی پر ——

کچھ میرے پیار کی قیمت ہی سہی

اشک بیتاب ہیں آنکھوں میں مجاز

آج توہینِ محبت ہی سہی!

"عاصم بھائی! آپ کتنا اچھا گاتے ہیں ——" بینا عاصم کی آواز سن کر اش ہوگئی۔

"اچھا اب ٹالنے کی ضرورت نہیں سیدھی طرح سے اپنا وعدہ پورا کرو —"

عاصم مسکرائے۔

"آپ نے لارڈ بائرن کی نظم "دی اوشن" (سمندر) پڑھی ہے —" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا

"آپ سیدھی طرح سے کوئی اُردو غزل یا گانا سنائیے —" بائرن، کیٹس اور شیلے کی کوئی چیز مجھے نہیں سننی —" عاصم نے کہا

"آپ کو سننی پڑے گی بائرن کی نظم — جب سے میں یہاں آئی ہوں سمندر کو دیکھ کر مجھے بار بار یہ نظم یاد آرہی ہے —۔ میں یہ نظم سنائے بغیر ہرگز آپ کو یہاں سے اٹھنے نہیں دوں گی —" بینا نے عاصم کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا

"اچھا، مصیبت — سناؤ یہی سناؤ —" عاصم نے ہنستے ہوئے کہا

"سنیئے —" بینا نے تاریکی میں پھیلے ہوئے سمندر کی طرف دیکھ کر کہنا شروع کیا۔

"بے راہ کے جنگلوں میں ایک لطف ہے —"

شاہ بلوط کے بنے ہوئے بحری عفریت جن کی
عظیم پسلیاں اپنے خالی خالق کو خواہ مخواہ تیرے
آقا اور جنگ کے ثالث کا لقب اختیار کرنے
پر آمادہ کر دیتی ہیں یہ سب تیرے کھلونے ہیں
وہ سب برف کے گالوں کی طرح تیری موجوں
کے خمیر میں پگھل جاتے ہیں یہ امواج جس طرح
آرمیڈا کا غرور توڑ ڈالتی ہیں یہ امواج

جس طرح آرمیڈا کا غرور توڑ ڈالتی ہیں اسی طرح ٹریفالگر
کا مالِ غنیمت برباد کر ڈالتی ہیں۔
تیرے ساحل پر سلطنتیں ہیں جو تیرے سوا اپنے تمام آثار
بدل چکی ہیں۔ آشور۔ یونان، روما، قرطاجنہ آخر یہ سب
کیا ہیں۔ ان سلطنتوں کے زوال نے قلمروؤں کو خشک کر کے
صحرا بنا دیا ہے ایک نہیں تو تو دہ نہیں بدلا) تو اپنی وحشی موجوں
کے کھیل کے سوا کبھی تغیر پذیر ہے۔ تیری نیلگوں پیشانی پر
زمانہ کوئی جھری نہیں ڈالتا صبح آفرینش نے تجھے جس حال
میں دیکھا تھا اس میں تو اب تک متموج خیز ہے۔
اے وہ شاندار آئینے جس کے طوفانوں میں خدائے قدیر
کی صورت اپنا عکس دیکھتی ہے ہر حالت میں سکون ہو یا تلاطم
ہلکی ہوا میں۔ آندھی میں طوفان میں قطب شمالی کی طرف
میں یا انتہائی گرم آب و ہوا میں تو ابدیت کا تصور ہے
تو اتنی عظمت والا ہے کہ تیری طرف سے بحری عفریت
وجود میں آتے ہیں ہر منطقہ تیرے سکر کی تعمیل کرتا ہے
تو چلا چلتا ہے خوفناک، بے پایاں، یکہ و تنہا۔

"اچھی ہے نا نظم —" بینا نے نظم ختم کر کے عاصم کی طرف دیکھا

"بہت اچھی ہے — اٹھو اب اندر چلو —" عاصم نے اٹھتے ہوئے کہا

اور بینا کے ساتھ اندر چلے گئے

دوسرے روز ——— صبح سے شام تک ——— زیادہ تر وقت سب نے پانی میں گزارا
بینا کو پانی میں جانے کی اجازت بالکل نہیں مل سکی کیونکہ اس کا نزلہ کم ہونے کے بجائے
کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ بینا بور تو بہت ہوئی مگر اس نے اپنی اس بوریت کا بدلہ عاصم
سے لے لیا۔ اس نے عاصم کو بھی پانی میں بالکل نہیں جانے دیا۔ اس نے کچھ وقت
کتابوں اور رسالوں کو چاٹ کر گزارا اور باقی وقت عاصم کے ساتھ تاش اور کیرم کھیل
کر ——— اور خوب بے ایمانی کر کے ——— لڑ جھگڑ کر گزارا۔ لیکن عاصم کو بینا کی ان رنگین
پر بالکل بوریت محسوس نہیں ہوئی ان کی تو یہ خواہش تھی کہ کاش ——— یہ لمحات ٹھہر جائیں
اور یہ وقت کبھی نہ بیتے ——— !

اور پھر ——— بیشمار دن چپکے سے گزر گئے۔ سب کے رزلٹ آ گئے اور نیا سیشن شروع
ہو گیا۔ منصور نے سائنس میں پوزیشن لی تھی اسے بڑی آسانی سے میڈیکل کالج میں داخلہ مل
گیا۔ شہناز نے انگلش ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمیشن لیا تھا ان دنوں اس کے غرور میں کچھ اور اضافہ
ہو گیا تھا۔
بینا ان دنوں بڑی سنجیدگی سے یہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ دل لگا کر پڑھے تو اس کی
فرسٹ ڈویژن بہت آسانی سے آ سکتی ہے لیکن چکر تو سارا یہی تھا کہ کورس کی کتابیں پڑھنے
میں اس کا زیادہ دل ہی نہیں لگتا تھا۔
محمود اور نائلہ ——— ان دنوں ٹاپ پر جا رہے تھے یونیورسٹی کے بیشتر لوگوں کو ان
کے چکر کا علم ہو گیا تھا۔ بینا نائلہ کے پیچھے پڑی ہوئی تھی اٹھتے بیٹھتے اسے نصیحتیں کرتی
تھی ہر دوسرے تیسرے روز اس سے دوستی ختم کر دینے کی دھمکی دیتی تھی اور نائلہ اتنی

پریشان تھی کہ بعض اوقات تو وہ رو دیتی تھی محمود سے وہ کسی نیت پر دوستی ختم کرنا
نہیں چاہتی تھی۔ دوسری طرف اپنے گھر والوں کا خوف تھا اس کے خاندان میں اب
تک تو کسی کی شادی خاندان سے باہر نہیں ہوئی تھی۔ اگر گھر والے راضی نہ ہوئے تو
کیا ہوگا ــــ؟ اس کا دماغ الجھ کر رہ جاتا تھا بیناؔ سے مشورہ لیتی ــــ تو بیناؔ اسے
ایسی کھری کھری سناتی اور محمود کو اس قدر برا بھلا کہتی کہ نائلہ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے
فوزیہ۔ ریحانہ اور فرزانہ اسے تسلیاں دیتی تھیں، اس کی ہمت بندھاتی تھیں لیکن بیناؔ
ان سب سے الجھ پڑتی ــــ!

اس روز بیناؔ اور نائلہ کو ڈاکٹر سبحان کا ٹیوٹوریل مکمل کرنا تھا۔ کلاسیں اٹینڈ کرنے
کے بعد وہ دونوں لائبریری کی طرف جا رہی تھیں بیناؔ اپنی عادت کے مطابق معلوم
نہیں کدھر کدھر کی بکواس کر رہی تھی ــــ اور نائلہ صرف ہوں ہاں کر رہی تھی۔

"آخر تم ہو کدھر ــــ" بیناؔ نائلہ کی خاموشی پر چڑ گئی۔

"ایک بات سوچ رہی تھی ــــ" نائلہ نے ایک دبی دبی ہوئی سانس لی

"تمہارے پاس تو آجکل بس یہی کام رہ گیا ہے الٹی سیدھی باتیں سوچ سوچ کر
اپنا دماغ خراب کئے جاؤ ــــ"

بیناؔ جل کر بولی

"بات بہت سیریس ہے بیناؔ ــــ!" نائلہ نے کہا

"پھر بھی کسی طرح ــــ!" بیناؔ نے کہا

"تم ناراض تو نہیں ہو جاؤ گی ــــ!" نائلہ نے بیناؔ کی طرف دیکھا

"تمہیں بڑی پرواہ ہے نا میری ناراضگی کی ــــ!" بیناؔ نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ــــ" نائلہ مسکرائی

"ہاں ــــ تب ہی میں کہہ کہہ کر تھک گئی مگر تم نے اس لنگوڑے محمود سے دوستی
چھوڑی ــــ" بیناؔ نے کہا

"اونہہ ــــ چھوڑو اس وقت میری بات سنو ــــ!"
نائلہ نے بیزاری سے کہا

"کہو ــــ!" بیناؔ نے کہا

"محمود میری تصویر مانگ رہا ہے ــــ" نائلہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"نائلہ ــــ!" بیناؔ چلتے چلتے ایک دم رک گئی چند لمحے نائلہ کی طرف خشمگیں نگاہوں سے
تاڑتی پھر بے حد سرد لہجے میں بولی

"ٹیوٹوریل مکمل ہوگا بعد میں ــــ پہلے تم میرے ساتھ ادھر آجاؤ ــــ!"

وہ نائلہ کا ہاتھ تھام کر بک شاپ کے سامنے والے لان میں آگئی اور اپنی کتابیں
اس پر ڈالتے ہوئے بولی

"بیٹھو ــــ!"

نائلہ نے حکم کی تعمیل کی

"میری سمجھ میں نہیں آتا نائلہ ــــ آخر میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں تم میری بات یہ سمجھ
رکھو یہ شخص تمہیں تباہ کر کے چھوڑے گا۔" بیناؔ نے نائلہ کی طرف دیکھا

"بیناؔ ــــ میں تمہیں کس طرح بتاؤں ــــ؟ محمود کو تم نے غلط سمجھا ہے ــــ" نائلہ
نالاں ہو کر بولی

"آخر تصویر مانگنے کا کیا مقصد ہے تمہیں تو روز یہاں دیکھ ہی لیتا ہے اب تصویر کا

کیا اچار ڈالے گا۔۔۔" بینا ناراض ہو کر بولی
"وہ کہہ رہا تھا اپنی امی بھائی اور بہن کو دکھائے گا۔" نائلہ نے کہا
"ہونہہ۔۔۔ امی اور بہن کو دکھائے گا۔ اس سے کہو وہ اپنی بہن کو یہاں لے آئے
یہاں دیکھ لے آ کر۔۔۔" بینا نے کہا۔
نائلہ خاموش رہی۔
"آخر تمہارا انجام کیا ہو گا نائلہ۔۔۔ میں تو سوچ سوچ کر پریشان ہوں۔" بینا
نے قریب لگے ہوئے پودے سے گیندے کا پھول توڑتے ہوئے کہا
"بینا۔۔۔ تم یقین کرو۔۔۔ محمود مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔۔۔" نائلہ سر جھکا
کر آہستہ سے بولی
"اس سے کہو اگر شادی کرنا چاہتا ہے تو تمہارے گھر پیغام بھجوائے یہاں پر لیلیٰ مجنوں
کا ڈرامہ کھیلنے کی ضرورت نہیں۔۔۔" بینا بے حد سنجیدگی سے بولی
نائلہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔
"تمہاری امی اور ابا راضی ہو جائیں گے۔۔۔" بینا نے نائلہ کی طرف دیکھا
"یہی تو سوچ کر پریشان ہوں۔۔۔" نائلہ دبی ہوئی سانس لے کر بولی
"تو آخر تمہارا ارادہ کیا ہے کیا گھر میں بتائے بغیر شادی رچا لو گی۔۔۔ جان سے
مار ڈالوں گی اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی۔۔۔"
بینا نائلہ کو گھورتے ہوئے بولی
"میرے اماں باوا سے بڑھ کر تو تم ظالم بن گئی ہو۔۔۔"
نائلہ مسکراتے ہوئے بولی

"نائلہ یہ بات اچھی طرح یاد رکھو اگر کوئی لڑکا تم سے یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی تصویر
دو۔۔۔ یا مجھے خط لکھو۔۔۔ تو وہ تمہیں تباہی اور بربادی کے راستے پر لے جانا چاہتا
ہے۔" بینا نے ناصحانہ انداز میں کہا
"بینا! تمہاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی۔ کہ سب لڑکے ایک سے نہیں ہوتے" نائلہ
نے کہا۔
"یہ بات شاید میری سمجھ میں نہ آسکے لیکن تم یہ سمجھ لو کہ اگر تم نے محمود کو اپنی تصویر
دی تو پھر مجھ سے دوستی ختم!"
بینا اپنی کتابیں اٹھاتے ہوئے بولی
"اچھا بھئی نہیں دوں گی تصویر مگر تم دوستی ختم کرنے کی دھمکی مت دیا کرو مجھے"
نائلہ بھی اٹھتے ہوئے بولی
"شاباش۔۔۔ اچھی بچیاں ہمیشہ بزرگوں کا کہنا مانا کرتی ہیں۔۔۔" بینا نے مسکراتے
ہوئے کہا اور نائلہ کے ساتھ لائبریری کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔
کئی روز گزر گئے۔ بینا اٹھتے بیٹھتے نائلہ کو سمجھاتی رہتی تھی کہ محمود سے دوستی
چھوڑ دو۔ وہ تمہارے معاملے میں ہرگز سنجیدہ نہیں ہے لیکن نائلہ کے اوپر کسی بات کا
اثر نہیں ہوتا تھا وہ محمود سے اسی طرح ملتی تھی ڈیڑھ دو گھنٹے تک اس سے بات
کرنا جیسے نائلہ کے لئے فرض بن کر رہ گیا تھا اس روز بھی نائلہ نے آخری پیریڈ چھوڑ
دیا تھا۔ بینا کلاس میں بیٹھی اسے کوستی رہی۔ پیریڈ ختم ہوا تو وہ فوزیہ ریحانہ اور فرزانہ
کو ساتھ لے کر نیچے اتر آئی۔
"آج میں اس محمود کی اچھی طرح خبر لوں گی۔۔۔"

بینا بڑبڑاتے ہوئے بولی

"تم کیوں ان کے پیچھے پڑ گئی ہو عنبرین ——" فرزانہ نے کہا

"تم چپ رہو —— یہ ساری آگ تمہاری ہی لگائی ہوئی ہے" بینا اُسے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

شعبۂ سیاسیات کی پچھلی طرف چھوٹی کینٹین کے سامنے محمود اور نائلہ کھڑے باتیں کر رہے تھے بینا خشمگیں نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھتی ہوئی قریب پہنچ گئی۔

"دو گھنٹے ہو گئے ہیں۔ اب تو اس کا پیچھا چھوڑ دیجئے ——"

بینا نے محمود کی طرف دیکھا محمود دھیرے سے مسکرا دیا۔

"اور نہیں تو آج میں مارے بغیر نہیں چھوڑوں گی ——"

بینا نائلہ کو گھور کر بولی —— محمود۔ نائلہ اور فرزانہ وغیرہ مسکرانے لگیں

"میں کوئی لطیفہ سنا رہی ہوں —— یہ مسکرانے کی کیا بات ہے ——" بینا نے محمود کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"کچھ معلوم بھی ہے آج مسز کھوکھر نے کتنا اہم لیکچر دیا تھا۔ مگر تم کو تو رنگ رلیاں منانے سے ہی فرصت نہیں ملتی ——"

بینا نے نائلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"آپ نے تو لیکچر نوٹ کیا ہوگا —— آپ نائلہ کو دے دیجئے گا ——" محمود نے مسکراتے ہوئے کہا

"آپ کے لیکچر سے اسے فرصت ملے تو وہ کسی اور طرف توجہ دے ——" بینا نے محمود کو گھورا۔

"میرا لیکچر ——" محمود مسکرایا

"اور کیا —— معلوم نہیں آپ کیا رونا روتے ہیں اس کے سامنے ——"

بینا نے کہا۔

"آخر آپ میری طرف سے اس قدر بدگمان کیوں ہیں ——" محمود سنجیدہ ہو کر بولا۔

"آپ سے آج مجھے صاف صاف بات کرنی ہے ——" بینا نے قریب پڑے پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا

"کیجئے بات ——" محمود ایک قدم آگے بڑھ گیا

"آپ واقعی نائلہ کے معاملے میں سنجیدہ ہیں ——" بینا نے پوچھا

"آپ کو یقین کیوں نہیں آتا ——" محمود نے کہا

"مجھے اس وقت تک آپ کی بات کا یقین نہیں آئے گا جب تک آپ نائلہ کے گھر شادی کا پیغام نہیں بھجوائیں گے ——"

"آپ بے فکر رہیئے —— میں جلدی ہی یہ قدم بھی اٹھاؤں گا ——" محمود کی پیشانی پر سلوٹیں تھیں۔

"یہاں پر روزانہ دو چار گھنٹے بات کرنے کا کیا مقصد ہے —— آپ نہیں جانتے یہاں کے لوگ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں ——" بینا نے سنجیدگی سے کہا

"لوگوں کی تو عادت ہے خواہ مخواہ باتیں بنانے کی ——"

محمود نے کہا

"سوال یہ ہے کہ آپ لوگوں کو موقع ہی کیوں دیتے ہیں باتیں بنانے کا ——"

بینانے جرح کی۔

محمود چپ رہا

"نائلہ سے بات کئے بغیر آپ کا کھانا ہضم نہیں ہوتا یا نیند نہیں آتی ——— آخر کیا مصیبت ہے ———" بینا چڑ کر بولی

"جی ہاں بات کچھ ایسی ہی ہے ———" محمود نے سنجیدگی سے کہا۔

"سب بکواس ہے ———" بینا گردن جھٹک کر بولی

"آپ تو ناراض ہو رہی ہیں ———" محمود نے بینا کی طرف دیکھا

"میں ناراض ہو کر کسی کا کیا بگاڑ لوں گی ———" بینا نے کہا پھر نائلہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی

"تمہارا کیا ارادہ ہے۔ گھر چلنا ہے یا ابھی کچھ اور کہنا سننا باقی ہے ———!"

"چلو ———" نائلہ مسکراتے ہوئے بولی

"کیوں صاحب ——— اجازت ہے ———" بینا نے محمود کی طرف دیکھا

"اجی محترمہ اجازت ہی اجازت ہے ———" محمود مسکرایا

"چلو ———" بینا نے نائلہ کی وکالت کی۔

"محمود صاحب ——— اب آپ جلد ہی کچھ انتظام کیجئے ورنہ یہ لڑکی آپ دونوں کو جینے نہیں دے گی ———!"

فوزیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی ہاں آثار تو مجھے بھی اچھے نظر نہیں آرہے۔"

محمود مسکرایا۔

"اور کچھ نہیں تو کم از کم انگوٹھی والی بات ضرور ہو جانی چاہیئے ———"

ریحانہ نے کہا۔

محمود مسکرانے لگا۔

"بہت بکواس ہو چکی ——— اب چلو گھر ———!" بینا نے کہا۔

سب نے خاموشی سے اس کے حکم کی تعمیل کی اور بس اسٹاپ کی طرف چلدیں۔

"کس لڑکی سے پالا پڑا ہے ———!" محمود نے بینا کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا اور دوسرے کوریڈور کی طرف مڑ گیا۔

یونیورسٹی میں شہناز کا حلقۂ احباب دن بدن وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ اکثر و بیشتر وہ لڑکوں کے ہجوم میں گھری ہوئی نظر آتی تھی۔ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی بیشتر لڑکیوں کی طرح وہ بھی ہارون کی طرف مائل تھی ہارون کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اس نے کیا کچھ جتن نہ کئے۔

مگر ہارون لڑکا تھا اور ٹاپ کا ———! اس نے تو بینا کو پسند کیا تھا اور وہ سچ مچ بینا کے معاملے میں بے حد سنجیدہ تھا۔ لیکن بینا نے اتنی ہوشیاری سے اور اتنی خوبصورتی سے ہارون کے سر سے عشق کا بھوت اتارا کہ اس کی سہیلیاں داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں ——— لطف کی بات تو یہ تھی کہ ہارون کے دل میں بینا کی عزت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

وہ دونوں اب بھی ملتے تھے باتیں کرتے تھے۔ لیکن ان کے دل میں سوائے اس کے اور کوئی خیال نہیں ہوتا تھا کہ وہ دونوں اچھے اور پُرخلوص دوست ہیں اور بس ———!

احسان پائلٹ اب تک اپنی روش پر قائم تھا۔ اور بینا کسی مناسب موقع کے انتظار میں تھی۔ شہناز کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ بینا کو کیا کر ڈالے۔؟

بینا اسے ہر قدم پر شکست دے رہی تھی عاصم تھے تو وہ بینا کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اب ہارون اسے پسند آیا تو یہاں بھی بینا ہی رکاوٹ بن گئی۔

شہناز نے ذہن میں کئی مرتبہ یہ بات آئی کہ وہ بینا کو بدنام کر کے ہارون اور عاصم کی نظروں سے گرا دے لیکن اس کا دل اس پر آمادہ نہ ہو سکا۔ کوئی شخص کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو لیکن اس کے خون میں خاندان کی شرافت کا جو تھوڑا بہت شائبہ ہوتا ہے۔ وہ اسے وقتاً فوقتاً بدی سے روکتا اور نیکی پر اکساتا رہتا ہے یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔

بالکل یہی کیفیت شہناز کی بھی تھی —— یہ تو سچ تھا کہ بینا سے اسے رقابت تھی اپنی ان شکستوں کا بدلہ لینے کی صرف یہی ایک صورت اس کے ذہن میں آتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح بینا کو عاصم اور ہارون کی نظروں میں گرا دے لیکن ذہن کے انجانے گوشوں سے یہ صدا بار بار آتی تھی ——

"یہ غلط ہے —— تم پڑھی لکھی ہو —— یہ باتیں جاہلوں کو زیب دیتی ہیں کچھ بھی سہی —— وہ تمہاری پھوپھی زاد بہن ہے —— اس کی بدنامی تمہاری بدنامی ہے —— تمہارے پورے خاندان کی بدنامی ہے ——"

ہارون اور عاصم اگر تمہاری طرف متوجہ نہیں ہوتے تو یہ تمہاری قسمت ہے رقابت میں اندھی ہو کر کوئی ایسا قدم مت اٹھاؤ۔ کہ بعد میں زندگی بھر کے پچھتاوں

کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے۔

شہناز اسی طرح اپنے آپ کو سمجھا کر نارمل رہنے کی کوشش کرتی تھی پھر ان ہی دنوں اسے اپنی سہیلیوں سے یہ خوش خبری بھی ملی تھی کہ شعبۂ بین الاقوامی تعلقات کا ایک لڑکا فاروق ضمیر کسی بڑے سرمایہ دار کا بیٹا تھا۔ لمبی سی گاڑی میں آتا تھا بہت فیشن ایبل قسم کا لڑکا تھا۔ اور فیشن ایبل لڑکیوں کو پسند کرتا تھا۔ اس کے گروپ میں زیادہ تر ایسے لڑکے شامل تھے۔ جن کی قلمیں کانوں کے لوؤں سے بھی نیچے آتی تھیں۔ ان میں سے بیشتر بیل بوٹم پتلونیں پہنتے تھے۔ اس کے گروپ کی لڑکیاں سب ایک سے ایک بڑھ کر موڈرن تھیں۔ جو زیادہ تر سلیولیس شرٹ پہنتی تھیں۔ بالوں کے نت نئے اسٹائل بناتی تھیں۔ اور دوپٹہ ہمیشہ بٹی ہوئی رسی کی طرح گلے میں پڑے رہتے تھے۔ شہناز بھی ان لڑکیوں سے کچھ مختلف تو نہ تھی۔ پھر اس کی خوبصورتی اسے اور بھی نمایاں کرتی تھی۔ ادائیں بنا کر بات کرنے میں تو وہ ماہر تھی —— بس یہی تمام باتیں .... فاروق ضمیر کو اس کا دیوانہ بنا گئیں دوستوں اور سہیلیوں نے بیچ میں پڑ کر ان دونوں کا تعارف کروایا۔ اور یہ تعارف بڑھتے بڑھتے تعلق۔ اور پھر قریبی تعلق کا باعث بن گیا۔

مختصر ملاقاتیں طویل ہوئیں —— اور طویل —— اور پھر طویل ہی ہوتی چلی گئیں —— وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دوستی پائیدار ہوتی گئی۔ اور شہناز کو اپنا مستقبل درخشاں نظر آنے لگا۔

عاصم اب پھر اکثر و بیشتر بینا کے گھر آنے لگے تھے۔ لیکن بینا کے انداز وہی تھے کتابیں کچھ اور شدت سے پڑھنے لگی تھی۔ لیکن حیرت کی بات تو یہ تھی کہ نشانِ محفل"

"سڑک واپس جاتی ہے" .... یادوں کے چراغ" دستک نہ دو"
اور ـــــ کیسا ـــــ باغ کیسی بہار" جیسی کتابوں کے ساتھ وہ کورس کی کتابوں
پر بھی کافی توجہ دے رہی تھی۔

ان دنوں تو اس پر بس یہ دھن سوار تھی۔ کہ کسی طرح ایم اے کرنے کے بعد پی ایچ
ڈی کرنے باہر چلی جائے۔ اپنے ابّو سے وہ آئے دن ضد کرتی رہتی تھی۔ کہ میرا انٹرنیشنل
پاسپورٹ بنوا دیجئے۔ انہوں نے وعدہ تو کر لیا تھا۔ مگر انہیں اپنے کاموں سے فرصت
کب ملتی تھی۔ جو پاسپورٹ کے چکر میں پڑتے ـــــ!

ایک دن ـــــ بڑے ماموں کے سامنے یہ ذکر نکل آیا بینا کسی بات کی فرمائش
کرے اور بڑے ماموں اسے رد کر دیں ـــــ یہ کیسے ممکن تھا ـــــ؟ بینا کی مشکل
تھوڑے ہی دنوں میں آسان ہو گئی بڑے ماموں نے بینا کا پاسپورٹ بنوانے کے لئے
کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ـــــ اور تھوڑے عرصہ بعد جب بڑے ماموں نے انٹرنیشنل
پاسپورٹ بینا کے ہاتھ میں دیا تو بینا نے مارے خوشی کے ایک وقت کا کھانا بھی
نہیں کھایا گیا۔

"امّی! اب آپ مجھ سے دل بھر کے باتیں کر لیجیے۔ کیونکہ پانچ چھ ماہ بعد تو میں
چلی ہی جاؤں گی ـــــ"

بینا نے اپنا پاسپورٹ فرزانہ بیگم کو دکھاتے ہوئے کہا

"میری اجازت کے بغیر کیسے جائے گی تو ـــــ" فرزانہ بیگم بولیں

"کیا مطلب ـــــ؟ وضاحت کیجیے ذرا اپنی بات کی ـــــ؟"

بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ میں تجھے اتنی دور نہیں بھیجوں گی ـــــ؟"

فرزانہ بیگم نے کہا

"میں تو بس یہ جانتی ہوں کہ میرے ہاتھ میں لمبے سفر کی لکیر ہے۔ مجھے کوئی روک
نہیں سکتا جانے سے ـــــ" بینا اطمینان سے بولی

"سب دیکھنے میں آئے گا۔" فرزانہ بیگم مسکرائیں

"آپ مجھ سے شرط لگا لیجیے ـــــ میں جا کر دکھاؤں گی آپ کو ـــــ"

بینا نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔

"اچھا ـــــ زیادہ بک بک نہ کیا کر ـــــ!" فرزانہ بیگم نے بیزاری سے کہا اور
پاسپورٹ میز پر ڈال کر چلی گئیں

بینا نے سچ مچ اس سال بڑی سنجیدگی سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ رات کو دس
بجے تک تو اپنی عادت کے مطابق وہ ناولیں رسالے اور مضامین پڑھتی تھی گیارہ
کے بعد کورس کی کتابوں پر بھی اس کی نظرِ کرم ہو جاتی تھی۔

زیبی بڑی حیرانی سے اس کی طرف دیکھتی اور پھر زیرِ لب مسکرا کر اپنی کتابوں
پر جھک جاتی۔

"آپی کے ارادے اس سال بے حد خطرناک معلوم ہوتے ہیں ـــــ"

زیبی مسکراتے ہوئے سوچتی

اس روز بینا نے ارادہ کیا تھا۔ کہ آٹھ بجے سے ہی پڑھائی شروع کر دے گی اور
ناولوں اور رسالوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی۔ کھانا کھا کے اٹھی ہی تھی۔ کہ
نانی بھائی آ گئے۔ پھر پڑھنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا تھا۔ بینا بے حد اطمینان سے

ان کے ساتھ بیٹھی دنیا جہاں کی باتیں کرتی رہی۔ نارو تی بھائی ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد چلے گئے۔ تو بینا عشاء کی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی ــــ نماز پڑھ کر اٹھی تھی کہ سیما اپنی کتابیں لے کر آ گئی۔

"آپی! مجھے ریاضی کا یہ سوال سمجھا دیجئے ــــ" سیما نے کہا

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو سیما ــــ" میں بیہوش ہو جاؤں گی ــــ!"

بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا

"کیوں آپی ــــ؟" سیما ہنسنے لگی

"تمہیں پتہ ہے ریاضی اور بھوت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بھوت کا سن کر بھی میرے ہوش اڑ جاتے ہیں ــــ!"

بینا نے جواب دیا

"میں کچھ نہیں جانتی ــــ بس آپ مجھے یہ سوال سمجھایئے ــــ" سیما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو سیما بی بی ــــ بات یہ ہے کہ ریاضی میں ہمیشہ سے مجھے انڈا ملتا اور انڈا بھی مرغی کا یا بطخ کا نہیں۔ بلکہ شتر مرغ کا انڈا ــــ"

بینا نے کہا۔

"آپ مانئے مت بات کو ــــ مجھے سوال سمجھایئے ورنہ میں امی سے شکایت کر دوں گی ــــ"

سیما نے دھونس دی

"دیکھو سیمی ــــ مجھے سچ مچ حساب بالکل نہیں آتا ــــ"

بینا نے بڑے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا تو پھر انگریزی پڑھا دیجئے ــــ!" سیما نے اپنی انگریزی کی کتاب کھولتے ہوئے کہا۔

"انگریزی تو اپنے دادا جان کو بھی نہیں آتی تھی ــــ پھر میں کس گنتی میں ہوں ــــ" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"توبہ ہے آپی ــــ پڑھا دو نا ــــ" زیبی نے ہنستے ہوئے کہا

"تم چپ رہو جی ــــ یہ میرا اور سیما کا ذاتی معاملہ ہے ــــ!" بینا نے زیبی کو آنکھیں دکھائیں۔

"سیما یہ بہت بری عادت ہے تم اتنی سی ہو اور رات کو اتنی دیر تک کورس کی کتابیں پڑھتی ہو ــــ"

بینا نے بے حد سنجیدگی سے کہا

"اس میں کیا برائی ہے آپی ــــ" سیما ہنسنے لگی

"کہیں بچے بھی اتنی رات تک پڑھتے ہیں ــــ؟"

"کچھ معلوم ہے تمہیں ــــ اس سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اکثر کھانا ہضم نہیں ہوتا رات کو ڈراؤنے خواب دکھائی دیتے ہیں ــــ اور ــــ"

بینا چپ ہو گئی

"اور ــــ؟" زیبی اور سیما مسکرائیں

"اکثر اوقات اس سے بچوں کے اخلاق پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے ــــ!"

بینا نے کہا۔

"آپ کا بھی جواب نہیں آپا ——— خوب اچھی تربیت دے رہی ہیں آپ۔" زیبی نے کہا۔

"جاؤ سیما ——— تم سو جاؤ ——— اچھے بچے بڑوں کا کہنا مانتے ہیں ———!"
بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"نیند نہیں آ رہی مجھے ———! بس آپ پڑھا دیجئے ———" سیما نے ضد کی

"اچھی بات ہے۔ لیکن میں وہی پڑھاؤں گی جو مجھے آتا ہے ———" بینا نے کہا

"چلئے ——— یہی سہی ———" سیما راضی ہو گئی۔

"بک شیلف میں سے میکادیلی کی " دی پرنس " نکالو " بینا نے کہا

"جی ———!" سیما نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا

"اچھا جانے دو۔ وہ ذرا مشکل ہے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی اس کی بجا
مانٹیسکو کی " روحِ قوانین نکال لو ——— وہ ٹھیک رہے گی ———!" بینا بے حد سنجید
سے بولی۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ ———؟" سیما منہ بنا کر بولی

"منہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وہی چیز پڑھا سکتی ہوں ——— جو مجھے
ہے ———!" بینا نے گھورتے ہوئے کہا

"کیا آتا ہے آپ کو ———؟" سیما نے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے دیکھو سیما ——— میں تمہیں اچھی طرح بتا سکتی ہوں کہ " دشتِ وفا " کے پا
صفحے پر کون سا شعر لکھا ہے ———؟ میں تمہیں یہ بھی بتا سکتی ہوں کہ احتشام ادیب
کی نظم " رات " کا بہترین شعر کونسا ہے۔" افلاطون نے اپنی " جمہوریہ " میں اشتمالیت
کو کس طرح بیان کیا ہے۔

"آپی ———!" سیما نے پریشان ہو کر احتجاج کیا۔

"بیچ میں مت بولو ——— آگے سنو ——— میں تمہیں یہ بھی سمجھا سکتی ہوں کہ
جارج ایلیٹ کے ناول " Silas muhher " میں بہترین کردار کونسا ہے۔

"آپی خدا کے لئے مجھ سے یہ سب باتیں مت کیجئے۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے !" سیما نے احتجاج کیا۔

"تمہیں ذرا تمیز نہیں سیما ——— کہیں بچے بڑوں کی بات کاٹتے ہیں ———" بینا نے ذرا
غصے سے کہا ———

سیما رونی شکل بنا کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور زیبی کا ہنسی کے مارے بُرا
حال تھا۔

"میں تمہیں (Chestchton) کی " The Inyisilic man " کی
بات بہتر طریقہ سے سمجھا سکتی ہوں۔ اگر تم یہ جاننا چاہو کہ A.C. Bradiey نے
شیکسپیئر کے ہیرو " Othello " پر کیا تنقید کی ہے اور اس پر کیا بحث کی ہے تو
ابھی اور اسی وقت تمہیں بتا سکتی ہوں ———!"

"آپی۔ کیوں اس غریب کا دماغ خراب کر رہی ہیں آپ "
زیبی نے ہنستے ہوئے کہا

"تم خاموش رہو ——— تمہارا کیا دخل ہے ———" بینا نے کہا

"ہاں سیمی۔ میں تمہیں (olivcehgold) کی " Deser ted villge "
سنا سکتی ہوں ——— "

بینا نے سیما کی طرف دیکھا۔

"میں نہیں سنتی آپ کی یہ سب چیزیں ——!" سیما اٹھ کر جانے لگی

"اچھا —— اگر تم یہ نہیں سننا چاہتیں تو میں تمہیں چند بہترین اشعار سنا سکتی ہوں
میں تمہیں سہگل موہن خورشید آرا اور شمشاد بیگم کے پرانے پرانے گانے سنا سکتی ہوں
—— میں تمہیں ——"

"آپی —— میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ اب میں
کبھی آپ سے نہیں کہوں گی کہ مجھے پڑھا دیجئے۔" سیما نے ایک ہاتھ سے اپنا سر کھجاتے ہوئے
کہا اس کا دوسرا ہاتھ بینا نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

بینا چند لمحے بڑی ناخوشی سے سیما کی طرف دیکھتی رہی پھر دانت پیس کر بولی

"لاؤ اپنی انگریزی کی کتاب —— اور ساتھ میں ڈنڈا بھی لاؤ —— میں بچوں
کو مارے بغیر نہیں پڑھاتی ——"

"کتاب تو آپ کے سامنے کھلی رکھی ہے ——!"

سیما نے کہا۔

"چلو پڑھو ——!" بینا نے اسے پڑھانا شروع کیا۔

سیما تو ڈر رہی تھی کہ اب جانے کتنی دفعہ آپی ڈانٹیں گی —— کان کھینچیں گی ——
مگر یہ سب کچھ بھی نہ ہوا ——

بینا نے اسے اتنی نرمی اور پیار سے اچھی طرح سمجھایا کہ سیما حیران رہ گئی اور دل ہی دل
میں دعا کرنے لگی کہ آپی اسے روزانہ پڑھا دیا کریں۔

"لائق نہیں نکلو ——!" بینا نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا

"اتنی ہے آپ کی فیس ——" سیما ہنستے ہوئے بولی

"ہماری فیس ایک گلاس ٹھنڈا پانی ہے —— جاؤ بھاگ کر پانی لاؤ ہمارے لئے ——!"
بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

سیما پانی لے کر آئی تو بینا نے بے حد اطمینان سے کہا

"سیما میرا خیال ہے۔ تم مجھ سے روزانہ پڑھ لیا کرو ——"

"ہاں آپی —— میں بھی آپ سے یہی کہنے والی تھی ——"

سیما خوش ہو گئی۔

"بس ٹھیک ہے۔ اس سال میں تمہیں پڑھا دیتی ہوں تم امتحان دے لینا۔ میں
نہیں دوں گی —— اور اگلے سال میں امتحان دوں گی۔ تم مت دینا ——!"

بینا نے کہا۔

"اب اس کا پیچھا چھوڑ بھی دو آپی ——!"

زینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جاؤ سو جاؤ —— تمہاری عادتیں بہت بگڑتی جا رہی ہیں ——!"

بینا نے گلاس سیما کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا —— سیما ہنستی ہوئی بھاگ گئی
سیما اٹھ کر گئی۔ تو بینا میز کے قریب آگئی کچھ دیر اپنی کاپیاں اور کتابیں الٹتی رہی
پھر ایک کاپی کھول کر نوٹس پڑھنے لگی۔ پانچ دس منٹ بڑی سنجیدگی سے پڑھتی رہی
پھر اس کی نظریں بک شیلف کی طرف اٹھ گئیں سامنے ہی رائیڈر ہیگرڈ کا ناول
(montd zoma's doaaghtar) نظر آ رہا تھا۔ بینا چند
لمحے اس کتاب پر نظریں جمائے رہی۔ پھر اپنے کورس کی کتابوں اور کاپیوں کو بڑے سلیقے

سے سجاکر میز پر بک شیلف سے قریب آ گئی۔ بڑی آہستگی سے رائیڈر ہیگرڈ کا ناول کالا
ہٹا کھڑے بستر پر دراز ہو کر ناول پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد اسے اپنے اردگرد کا بالکل
ہوش نہیں رہا۔ کب زینبی سوئی ـــــ کس وقت اور کتنی دفعہ چوکیدار سامنے والے بجلی کے
کھمبے پر اپنی لوہے کی لٹھ مار مار کر چلا گیا۔

بینا نے ان باتوں کی طرف بالکل دھیان نہیں دیا۔ ڈرائینگ روم میں لگے ہوئے
دیوار گیر کلاک نے تین بجائے تو وہ چونک گئی۔

کتاب میں نشان لگا کر کتاب سرہانے رکھی اور اٹھ کر دریچے میں آ گئی۔ باہر تاریکی
اور سناٹے کا راج تھا۔ سامنے والی سڑک پر دو تین سبزی فروش خالی ٹھیلے گھسیٹتے ہوئے
سبزی منڈی کی طرف جا رہے تھے۔ اور گلی میں دو ایک کتے اِدھر سے ادھر گھبائے پھر
رہے تھے ـــــ

بینا نے ایک طویل جمائی لی اور دریچے سے ہٹ گئی۔ وہ ایک سیکنڈ کمرے کے وسط میں
کھڑی سوچتی رہی۔ پھر لائٹ آف کر کے بستر پر لیٹ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کی آنکھ
لگ گئی۔ اسے سوئے بمشکل آدھ گھنٹہ گزرا تھا۔ کہ ایک دم وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ جانے
باہر کیسا شور تھا۔ بے شمار قدموں کی آوازیں اور لوگوں کی آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی
آوازیں آ رہی تھیں ـــــ

وہ اٹھ کر دریچے میں آ گئی۔ جانے کون اس دنیا سے سدھار گیا۔ بینا نے دریچے
سے باہر دیکھتے ہوئے سوچا کسی کا جنازہ آیا تھا میت کے پیچھے بیشمار لوگ تھے اور پیٹرومیکس
کی تیز روشنی سنسان اور تاریک قبرستان میں دور دور تک پھیلتی جا رہی تھی بینا نے
ایک طویل سانس لی۔ اور پلکیں جھپکاتے ہوئے زندگی اور موت کے فلسفے پر غور کرنے لگی

ں کی آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔ اسی طرح ایک دن تم بھی مر جاؤ گی ـــــ
عنبریا آصف ـــــ!
الی نے سوچا اور آسمان کی وسعتوں کی طرف دیکھنے لگی نیلگوں آسمان پر چاند کے
د بادلوں کے سفید۔ سرمئی اور اودے ٹکڑے بجید پراسرار شکلوں میں اڑتے پھر رہے
بیناکو ایسا محسوس ہوا جیسے ان پراسرار بادلوں کی اوٹ سے مرے ہوئے انسانوں کی
ا جھانک رہی ہوں ـــــ

اس نے بادلوں سے نظریں ہٹا لیں ـــــ اور سڑک کے پار تاریکی میں ڈوبے
ئے یوسفی ہاؤس کی طرف دیکھنے لگے۔

یوسفی ہاؤس کے سامنے والی دیوار پر کیلے کے جھالر دار پتوں کے سائے آہستہ آہستہ
ہے تھے۔ اور آم کے اونچے گھنے درخت کی پھیلی ہوئی شاخوں کی اوٹ سے سات
دں کی جوڑی جھانک رہی تھی۔ اور بے حد اداسی سے مسکرا رہی تھی۔ بینا نے آسمان
پ چاپ چلتے ہوئے ستاروں کے کاروان کی طرف دیکھا اور اپنے بستر پر آ گئی۔
ناسے نیند نہ آ سکی اب اس جنازے کو منوں مٹی تلے دبا کر لوگ رخصت ہو جائینگے
روز سوگوار رہیں گے۔ مرنے والے کو یاد کر کے روئیں گے۔ وقت گزرنے کے
تہ بھولتے جائیں گے۔ صرف ایک دھندلی سی یاد باقی رہ جائے گی اور ان سب
اور قبر کی خاموشی پراسرار تاریکی میں مرنے والے کا جسم جانے کون کون سی اذیتیں
اشت کرے گا ـــــ؟"

بینا نے سوچا

اور پھر صبح ہونے تک وہ اسی قسم کی باتیں سوچتی رہی حتیٰ کہ مسجدوں میں

فجر کی اذان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

وہ سر پہ آنچل ڈالے چپ چاپ بیٹھی اذان کی آوازیں سنتی رہی۔ پھر بستر سے اٹھ کر وضو کرنے چلی گئی۔ نماز پڑھ کر وہ کئی منٹ تک جانماز پہ چپ چاپ بیٹھی جانے کن سوچوں میں کھوئی رہی۔ باہر دودھ والوں کی سائیکل کی گھنٹیوں کی اور دودھ کے برتنوں کی آواز بلند ہوئی تو وہ چونک کر اٹھ گئی۔

عاصم کی طبیعت کئی روز سے خراب ہو رہی تھی۔ پہلے معمولی نزلہ کھانسی ہوا اور پھر بڑھتے بڑھتے اس نے شدت اختیار کر لی۔ اور عاصم کو انفلوئنزا بھی ہو گیا۔ بینا کے گھر کے سب ہی لوگ عاصم کی عیادت کو گئے تھے۔

زیبی، فرزانہ بیگم اور آصف صاحب تو کئی دفعہ جا چکے تھے۔ لیکن بینا سب کے بار بار کہنے کے باوجود ایک دفعہ بھی عاصم کو دیکھنے نہیں گئی۔ اس روز بینا یونیورسٹی سے جلدی واپس آ گئی تھی۔

جلدی سے کھانا کھا کر وہ ٹھاٹھ سے اپنے بستر پہ دراز ہو گئی۔ اور سیما کو آواز دے کر بک شیلف میں سے پانچ چھ کتابیں نکلوا کر سرہانے ڈھیر کر دیں ــــ حجاب امتیاز علی کی "ظالم محبت" کے صفحات الٹتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ گنگنانے لگی۔

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

تبھی فرزانہ بیگم اس کے کمرے میں آ گئیں

"تجھ سے میں نے کیا کہا تھا بینا ــــ" وہ اس کے قریب آ کر بولیں

"میں تو بھول بھی گئی ــــ" بینا نے انتہائی اطمینان سے کہا۔

"فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ــــ سیدھی طرح تیار ہو کر میرے ساتھ چلو ــــ" فرزانہ بیگم نے کہا

"سچ میں امی بالکل موڈ نہیں ــــ" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا

"میں یہ سب کچھ نہیں جانتی بس جو میں کہہ رہی ہوں۔ چپ چاپ سے سن لو ــــ" فرزانہ بیگم بولیں

"میں نے چپ چاپ سن لیا ــــ" بینا نے سنجیدگی سے کہا

"آخر تجھے ہو کیا گیا ہے ــــ" "کب تجھے عقل آئے گی ــــ"

فرزانہ بیگم کو غصہ آ گیا۔

"جب تک میری عقل داڑھ نہیں نکلے گی ــــ مجھے عقل آ ہی نہیں سکتی۔" بینا نے کتاب کے صفحات الٹتے ہوئے کہا۔

"بینا ــــ" فرزانہ بیگم چیخ کر بولیں

"جی ــــ" بینا نے چونکنے کی ایکٹنگ کی

"بات کو سمجھا کرو بینا ــــ وہ لوگ کتنا برا مانیں گے ــــ اگر تم عاصم کی عیادت کو نہیں گئیں ــــ یہ بھی سوچا تم نے ــــ"

فرزانہ بیگم نے نرمی سے سمجھایا۔

"اس میں برا ماننے کی کوئی بات ہی نہیں امی ......"

بینا نے کہا۔

"وہ لوگ تمہارا اتنا خیال رکھتے ہیں اور ان کے گھر میں ایک آدمی چھ روز سے بیمار پڑا ہے۔ تمہیں اتنی بھی توفیق نہیں کہ جا کر اس کا حال ہی پوچھ لو ــــ"

فرزانہ بیگم نے کہا۔

"اُفوہ امّی ـــــ ! میں نہ حکیم نہ ڈاکٹر ـــــ میرے جانے سے عاصم بھائی اچھے تھوڑے ہی ہو جائیں گے ـــــ"

بینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

فرزانہ بیگم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتی رہیں ـــــ

"آپ زیبی کو لے کر چلی جایئے میری طرف سے بھی ان کا حال پوچھ لیجئے گا۔"

بینا نے کہا۔

"کس قدر ضدی اور پاگل اولاد سے سابقہ پڑا ہے ـــــ" فرزانہ بیگم ناراض ہو کر کمرے سے جانے لگیں۔ (Problem is serious) بینا نے فرزانہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور جلدی سے بستر سے اتر گئی۔

"آپ تو ناحق ناراض ہو رہی ہیں امّی ـــــ چلئے اس وقت میں اپنے موڈ کے خلاف کام کر لیتی ہوں ـــــ"

بینا نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"رہنے دو ـــــ تم اپنی کتابوں میں سر دیئے بیٹھے رہو ـــــ تمہاری بلا سے کوئی مرے یا جئے ـــــ"

فرزانہ بیگم غصہ سے بولیں۔

"ایسی بھی کیا ناراضگی امّی ـــــ میں چل رہی ہوں ـــــ مگر ایک شرط ہے میں یہ پانچ چھ کتابیں ساتھ لے کر چلوں گی ـــــ!"

بینا نے مسکراتے ہوئے کہا

"کتابیں لے جانے کا کیا تک ہے وہاں ـــــ؟" فرزانہ بیگم نے اُس کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی کمال کرتی ہیں امّی ـــــ اب دیکھئے نا ـــــ آپ جلدی تو واپس آئیں گی نہیں وہاں سے ـــــ اور میں اتنی دیر تو عاصم بھائی سے پوچھنے سے رہی کہ عاصم بھائی آپ کیسے ہیں ـــــ آپ کے کیا حال ہیں ـــــ آپ کی کیسی طبیعت ہے ـــــ آپ ـــــ!"

"خدا کے لئے بینا چپ رہو ـــــ معلوم نہیں اس قدر بکواس کرنے کی عادت تم نے کہاں سے سیکھ لی ـــــ!"

فرزانہ بیگم نے بیزاری سے کہا

"اسی لئے تو میں کتابیں ساتھ لئے جا رہی ہوں۔ نہ کسی سے بولوں گی۔ نہ کسی کا دماغ چاٹوں گی۔ بس چپ چاپ ایک طرف بیٹھی کتابیں پڑھتی رہوں گی ـــــ" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا جاؤ ـــــ کپڑے بدلو جلدی سے ـــــ!"

فرزانہ بیگم نے کمرے سے باہر جاتے ہوئے کہا

تھوڑی دیر بعد عرفان ٹیکسی لے کر آیا تو بینا کتابیں سنبھالے تیار کھڑی تھی ٹیکسی میں تمام راستے بینا بکواس کرتی رہی۔ کتاب میں سے اشعار پڑھ پڑھ کر فرزانہ بیگم کو سناتی رہی۔

کسی ناول کا کوئی اچھا سا پیراگراف پڑھ کر سنانے لگتی۔ فرزانہ بیگم نے دو ایک دفعہ اسے ڈانٹا مگر بینا کے اوپر کوئی اثر نہیں ہوا مجبوراً فرزانہ بیگم انتہائی بیزاری سے اس کی

بکواس سنتی رہیں اور سوچتی رہیں ــــ کہ اس لڑکی کے پاگل پن میں تو دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے ــــ!

ٹیکسی ڈرائیور بھی اس کی باتیں سن سن کر زیر لب مسکرا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یقیناً اس لڑکی کا ایک آدھ اسکرو ڈھیلا ہے۔

خدا خدا کرکے عاصم کا گھر آیا تو فرزانہ بیگم نے اطمینان کا سانس لیا۔ فریحہ اور بڑی ممانی کو سلام کرکے عاصم کے بستر کے قریب چلی گئی اور ان کے قریب جھک کر کان کے پاس منہ لیجا کر آہستہ سے بولی

"عاصم بھائی ــــ تسلیم ــــ"

عاصم دھیرے سے مسکرا دیئے

"تسلیم کا جواب مسکراہٹ ہوتا ہے ــــ" بینا نے عاصم کی طرف گھور کر دیکھا

"راستے بھر تم نے بکواس کی ہے بینا بیمار آدمی کے سامنے تو سکون سے بیٹھ جاؤ"!

فرزانہ بیگم نے کہا۔

"بہت بہتر ــــ!" بینا نے بڑے ادب سے کہا اور عاصم کے بستر کے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ دو تین سیکنڈ فریحہ کی طرف دیکھ کر مسکراتی رہی۔ پھر مختار صدیقی کی "منزل شب" کھول کر اشعار پڑھنے لگی۔

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا ــــ اس لڑکی کے پاگل پن کا کیا علاج کروں"؟

فرزانہ بیگم نے اپنی بھاوج کی طرف دیکھا۔

"میں بتاؤں امی! گدو بندر بھیج دیجئے ــــ"

بینا نے کتاب سے نظریں ہٹا کر کہا۔

"بہت شوق ہے تجھے گدو بندر جانے کا ــــ!"

فرزانہ بیگم نے کہا

"ایک منٹ امی ــــ بڑا اچھا شعر ہے سنیئے ــــ!" بینا نے کہا

"مجھے تو بیکار کے شعر مت سنایا کر ــــ!" فرزانہ بیگم نے بیزاری سے کہا

"کمال ہے امی آپ تو اچھی چیز کو بھی نہیں سراہتیں ــــ" بینا نے کہا

"میں ٹھہری جاہل ــــ اچھی بری چیز میں تمیز کرنا کیا جانوں ــــ؟"

فرزانہ بیگم بولیں

"نہیں امی! یہ بات نہیں ہے ــــ آپ کا ذہن .... ماشاء اللہ بڑا اچھا ہے۔ میرے پاس جتنی کتابیں ہیں آپ ان سب کو پڑھ ڈالئے پھر دیکھئے گا آپ کس قدر بصیرت افروز ہو جائیں گی ــــ!"

بینا نے سنجیدگی سے کہا

"اب بڑھاپے میں کیا پڑھوں گی ــــ؟"

فرزانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے عاصم کی طرف دیکھا۔

"یہ کوئی معقول بات نہیں ہے امی ــــ چانگ چاؤ نے کہا ہے۔ کہ "جوانی میں کتابیں پڑھنا ایسا ہے جیسے آپ کسی درز میں سے چاند دیکھ رہے ہوں۔ ادھیڑ عمر میں کتابوں کا مطالعہ ایسا ہے۔ جیسے کھلے آنگن میں چاند کو دیکھا جائے۔

"بینا! خدا کے لئے تو ہر وقت دماغ کھانے نہ بیٹھ جایا کر ــــ"

فرزانہ بیگم نے کہا۔

"امی ــــ پورا مقولہ تو سن لیجئے ــــ" اور بڑھاپے میں کتب بینی ایسی ہے

جیسے اونچی ہموار جگہ سے چاند کا نظارا کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ مطالعے سے جو مادے
حاصل ہوتے ہیں ان کی گہرائی اپنے ذاتی تجربے کی گہرائی سے تناسب بدلتی رہتی ہے
بیناؔ نے جلدی جلدی چانگ چاؤ کا پورا مقولہ سنایا۔ فریحہ اور بڑی ممانی بے تحاشہ
ہنس رہی تھیں عاصم بھی اخبار منہ کے سامنے کئے مسکرا رہے تھے۔ اور فرزانہ بیگم اپنا
سر تھامے بیٹھی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد فرزانہ بیگم اپنی بھاوج کے ساتھ ان کے کمرے میں چلی گئیں بینا
کچھ دیر فریحہ اور عاصم سے بڑی سنجیدگی سے باتیں کرتی رہی۔ پھر فریحہ اپنے کمرے
میں جانے لگی بیناؔ کو بھی اس نے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔

لیکن بیناؔ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"تم جاؤ —— مجھے ذرا عاصم بھائی کی طبیعت پوچھنی ہے ——"

فریحہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔

"ہاں اب بتایئے کیسی طبیعت ہے آپ کی ——؟ کتنے دن سے بخار آرہا ہے
کون سے ڈاکٹر کا علاج کروا رہے ہیں ——؟ اس نے کون کون سی دوائیں تجویز کی ہیں"
بیناؔ نے ایک ہی سانس میں اتنی ساری باتیں پوچھ ڈالیں۔

"سوچ لو —— کوئی بات رہ تو نہیں گئی ——؟" عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا

"کوئی فکر کی بات نہیں ہے —— باقی آئندہ پوچھ لوں گی ——"

بیناؔ نے اپنے بالوں کے پن درست کرتے ہوئے کہا۔

عاصم چپ چاپ لیٹے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"اپنا ہاتھ ادھر لایئے دیکھوں نبض چل رہی ہے یا رک گئی ——؟"

بیناؔ نے آگے بڑھ کر عاصم کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اچھے بھلے تو ہیں آپ، خوامخواہ ہی بستر پر لیٹنے کو دل چاہ رہا ہے تو وہ دوسری
بات ہے۔"

بیناؔ نے شرارت بھری مسکراہٹ سے عاصم کی طرف دیکھا۔

"یہ کون کون سی کتابیں اٹھا لائیں تم ——" عاصم نے اس کی گود میں رکھی ہوئی
کتابوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"یہ کیا بد پرہیزی ہے۔ کتاب پڑھنے سے آپ کی صحت اور خراب ہو جائیگی۔"

بیناؔ نے عاصم کا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کتابیں پڑھنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے ——" عاصم نے غور سے اس
کی طرف دیکھا۔

"آپ ابھی بچے ہیں —— یہ کتابیں آپکے پڑھنے کی نہیں ہیں ——"

بیناؔ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کتابیں دیکھنے دو مجھے! ورنہ ابھی چھین کر پھینک دوں گا ——"

عاصم نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو اٹھا کر پھینک دوں گی ——؟" بیناؔ نے برجستہ کہا مگر فوراً ہی وہ
شرمندہ ہو گئی۔

مجھے عاصم بھائی سے ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے تھی —— "اس نے سوچا
صم اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بیناؔ نے بغیر کچھ کہے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاصم کے سامنے کر دیئے۔

"کیا ہے۔" عاصم نے مصنوعی غصہ سے کہا

"معاف کر دیجئے ـــــ پکا وعدہ ـــــ اب کبھی ایسی بات نہیں کہوں گی"

بیناؔ نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"اسی لئے تمہیں منع کیا جاتا ہے کہ زیادہ مت بولا کرو ـــــ" عاصم نے کہا

"اچھا تقریر بعد میں کیجئے گا۔ پہلے مجھے معاف تو کر دیجئے۔ میرے ہاتھ دُکھ گئے ہیں ـــــ" بیناؔ نے کہا

"میں نے تو تمہیں ہاتھ جوڑنے کو نہیں کہا تھا ـــــ!"

عاصم نے اس کے دونوں ہاتھ الگ کر دیئے

"آپ بیٹھے کیوں ہیں ـــــ لیٹ جائیے اور بتائیے میں آپ کی کیا خدمت کروں آپ کا سر دباؤں یا پیر دباؤں ـــــ یا آپ کو دوا پلاؤں یا ـــــ"

"بس آپ آرام سے بیٹھی رہیئے ـــــ مجھے کسی خدمت کی ضرورت نہیں۔ عاصم نے کہا۔

"دوا کب پی تھی ـــــ؟" بینا نے پوچھا

"ابھی کچھ ہی دیر بعد ـــــ" عاصم نے کہا

"اور پی لیجئے ـــــ" بینا نے دوا کی شیشی کی طرف دیکھا

"ابھی دوا کا وقت نہیں ہوا ـــــ" عاصم نے کہا

"دوا پینے میں وقت کا خیال کبھی نہیں رکھنا چاہیئے ـــــ!"

بینا نے دوا کی شیشی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں ـــــ؟" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

"اس لئے کہ جتنی جلدی اور جتنی زیادہ دوا پئیں گے۔ اتنی ہی جلدی اچھے ہو جائیں گے" بیناؔ نے کہا۔

"اچھا ـــــ! یہ کس ڈاکٹر نے بتایا ـــــ؟" عاصم مسکرائے۔

"یہ نیم حکیم عنبرین آصف کا مشورہ ہے ـــــ" بینا نے سنجیدگی سے کہا

"نیم حکیم تو خطرۂ جان ہوتے ہیں ـــــ" عاصم نے ان کے ہاتھ سے دوا کی شیشی لے کر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بجا ارشاد فرمایا ـــــ اسی لئے میں امی سے کہہ رہی تھی کہ مجھے مت لے کر جایئے میرے جانے سے عاصم بھائی کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا ـــــ"

بیناؔ نے عاصم کی طرف دیکھا

عاصم اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے بینا دو تین سیکنڈ بڑے غور سے عاصم کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی

"آپ کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی عاصم بھائی ـــــ!"

عاصم چپ رہے۔

"یہ پوچھئے کونسی بات ـــــ؟" بیناؔ نے کہا

عاصم پھر بھی خاموش رہے

"آپ کی جگہ اگر اس وقت کوئی اور ہوتا۔ تو مجھے یقین ہے کہ میرے آنے پر دُم بلکہ درجنوں گلے شکوے کرتا ـــــ کہ میں اتنے دن سے بیمار تھا۔ تمہیں اتنی بھی توفیق نہ ہوئی کہ آکر دیکھ جائیں ـــــ اب بھی کیوں آئیں ـــــ؟ جب میں مر جاتا تو وغیرہ وغیرہ ـــــ لیکن آپ نے ـــــ" بینا بات ادھوری چھوڑ کر عاصم

کی طرف دیکھنے لگی۔

عاصم اس کی بات سُن کر مسکرا رہے تھے۔

"آپ کے اندر اور بھی کئی ایسی باتیں ہیں۔ جو آپ کی شخصیت کی انفرادیت ا
کرتی ہیں ——" بیناؔ بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"مثلاً ——" عاصم نے پوچھا۔

"پھر کبھی بتاؤں گی —— اس وقت تو بولتے بولتے میری زبان تھک گئی ہے"
نے کہا اور اپنی کرسی کھڑکی کے قریب گھسیٹ کر بیٹھ گئی دو ایک منٹ کھڑکی سے
جھتی رہی۔ پھر کتاب کھول کر پڑھنے لگی۔

"یہ کیا حرکت ہے ——" عاصم اٹھتے ہوئے بولے

"پلیز —— ڈسٹرب مت کیجئے مجھے ——" بیناؔ نے کہا

"بیکار باتیں کرنے کی ضرورت نہیں —— سیدھی طرح ادھر آکر بیٹھو ——
نے اس کی پشت پر لہراتی ہوئی چوٹی کی طرف دیکھا

"آپ چپ چاپ سے آنکھیں بند کرکے سو جائیے ——!

بینا نے پلٹ کر عاصم کی طرف دیکھا عاصم اس سے کچھ کہے بغیر اٹھ کر اس
قریب آگئے۔ اور کتابیں چھین کر الماری میں بند کردیں۔

"بڑے اچھے لگ رہے ہیں رعب جماتے ہوئے ——"

بیناؔ نے گھور کر عاصم کی طرف دیکھا

"اچھی تو تم لگ رہی اس وقت غصہ میں بھری ہوئی ——"
عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی شعر سنانا شروع کردوں گی آپ کو ——!" بیناؔ نے دھمکی دی

"ہر وقت پاگل پن کی باتیں نہیں کرتے ——" عاصم نے اس کی پیشانی پر انگلی مارتے
ے کہا۔

"آپ خود ہوں گے پاگل، دیوانے، خبطی، کریک اور معلوم نہیں کیا کیا ——"
نے جھنجھلا کر کہا۔

"اور کچھ ——" عاصم مسکرائے

"بات مت کیجئے مجھ سے ——" بیناؔ نے غصے سے کہا
اپنی کتابیں چھن جانے پر اسے بڑا غصہ آرہا تھا۔

"اچھی بات ہے۔ میں سوتا ہوں۔ تم بیٹھی رہو ——

عاصم نے لیٹ کر چادر تان لی —— بینا کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی پھر اٹھ کر ریہ
میں چلی گئی ——

جوں جوں دن گزر رہے تھے پڑھائی کے معاملے میں بینا سیریس ہوتی جا رہی تھی اور تقریباً روزانہ ہی وہ لائبریری میں رک کر دو تین گھنٹے پڑھتی تھی۔ پھر اس سال تو عقیس کا معیبت بھی گلے پڑ گئی تھی۔ بینا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ عمرانیات پر جتنی کتابیں ہیں ان سب کو پڑھ ڈالے کبھی وہ ہارون کی جان کھاتی تھی۔ کہ اپنے لائبریری کارڈ پر مجھے فلاں کتاب ایشو کروادو۔ کبھی ڈاکٹر سجان کو کہتی مجھے "Asch کی" Solomon کی "Social Psychology" چاہیے۔

کبھی منصور کے کان کھینچتی کہ تم نے اب تک مجھے برٹش کونسل سے E.H Keesing کی Cultural Anthropology کیوں نہیں لاکر دی۔

اس روز بھی بینا نے ارادہ کیا تھا کہ پانچ بجے سے پہلے لائبریری سے باہر نکلے گی کلاسز ختم ہوئیں۔ تو وہ فوزیہ اور ریحانہ کو ساتھ لے کر لائبریری چلی گئی۔ فرزانہ جلدی گا

[..]گئی تھی۔ اور نائلہ آئی ہی نہیں تھی۔ تین بجے تک وہ فوزیہ اور ریحانہ کے ساتھ پڑھتی [..] پھر ان کو ساتھ لے کر نیچے چائے پینے آ گئی۔ چائے پی کر فوزیہ اور ریحانہ گھر جانے [..]لئے تیار ہو گئیں بینا نے ان دونوں کو بہت روکا مگر اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا [..]تھا۔ وہ بڑی مشکل سے بینا سے جان چھڑا کر بس اسٹاپ کی طرف بھاگیں۔ بینا کو بھی انہوں [..]نے ساتھ لے جانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن بینا راضی نہیں ہوئی ان دونوں کو رخصت [..]کر کے بینا پھر ریڈنگ روم میں آ گئی اور Guillaume کی "The Tradition of Islam" پڑھنے لگی۔

لیکن وہ زیادہ دیر تک اپنے آپ پر جبر نہ کر سکی۔ کتاب کے درمیان قلم رکھ کر وہ [..]کھڑی ہوئی اور باہر گیلری میں آ گئی۔ لائبریری کے اس حصے میں کھڑے ہو کر جیسے پورے [..]کراچی کا جائزہ لیا جا سکتا ہے دور تک پھیلے ہوئے میدان سیلون پر بنے ہوئے مکانات [..]اونچی اونچی عمارتیں نارتھ ناظم آباد کی پہاڑیاں سبھی کچھ تو نظر آ رہا تھا اس نے اداس نظروں [..]سے دور ہلکی ہلکی دھند کی نیلاہٹوں میں ڈوبی ہوئی پہاڑیوں کی طرف دیکھا سرمئی اور سفید [..]بادل کے ٹکڑے جھکے ہوئے پہاڑیوں کی چوٹیوں کو چھو رہے تھے کہیں کسی حصے پر چمکتی ہوئی [..]دھوپ تھی۔ اور بہت دور بنی ہوئی ملوں کی چمنیوں سے نکلتا ہوا سرمئی دھواں آسمان [..]کی وسعتوں میں تحلیل ہو رہا تھا۔ اس سے اس کے ذہن میں انتہائی احمقانہ سا خیال آیا

کاش وہ دھواں ہوتی ——— ! سرمئی دھواں ——— !

تو یا نیلگوں آسمان پر اڑتے ہوئے سرمئی سفید اور اودے بادلوں کا کوئی ٹکڑا ہوتی [..]اور دھند میں ڈوبی ہوئی پہاڑی کی چوٹی کو چھو سکتی۔ لائبریری کی سامنے والی سڑک پر [..]سے ایک بس سیاہ کثیف دھواں اگلتی ہوئی گزری تو بینا چونک پڑی اور اپنے

احمقانہ خیالات پر خود ہی مسکرادی

"تمہیں کیا ہو گیا ہے عنبرین آصف ——— تم کتنی سی پاگل سی لڑکی ہو ——
نہیں تمہاری طبیعت کا یہ پاگل پن تمہیں کہاں لے جائے گا ——؟" اس نے دل ہی دل
میں کہا۔ سامنے والے لان پہ سے محمود کا دوست ناصر کاظمی اپنی فرینڈ لبنیٰ نعمان کے
ساتھ گزارا تو بینا کو محمود کا خیال آ گیا۔

پھر اس کا ذہن نائلہ کی طرف چلا گیا۔

"آج نائلہ کیوں نہیں آئی ——؟ کل وعدہ کر کے گئی تھی کہ شام کو میرے ساتھ پانچ
بجے تک پڑھے گی ——— کہیں اس کی طبیعت نہ خراب ہو گئی ہو ———!" بینا نے سوچا اور فوراً
ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اب نہیں ٹھہرے گی یونیورسٹی سے سیدھی نائلہ کے گھر جائے گی!
خیال آتے ہی وہ ریڈنگ روم میں واپس آ گئی کتابیں واپس کر کے وہ اپنی فائل اور بیگ اٹھا
کر باہر آ گئی۔

ہارون نے اسے باہر جاتے دیکھا تو کتاب الٹ کر خود بھی باہر آ گیا۔ قدموں کی آہٹ پر بینا نے
پلٹ کر دیکھا ——— اور رک گئی۔

"پھر چائے پینے جا رہی ہیں آپ ———؟" ہارون نے قریب آ کر کہا

"نہیں ———" بینا مسکرائی

"پھر ———؟" ہارون نے اس کی طرف دیکھا

"گھر جا رہی ہوں ———!" بینا نے تھکے تھکے سے لہجے میں کہا۔

"آپ تو کہہ رہی تھیں کہ شام تک پڑھوں گی ———"

ہارون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں ——— کہا تو تھا ——— مگر اکیلے دل نہیں لگ رہا۔"

بینا نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا

"آپ کی فرینڈز دھوکہ دے گئیں آپ کو ———؟"

ہارون نے قریب رکھے ہوئے شوکیس کا سہارا لیتے ہوئے کہا

"اں دوست عموماً دھوکہ ہی دیا کرتے ہیں ———" بینا کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی
تھیں۔

"کیا سب کے متعلق آپ کا یہی خیال ہے ———؟"

ہارون نے معنی خیز انداز سے اس کی طرف دیکھا اور دھیرے سے مسکرا دی

"کیا میں بھی آپ کے ایسے دوستوں میں شامل ہوں ———؟" ہارون نے پوچھا

"ہو سکتا ہے ———" بینا نے قریب سے گزرتے ہوئے لڑکے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"یہ آپ کی سراسر زیادتی ہے عنبرین صاحبہ ———!" ہارون نے شاکی انداز سے اس کی
طرف دیکھا

"زیادتی ہے ———؟" بینا نے کہا

"اور کیا ———" ہارون نے اس کی جھکی ہوئی پلکوں کی طرف دیکھا ——— قریب سے
گزرتے ہوئے لڑکے اور لڑکیاں ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے چند ایک کا دیکھنے کا انداز معنی
خیز تھا لیکن نہ بینا ایسی باتوں کو اہمیت دیتی تھی اور نہ ہارون ———!

وہ تو بس یہ جانتے تھے کہ جب ان کا دل صاف ہے تو انہیں دنیا والوں کی کیا فکر ———
کچھ ہی کہتے رہیں یونیورسٹی میں تو یہ بات عام ہو چکی تھی جہاں ایک لڑکے اور لڑکی کو ساتھ کھڑے
باتیں کرتے دیکھا معنی خیز نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ سرگوشیاں کی جانے لگیں آخر ان لوگوں

کے ذہن میں یہ بات کیوں نہیں آتی۔ کہ ضروری نہیں ہے وہ لوگ محبت کے موضوع پر ہی گفتگو کر رہے ہوں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ سیاسی و سماجی اقتصادی ادبی یا مذہبی موضوع پر گفتگو کر رہے ہوں ہر لڑکے اور لڑکی کے میل جول اور ان کی گفتگو کو رومانوی رنگ کیوں دیا جاتا ہے۔ بینا کے ذہن میں اکثر یہ خیالات آتے تھے۔

بینا اس وقت بھی یہی سوچ رہی تھی کہ آخر کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ ان لوگوں کی ذہنیتوں کو بدلا جا سکے۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ ——؟" ہارون نے اسے سوچوں میں گم دیکھ کر کہا

"کچھ نہیں —— !" بینا نے کہا

"اس وقت مجھے آپ کی بات سن کر بہت افسوس ہوا ہے عنبرین صاحبہ ——" ہارون نے افسردگی سے کہا

"کون سی بات سن کر ——؟" بینا نے پوچھا

"میرا خیال ہے ہم چلتے رہیں —— راستے ہی میں گفتگو ہو جائے گی ——!" ہارون نے کہا

"چلئے ——!" بینا نے کہا۔ اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے

"ہوں —— تو آپ کیا کہہ رہے تھے ——؟" بینا نے کہا

"آپ اب تک مجھ سے جو کچھ کہتی رہی ہیں میں مانتا رہا ہوں —— میرے دل میں آپ کے لئے ایک خیال پیدا ہوا تھا —— آپ نے اسے پسند نہیں کیا۔ اور میں نے آپکی ناپسندیدگی کا خیال کرتے ہوئے اپنے آپ کو سمجھایا۔

آپ نے کہا —— کہ آپ مجھے صرف ایک دوست کی حیثیت سے پسند کرتی ہیں ——

اور اس کے آگے کوئی بات سوچنا نہیں چاہتیں —— میں نے آپ کو مجبور نہیں کیا اگرچہ میں بہت آگے جا چکا تھا لیکن آپ کے کہنے پر میں اتنے ہی قدم پیچھے لوٹ آیا۔ میں نے ہر بات میں آپ سے سمجھوتہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ کو میرے خلوص کا یقین نہیں آتا ——!" ہارون بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"اس قدر سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے ——!

"ہارون صاحب! میں مذاق کر رہی تھی ——!" بینا نے مسکراتے ہوئے ہارون کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھا

ہارون چپ چاپ اس کے ساتھ سیڑھیاں اترتا رہا۔

"اے مسٹر ——! بچوں کی طرح روٹھنے کی نہیں ہو رہی۔"

بینا نے ہارون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

ہارون نے بینا کی طرف دیکھا اور اس کے خوبصورت ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی بینا کے یہی تو انداز تھے۔ جو بیشتر لڑکوں کو پسند تھے۔ وہ ہر ایک سے اس طرح بات کرتی تھی جیسے وہ اس کے گھر کے ہی افراد ہوں کبھی غصہ آتا تھا تو وہ ان سے بالکل اس طرح جھگڑتی تھی۔ جیسے اپنے گھر میں کسی سے جھگڑا کر رہی ہو۔

"ہاں —— یہ بات ہوئی نا —— ! مجھے رونے والے بچے بالکل پسند نہیں ——"

بینا نے مسکراتے ہوئے کہا

"آپ وعدہ کیجئے آئندہ آپ مجھ سے ایسی بات نہیں کریں گی ——!"

ہارون نے کہا۔

"بھئی۔ میں تو صرف مذاق کرتی ہوں —— مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت اچھے اور

بہت پرخلوص دوست ہیں مجھ پر کوئی برا وقت آئے گا تو آپ اپنی جان پر بھی کھیل جائینگے

بس ——" بینا نے ہنستے ہوئے کہا

ہارون ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ بینا کچھ دیر چپ چاپ

کھڑی رہی پھر بڑی سنجیدگی سے بولی

" ہارون صاحب آپ میری بات کا برا نہ مانا کیجئے —— میں تو بہت پاگل سی لڑکی ہوں

ویسے آپ یہ یقین رکھیئے کہ مجھے آپ کی دوستی پر بہت فخر ہے مجھے یقین ہے۔ کہ آپ کی ذات

پر مجھے جو اعتماد ہے آپ اس اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچائیں گے بس اس سے زیادہ —!

"بس —— میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا ——" ہارون نے کہا

"آپ کو علم نہیں میں اپنی سہیلیوں سے آپ کی کس قدر تعریف کرتی ہوں —"

بینا نے کہا

"خیر — تعریف کے قابل تو نہیں ہوں میں —" ہارون نے انکساری سے کہا

"آپ واقعی قابل تعریف ہیں میں اپنی زندگی میں صرف دو ایسے انسانوں سے ملی

ہوں جن میں سمجھوتہ کرنے کا مادہ اس حد تک ہے کہ ——!

" دوسرا کون ہے —" ہارون نے پوچھا

" وہ ہمارے ماموں زاد بھائی ہیں عاصم —— سچ آپ دونوں کی شخصیت بہت

حد تک ملتی جلتی ہے ——!

بینا نے کہا

"اچھا ——!" ہارون مسکرایا

" ہاں —— یہی وجہ ہے کہ آپ دونوں کی عزت دن بدن میرے دل میں بڑھتی

جا رہی ہے ——"

بینا نے بڑی صاف گوئی سے اعتراف کیا۔

" اور آپ کو کچھ پتہ ہے میں آپ کی کتنی عزت کرتا ہوں ——؟"

ہارون نے ہنستے ہوئے کہا۔

بینا چپ رہی

"آپ یقین کیجئے —— میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی لڑکی کی اتنی عزت نہیں کی ——

جتنی عزت میں آپ کی کرتا ہوں ——!"

ہارون نے کہا۔

" اچھا صاحب! شکریہ، کرم، نوازش، عنایت —— مہربانی —— اور کوئی لفظ

ہو اس سلسلے میں ہو تو وہ بھی بتادیں ——!"

بینا نے شرارت سے کہا۔

"بس —— اتنے ہی الفاظ کافی ہیں ——" ہارون نے کہا

" اچھا —— پھر اجازت ——؟" بینا نے پوچھا

"چلئے —— میں آپ کو بس اسٹاپ تک چھوڑ آؤں ——!" ہارون نے کہا

" ہمیں راستہ معلوم ہے ——!" بینا نے اطمینان سے کہا

" کوئی فرق نہیں پڑتا ——" ہارون نے کہا

" بہت فرق پڑتا ہے —— کہیئے تو اس سلسلہ میں کوئی مقولہ گوش گزار کردوں ——!"

بینا نے کہا۔

" مجھے معلوم ہے آپ کو بیشمار مقولے اور بے گنتی اشعار یاد ہیں ——" ہارون اس

کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

سامنے سے بس آتی ہوئی نظر آرہی تھی۔

"جلدی جلدی سے چلئے ——— ورنہ بس نکل جائے گی ———!"

بینا نے گھبرا کر کہا۔

"ابھی تو بہت دور ہے ———" ہارون کو اس کی بدحواسی پر ہنسی آگئی۔

"ہنسنے کی کیا بات ہے اس میں ———" "جائیے جا کر پڑھیئے ——— خدا حافظ ———!"
بینا نے کہا اور تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی ——— ہارون اسے بس میں سوار ہوتے دیکھتا
رہا۔ بس دھواں اڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی تو ہارون لائبریری واپس چلا گیا۔

بینا نائلہ کے گھر پہنچی تو نائلہ گھر میں موجود نہیں تھی اس کی امی نے بتایا کہ وہ تو یونیورسٹی
سے ابھی تک واپس نہیں آئی کیا تم سے ملاقات نہیں ہوئی۔

"بینا کا دماغ سُن کر رہ گیا ——— وہ اس کی امی کو کیسے بتاتی ——— کہ نائلہ تو آج
یونیورسٹی آئی ہی نہیں پھر ملاقات کا کیا سوال ———" کہیں بات بگڑ نہ جائے اس نے سوچا
اور فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"نہیں ——— مجھ سے تو ملاقات نہیں ہوئی خالہ جان ——— دراصل نائلہ نے کہا تھا کہ
وہ آج کلاسیس اٹینڈ نہیں کرے گی۔ صبح سے لائبریری میں بیٹھ کر پڑھے گی۔ میں لائبریری کی
طرف گئی نہیں کلاسز اٹینڈ کرنے کے بعد فوزیہ کے گھر گئی تھی ———!" بینا نے کہا

اس کے بعد وہ ایک منٹ کے لئے بھی نائلہ کے گھر نہیں رک سکی۔ نائلہ کی امی کہتی رہیں
کہ وہ آتی ہی ہوگی لیکن بینا یہ کہہ کر چلی گئی کہ امی پریشان ہوں گی ——— شام ہو رہی ہے۔

رکشے میں تمام راستے وہ اپنا سر تھامے بیٹھی رہی گھر پہنچ کر تو بڑی بے دلی سے نائلہ

بیگ میز پر پھینک کر وہ اپنے بستر پر گر پڑی ——— یونیورسٹی میں اسے بہت زور کی بھوک
رہی تھی لیکن اب اس کی بھوک پیاس سب اڑ چکی تھی۔ امی نے اسے چائے پینے کے لئے
لایا تو اس نے انکار کر دیا ———

آصف صاحب اٹھ کر اس کے کمرے میں آگئے۔

"چائے پی لو بیٹی ———!" آصف صاحب نے کہا

"دل نہیں چاہ رہا ابو ——— ۔" بینا نے کہا۔

"بہت تھک گئی ہو، چائے سے تھکن دور ہو جائے گی ———"

آصف صاحب نے اس کے مرجھائے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا ——— بینا خاموش

——— فرزانہ بیگم بھی کمرے میں آگئی تھیں۔

"کیسی طبیعت ہے بینا ———" انہوں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

"ٹھیک ہوں امی ——— بس ذرا تھک گئی ہوں ———" بینا نے زبردستی مسکراتے
ہوئے کہا۔

"اتنی محنت مت کرو کہ امتحان دینے کے قابل ہی نہ رہ سکو ———"

آصف صاحب نے کہا

"چائے پی کر ہمارے ساتھ چلی چلو ———" فرزانہ بیگم نے کہا

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں ——— ؟" بینا نے پوچھا

"تمہارے چچا کے گھر جا رہے ہیں۔ کافی دن ہو گئے ان کے گھر سے کوئی نہیں آیا معلوم
نہیں کیا بات ہے ———" فرزانہ بیگم نے تشویش سے کہا

"آپ لوگ جائیے، میں آرام کروں گی ———" بینا نے کہا

"ٹھیک ہے ـــــ تم چائے پی کر آرام کرو ـــــ!" آصف صاحب نے کہا

تھوڑی دیر بعد آصف صاحب اور فرزانہ بیگم سیما اور زیبی کو ساتھ لے کر چلے گئے ۔ عرفان اور منصور بھی کہیں گئے ہوئے تھے بینا دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں آ گئی اور دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی سوچتی رہی۔

نائلہ کہاں گئی ہے ـــــ ؟ کہیں اس نے غلط قدم نہ اٹھایا ہو ـــــ آج محمود بھی یونیورسٹی میں نظر نہیں آیا تھا۔

خدایا ـــــ کہیں یہ شخص نائلہ کو تباہی کے منہ میں نہ دھکیل دے نائلہ کو کتنا سمجھاتی رہی ہوں کہ مرد ذات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا شریف سے شریف مرد کی نیت بدلتے بھی کچھ دیر نہیں لگتی۔ ان کے وعدے ۔ ان کی باتیں ـــ ان کی قسمیں ـــ سب جھوٹے افسانے ہیں ان مردوں سے محبت کرنا سوائے دیوانے پن کے اور کچھ نہیں ـــــ لڑکیاں اتنی نادان اتنی کم عقل کیوں ہوتی ہیں ـــــ وہ یہ کیوں نہیں سوچتیں ـــ کہ ان کی ذرا سی لغزش انہیں اتنا بڑا نقصان پہنچاتی ہے ۔ کہ زندگی بھر کے پچھتاوؤں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ان لڑکیوں کو کیا ہو جاتا ہے ـــــ یہ بات ان کے ذہن میں کیوں نہیں آتی ۔ کہ ان کے پاس سب سے قیمتی سرمایہ عزت ہے ـــــ صرف عزت ـــ ! جو صرف ان کا ہی سرمایہ نہیں ان کے ماں باپ ـــ ان کے آباؤ اجداد ـــــ سب کا سرمایہ ہوتا ہے ! مرد خواہ کچھ بھی کہیں ـــــ کچھ بھی کریں ـــ ان پر کوئی انگشت نمائی نہیں کرتا لیکن لڑکیوں کی معمولی سی بات کو بھی افسانہ بنا دیا جاتا ہے ـــ

لڑکیوں کی عزت ـــ ۔ کتنی اہم ہے ـــ اور کتنی نازک ـــ آبگینے سے بھی زیادہ نازک ـــ لڑکیاں تو ریت کی تعمیر کی ہوئی دیوار ہوتی ہیں ـــ! ریت

کی دیوار ـــ جو ایک اشارے میں گر جاتی ہے اور اگر دیوار گر جائے تو انجام کیا ہوتا ہے ـــ؟

یونیورسٹی میں کتنی ہی لڑکیوں کو بینا جانتی تھی ـــ جن کے گھر کا ماحول خالص مشرقی تھا گھروں سے برقع اوڑھ کر آتی تھیں ـــ لیکن یونیورسٹی میں آ کر نہ انہیں اپنے گھر کے ماحول کا خیال آتا تھا۔ اور نہ اپنے ماں باپ کے اس اعتماد کا ـــ جو وہ ان کی ذات پر کر کے انہیں یونیورسٹی بھیجتے تھے۔

پچھلے سال ہی اس کی نظروں سے ایک واقعہ گزرا تھا۔ وہ شعبہ معارف اسلامیہ کی کوئی لڑکی تھی ۔ اس کی بہن سے بینا کی معمولی سی واقفیت تھی ۔ ان کا گھرانا پردے کی سختی سے پابند تھا لیکن اس لڑکی کو بینا نے کتنی ہی بار دیکھا تھا۔ کہ وہ شعبہ معاشیات کے ایک لڑکے کے ساتھ رکشے میں بیٹھ کر جانے کہاں کہاں کی سیر کرتی تھی ـــ ! اس لڑکی کو دیکھ کر بینا کا خون کھول جاتا تھا۔

خدایا ـــ یہ کیسی لڑکی ہے ـــ ؟ نہ اپنی عزت کا خیال ہے اور نہ اپنے ماں باپ کے ناموس کا ـــ اس کے قریب سے گزرتے ہوئے بینا کا دل چاہتا کہ وہ اسے روک کر کہے۔

للہ ـــ پردہ پوشی کا بھرم رکھ لو ـــ اپنے ماں باپ کے اس اعتماد کو مجروح مت کرو۔ جو انہیں تمہاری ذات پر ہے ـــ یہ سمجھ لو کہ تم جس راہ پر چل نکلی ہو وہ صرف تباہی اور بربادی کے تاریک غار اور بھیانک غار کے دہانے پر جا کر چھوڑتی ہے ـــ! لیکن وہ اس سے کچھ بھی نہ کہہ سکی ـــ وہ اسے کیسے سمجھاتی ـــ ؟ وہ اس سے کیسے کہتی ـــ ؟ بس ـــ اپنی دعاؤں میں اسے بھی شامل کر لیتی ـــ

خدایا ـــ تو اس لڑکی کو عقل دے ـــ وہ ٹھوکر کھانے سے پہلے ہی سنبھل جائے ـــ!

وہ لڑکی ایم اے کرکے چلی گئی۔ اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کا انجام کیا ہوا۔
اور اب ـــــ نائلہ رحمٰن ـــــ تم نے ـــــ میری اتنی عزیز دوست نے یہ کہنا
شروع کردیا ہے میرے سمجھانے کا کچھ بھی تو اثر نہیں ہوا تم پر ـــــ تم کہتی ہو ـــــ "محمود
شریف ہے ـــــ اس میں انکساری ہے ـــــ وہ سنجیدہ اور باوقار ہے وہ اپنی
زبان سے کہتا ہے کہ میری اور اس کی عزت دو مختلف چیزیں نہیں۔ وہ اپنی جان پہ
کھیل جائے گا لیکن میری عزت پر حرف نہیں آنے دے گا۔"
تمہیں میں نے کتنا سمجھایا تھا نائلہ رحمان ـــــ کہ مرد کی شرافت اس کی انکساری
اس کی سنجیدگی اور اس کا وقار کچھ نہیں ـــــ صرف ملمع ہے ـــــ صرف خول ہے
جو وہ محض ذہنی طور پر اپنے اوپر چڑھا لیتا ہے۔ ٹھوکر کھانے کے بعد یہ احساس ہوا ہے
کہ وہ جو ـــــ بڑے پارسا ـــــ نرم دل ـــــ نیک خو اور شریف بنتے ہیں ـــــ حقیقت
میں ان سے بڑا عیار شاطر کٹھور اور کمینہ صفت کوئی نہیں ہوتا۔ وہ جو اپنے وجود کو
شرافت انکساری۔ وقار اور سنجیدگی کے لبادے میں چھپائے رکھتے ہیں کتنے کم تر انسان ہوتے
ہیں ان کے مقابلے میں وہ انسان وہ مرد ـــــ وہ لڑکے کہیں زیادہ بہتر ہیں ـــــ جو
سڑکوں گلیوں اور راہوں میں آوارہ پھرتے ہیں ان کے چہرے سے خباثت ٹپکتی ہے جو
اپنے قریب سے گزرتی ہوئی لڑکیوں پر انتہائی گندی نگاہ ڈال کر کوئی گھٹیا سا جملہ کہہ جاتے
ہیں۔ وہ پھر بھی بہتر ہیں ـــــ کیونکہ وہ جیسے ہیں ـــــ ویسا ہی اپنے آپ کو ظاہر
کرتے ہیں۔ ان کا ظاہر اور ان کا باطن ایک ہے۔ وہ اپنی کمینگی کو شرافت کے پردے
میں چھپا کر دھوکہ نہیں دیتے۔ ان کے ظاہر کو دیکھ کر ہی ان کے باطن کا اندازہ ہو جاتا
ہے۔ ایسے لڑکیوں سے لڑکیاں کبھی دھوکہ نہیں کھاتیں ـــــ لیکن ـــــ وہ جو بظاہر

بنتے ہیں۔ درحقیقت کتنے گھٹیا انسان ہوتے ہیں ـــــ ان کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ
خطرناک ہوتے ہیں۔ شرافت اور پارسائی کی آڑ لے کر وہ اتنا بھرپور تھپیڑ لگاتے ہیں کہ اعتماد
کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کرکے ایسی راہوں کی طرف لے جاتے
جہاں اونچی نیچی ناہموار زمین ـــــ خاردار جھاڑیاں ـــــ مہیب گھاٹیاں اور خطرناک موڑ
ہیں۔ اپنے مضبوط سہارے کا جھوٹا یقین دلا کر انجانے۔ اجنبی اور خطرناک موڑ پر لا کر چھوڑ
جہاں سے نہ آگے جانے کا راستہ نظر آتا ہے اور نہ پیچھے پلٹ جانے کا کوئی امکان ہوتا ہے
اور کم عقل لڑکیاں اپنی معصومیت کی وجہ سے اتنی بڑی ٹھوکر کھاتی ہیں کہ پھر
سنبھلنا نصیب نہیں ہوتا۔
بینا کا دماغ سوچ سوچ کر ماؤف ہوا جا رہا تھا۔ نائلہ یہ تم نے کیا کیا ـــــ تم گھر میں بتائے
کہاں چلی گئیں ـــــ اگر تم نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو میں اپنے ہاتھوں تمہارا گلا گھونٹ
دوں گی ـــــ نائلہ ـــــ نائلہ ـــــ! خدا تمہیں ہر آنے والی مصیبت سے دور رکھے۔ بینا
ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو پڑی مسجدوں میں مغرب کی اذان ہو رہی تھی بینا اپنے آنسو پونچھ
کر نماز پڑھنے چلی گئی۔ نماز پڑھ کر وہ دیر تک نائلہ کیلئے دعا مانگتی رہی۔
اس روز ـــــ تمام رات وہ نائلہ کے متعلق سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہی دوسرے
دن یونیورسٹی پہنچی تو اس کی نگاہیں چاروں طرف نائلہ کو ہی تلاش کرنے لگیں شعبہ سیاسیات
کی طرف کینٹین کے باہر نائلہ فرزانہ کے ساتھ کھڑی کوک پی رہی تھی اس کے چہرے پر
اداسی کے طویل سائے تھے بینا بوجھل قدموں سے ان دونوں کے قریب پہنچ گئی۔ اس وقت
پیریڈ شروع ہو گیا اور فرزانہ بینا سے علیک سلیک کرکے جلدی جلدی کوک پی کر اپنی
کلاس اٹینڈ کرنے چلی گئی۔ نائلہ نے قریب سے گزرتے ہوئے بیرے کو آواز دے کر بینا

کے لئے کوک لانے کو کہا۔

"نائلہ —— ! مجھے تمہاری چائے کوک کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو تم سے صرف چند باتیں کرنی ہیں —"

بینا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے معلوم ہے بینا تم مجھ سے کیا پوچھو گی —— ! پوچھو —— !" نائلہ نے کوک کی خالی بوتل زمین پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"کل کہاں گئی تھیں تم —— ؟" بینا اپنے لہجے کی سرد مہری کو چھپا نہ سکی۔

"محمود کے گھر گئی تھی ——" نائلہ نے سر جھکا کر کہا

"نائلہ —— !" بینا نے خشمگیں نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا

"بینا —— تم یقین کرو —— میں اتنی مجبور ہوگئی تھی —— کہ ——"

"میری اور تمہاری دوستی کتنی پرانی ہے نائلہ —— ؟ کچھ یاد ہے تمہیں —— میں تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتی —— اور تم مجھ سے ذکر کئے بغیر محمود کے گھر چلی گئیں ——" بینا نے افسردگی سے کہا

"میں تم سے مشورہ لئے بغیر یہ قدم اٹھانا نہیں چاہتی تھی بینا —— لیکن محمود کا خیال تھا کہ —— !"

"محمود کے آخر ارادے کیا ہیں —— ؟" بینا نائلہ کی بات کاٹ کر بولی

"بہت نیک ارادے ہیں —— اب کے اتوار کو شاید اس کی امی اور بہن آئیں گی —— !"

نائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بینا چپ چاپ نائلہ کی طرف دیکھتی رہی۔

"ناراض مت ہو بینا —— تم یقین کرو نائلہ کبھی ایسا قدم نہیں اٹھائے گی جو اس کی پر حرف آئے —— !" نائلہ نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

"اگر خدانخواستہ تو نے کوئی غلط قدم اٹھایا نائلہ —— تو میں تیرا گلا دبا دوں گی۔ بلا سے پھانسی پر چڑھ جاؤں —— !"

بینا نے اس کا ہاتھ کندھے سے ہٹاتے ہوئے کہا

"تم خواہ مخواہ ہی محمود کی طرف سے بدگمان ہو۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ نہ وہ کوئی قدم اٹھائے گا۔ اور نہ میں ——" نائلہ نے بیرے کے ہاتھ سے کوک کی بوتل لے کر بینا طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں چاہیئے تمہاری کوئی بھی چیز —— بینا کی ناراضگی اب تک دور نہیں ہوئی تھی۔

"خواہ مخواہ کی ناراضگی اچھی نہیں ہوتی بینا ——" نائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا

"تم مجھے پوری بات بتاؤ —— !" بینا نے خشمگیں نگاہوں سے نائلہ کی طرف دیکھا

"ذرا صبر کر —— تو یہ بوتل پی کر اپنا دماغ ٹھنڈا کرلے —— پھر سب کچھ بتا دوں گی" نے ہنستے ہوئے کہا

"بات کو مذاق میں مت ٹالو نائلہ ——"

بینا نے سنجیدگی سے کہا

"اچھا بابا سن —— ذرا ادھر آجا کونے میں —— !" نائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا وہ ں کینٹین سے کافی دور ایک طرف جاکر کھڑی ہوگئیں

"کل میں گھر سے تو یونیورسٹی ہی آئی تھی۔ محمود کل اپنی چھوٹی بہن کو لے کر آیا تھا وہی جو ٹ جوزف کالج میں پڑھتی ہے۔ اس کو مصوری سے بڑی دلچسپی لگتی ہے۔ دونوں بہن

بھائی گھر سے پروگرام بناکر آئے تھے کہ یونیورسٹی سے آرٹس کونسل جائیں گے۔ تصویروں کی نمائش دیکھنے ــــ اس کی بہن آفت کی پرکالا ہے محمود کو پٹی پڑھاکر لائی تھی۔ کہ نائلہ کو بھی ساتھ آرٹس کونسل لے چلیں گے۔ پھر وہاں سے گھر لے چلیں گے ۔!

تو یقین کرو بینا ــــ میں نے اتنا انکار کیا کہ میں آرٹس کونسل نہیں جاؤں گی مجھے تصویروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مگر وہ اس بری طرح پیچھے پڑ گئی کہ میں مجبور ہو کر رہ گئی اور جب آرٹس کونسل سے واپسی کا وقت آیا تو میں نے بہت کہا کہ میں رکشے سے گھر چلی جاؤں گی مگر اس فتنی نے اتنی معصومیت سے کہا " آپ ہمارے ساتھ گاڑی میں آجایئے ہم ڈراپ کردیں گے۔ میرے گھر پر ڈراپ کرنے کی بجائے اس نالائق نے اپنے گھر پر ڈراپ کیا اور میری حالت بینا سچ ! تو ساتھ ہوتی تو دیکھتی ہاتھ پیر بالکل ٹھنڈے برف ــــ اور دماغ ماؤف ــــ مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے میں رونے لگی مگر اس ظالم لڑکی کو میرے اوپر ترس نہ آیا۔ مسکرا کر کہنے لگی۔

" آپ ناحق پریشان ہو رہی ہیں ــ بھلا کوئی اپنے گھر جانے پر بھی روتا ہے۔ آج نہیں تو کل یہ گھر آپ ہی کا ہوگا ۔!

محمود نے بھی اسے منع کیا کہ اسے گھر چھوڑ آؤ مگر اس نے ایک نہ سنی اور اس قدر چالاک لڑکی ہے بینا ــــ کہ محمود کے منع کرنے کے باوجود گاڑی خود ڈرائیو کرنے بیٹھی۔

بینا خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی کتھا سننے لگی

" اس کی امی تھیں گھر پر ــــ " بینا نے پوچھا

" ہاں ــ امی ــ بھابی بڑے بھائی سب ہی تھے ــ "

نائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ان لوگوں نے کوئی اعتراض تو نہیں کیا ــــ " بینا نے فکر مند ہو کر پوچھا

" بینا ــــ تجھے کیا بتاؤں ــــ " وہ لوگ کس قدر خوش ہوئے

نائلہ کے چہرے سے مسکراہٹ پھوٹی پڑ رہی تھی۔

" وہ سب ٹھیک ہے نائلہ ــــ لیکن تمہارا جانا مناسب نہیں تھا ــــ " بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

" بینا ــــ ! تم بات کو سمجھتی کیوں نہیں ــــ " اگر تمہارے ساتھ اس قسم کی پوزیشن ہوتی تو تم کیا کرتیں ــ ؟

نائلہ نے پیر سے زمین پر لکیریں کھینچتے ہوئے کہا

" کل اگر میرا دماغ حاضر نہ رہتا تو جانتی ہو بات کس قدر بگڑ گئی ہوتی ــ " بینا نے نائلہ کی طرف دیکھا

" واقعی بینا ــــ میں تمہاری احسانمند ہوں تم نے کتنی خوبصورتی سے بات بنائی۔ امی کو بالکل بھی شبہ نہ ہوا " نائلہ نے ممنون نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا

" مگر یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے نائلہ ــــ " بینا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

" مجھے بھی احساس ہے ــــ آئندہ ایسی کوئی بات نہ ہوگی ــــ انشاءاللہ ــــ !" نائلہ نے کہا اور بینا کا ہاتھ تھام کر شعبہ سیاسیات کی طرف بڑھ گئی۔

دن بڑی تیزی سے گزر رہے تھے۔ وقت کے گزرنے کا نہ احساس ہو رہا تھا۔ اور نہ آہٹ —— سمیعہ آپا کے بعد بڑے ماموں کو فریحہ کی شادی کی فکر تھی۔ اس دوران میں فریحہ کے لئے کئی رشتے آ چکے تھے —— مگر جب چھان پھٹک کی گئی تو بات کچھ نہ بن سکی

آخر کار —— سمیعہ آپا کی سسرال سے ہی کیپٹن خاور کا رشتہ آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بات اتنی آگے بڑھی۔ کہ چٹ منگنی پٹ بیاہ والی مثل صادق آئی ڈھولک پر تھاپ پڑی سہیلیوں اور بہنوں نے بابل گایا۔ اور فریحہ آنسوؤں سسکیوں اور دعاؤں کے ہجوم میں کیپٹن خاور کے ساتھ رخصت ہو گئی۔ بڑے ماموں کا گھر سونا ہو گیا۔ اب انہیں بہو دوں کی کمی کا احساس بڑی شدت سے ہونے لگا۔ عاصم کی شادی کا تو ابھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے معتصم بھائی کی شامت آنے لگی۔ نجمہ کا میڈیکل کا آخری سال تھا معتصم بھائی نے بہت کوشش کی کہ نجمہ آپا امتحانوں سے فرصت پالیں تو یہ سلسلہ شروع کیا جائے

ان کی ایک نہیں سنی گئی۔ اور فریحہ کی شادی کے تقریباً دو ماہ بعد معتصم بھائی کی شادی گئی۔ نجمہ آپا دولہن بن کر آ گئیں اور بڑے ماموں کے گھر کا سونا پن کچھ کم ہوا۔

ان ہی دنوں بینا کی چھوٹی پھوپھی کی منجھلی بیٹی سے فاروق بھائی کی شادی ہونے والی تھی وہ اسی سال ایم اے کا امتحان دے کر فارغ ہوئی تھی بے چاری ٹھیک سے دم بھی لینے نہ پائی تھی۔ کہ چھوٹی پھوپھی نے اسے گھر سے نکالنے کا سلسلہ شروع کر دیا کراچی میں ان کی آمد بھی اسی سلسلے میں ہوئی تھی فاروق بھائی بڑی پھوپھی کی اکلوتی اولاد تھے۔ اس لئے پھوپھی اپنے دل کا ہر ارمان ہر امنگ پوری کرنی چاہتی تھیں۔ بینا کے تو ان دنوں وارے نیارے ہو رہے تھے۔ وہ کبھی ماموں جان کے یہاں رہتی تھی کبھی بڑی پھوپھی کے یہاں —— گھر تو وہ بہت ہی کم ہی رہتی تھی۔ ناولیں اور رسالے پڑھنے کے معمول میں تو فرق نہیں تھا۔ البتہ کورس کی کتابوں کو اس نے بڑے سلیقے سے شیلف میں جما دیا تھا۔ اس کا وہ تر وقت کپڑوں پر گوٹا کناری ٹانکتے اوندھی سیدھی باتیں کرتے اور فاروق بھائی کو تنگ کرتے ہوئے گزرتا تھا۔

اور جب شمع بڑی پھوپھی کے گھر کا اجالا کرنے آ گئی تو بینا کا تمام وقت اسے تنگ کرتے گزرتا تھا۔ اپنی عادت کے مطابق وہ اسے بھی دنیا زمانے کے اشعار۔ مقفے سناتی اور شمع اس کی دلچسپ باتوں پر دھیرے دھیرے مسکراتی رہتی۔

شادی کے جھمیلوں سے بینا کو فرصت ملی تو اس نے بڑی سنجیدگی سے اپنی کتابوں کی طرف توجہ دی —— ریڈنگ روم کی قسمت پھر جاگ گئی۔ ان ہی دنوں محمود اور نائلہ کی منگنی ہو گئی۔

شروع شروع میں تو نائلہ کے گھر والوں نے بڑی لیت ولعل کی دراصل انہیں سب

ے زیادہ فکر اپنے خاندان والوں کی تھی۔ ان کے یہاں ابتک خاندان میں ہی شادیاں ہوا
آئی تھیں وہ لوگ عجیب مخمصے میں پڑ گئے تھے۔ ایک طرف یہ خیال تھا۔ کہ اگر خاندان سے
باہر شادی کی تو لوگ باتیں بنائیں گے۔

دوسری طرف نائلہ کی حالت دیکھ کر وہ لوگ پریشان تھے۔ وہ دن بدن مرجھا
جا رہی تھی۔ اور محمود کے گھر والوں کا تقاضہ شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ ویسے محمود ہر لحا
ے نائلہ کے لئے مناسب تھا۔ اچھے خاندان سے تھا سب گھر والے بیحد ملنسار اور خوش اخلاق
روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی۔

نائلہ کے گھر والے کافی عرصہ تک سوچتے رہے۔ اور اپنے ذہن کو الجھاتے رہے آخر کا
نائلہ کی گرتی ہوئی صحت اور محمود کے گھر والوں کا بے انتہا اصرار دیکھ کر انہوں نے فیصلہ کیا۔ ک
خاندان والے چاہے کچھ بھی کہتے رہیں وہ ایک فضول سے رواج کی خاطر اپنی بیٹی کی زندگی کو
قربان نہیں کریں گے۔

خود بینا تیسرے چوتھے روز نائلہ کے گھر پہنچ جاتی اور اپنی باتوں سے نائلہ کی امی کو ہموا
کرتی رہتی تھی نائلہ کی بھابی سے اس کا کافی دوستانہ تھا۔ ان کو پٹی پڑھا کر بینا نے راضی کیا
انہوں نے اور نائلہ کے بھائی نے بڑی مشکل سے نائلہ کی امی اور ابا کو سمجھا کر راضی کیا۔ اور یوں
نائلہ کی مشکل آسان ہوگئی۔ منگنی کے روز جب محمود کی امی نائلہ کو انگوٹھی پہنا کر ہٹیں۔ ت
نائلہ بینا سے لپٹ کر رو پڑی۔

"بینا ۔۔۔۔ تو کتنی اچھی دوست ہے۔ اگر تو نہ ہوتی ۔۔۔۔ تو شاید آج میں یہ
نہ دیکھ سکتی ۔۔۔۔"

نائلہ نے آہستہ سے کہا۔

"تو اپنے ہوش میں ہے ۔۔۔۔؟ تجھے کس نے کہا کہ میں تیری دوست ہوں۔ یقیناً یہ
یرے کسی دشمن نے اڑائی ہوگی ۔۔۔۔!"

بینا نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے اتنی بے ساختگی سے کہا کہ نائلہ روتے روتے مسکرا دی
اب محمود کی طرف سے بینا کو اطمینان ہوگیا تھا ۔۔۔۔ لیکن ان ہی دنوں احسان پائلٹ کی طرف
ے بینا کو سخت فکر لاحق ہوگئی تھی۔ وہ جب بھی بینا سے ملتا تھا۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور کہہ جاتا
تھا جس سے اس کے درد دل کی ترجمانی ہوتی تھی اور بینا جواب میں ایسا چٹ پٹا جملہ کہتی
کہ احسان پائلٹ شرمندہ ہو کر رہ جاتا۔ مگر وہ بھی ایک ہی ڈھیٹ لڑکا تھا بینا تو اب اسے
احسان پائلٹ کی بجائے چکنا گھڑا کہنے لگی تھی۔

احسان پائلٹ سر توڑ کوشش کر رہا تھا کہ بینا اس کے معاملے میں سنجیدہ ہو جائے اب
تو نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ اس نے اپنے دوستوں کے ذریعہ پیغام بھجوانا شروع کر دیا بینا اس
کی ہر حرکت کو برداشت کر رہی تھی۔ پھر احسان پائلٹ نے بینا کی سہیلیوں سے کہا انہوں نے
کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہ بابا ۔۔۔۔ ہم اس خطرناک مہم میں بالکل حصہ نہیں لیں گے۔ ورنہ عنبرین ہماری اور
ماجان ایک کر دے گی۔"

فوزیہ اور نائلہ وغیرہ نے بینا سے ایک دو بار سفارش کی اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ یوں
ں غریب کا دل توڑتی ہے ۔۔۔۔ وہ محض فلرٹ نہیں کر رہا۔ سچ مچ انتہائی سیریس ہے
اگر تم نے بے رخی برتی تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ لیکن بینا ٹس سے مس نہ ہوتی
وہ ان سب کی باتوں کو ایک کان سے سنتی اور دوسرے کان سے اڑا دیتی۔

اس روز بھی بینا کلاس اٹینڈ کر کے آئی تھی تو فوزیہ اور نسرین کے پاس احسان پائلٹ

کھڑا شاید اپنا ماجرائے دل سنا رہا تھا بینا قریب سے گزری تو احسان پائلٹ نے فوزیہ کو مخاطب ہو کر کہا۔

"اچھا فوزیہ صاحبہ ——— بامیں تو چلتا ہوں آپ ہی لوگ سمجھانے کی کوشش کریں"

اس کی نظریں بینا پر تھیں بینا اس کی بات سمجھ گئی ——— وہ ایک دم پلٹ کر ان کے قریب آ گئی۔

"کیوں مسٹر احسان ——— کس ناسمجھ کو سمجھانے کی ہدایت کر رہے ہیں آپ فوزیہ کو ———!"

بینا نے بڑے رعب سے احسان کی طرف دیکھا۔

"جی ——— وہ ———!" احسان ایک دم لوکھلا گیا ——— اس سے کوئی بات ہی نہ بن سکی۔

"عنبرین بیگم ———!" وہی پرانا مسئلہ ہے جو بیشمار دفعہ آپ کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے ———!"

فرزانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آخر یہ مسئلہ کب تک دہرایا جائے گا ———" بینا نے ان تینوں کی طرف باری باری دیکھا

"جب تک آپ اس مسئلے کا کوئی صحیح اور قابل قبول حل نہیں پیش کریں گی ———!"

احسان نے ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے آج اس مسئلے کو میں اچھی طرح نمٹائے دیتی ہوں ———!" بینا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"جی ———!" احسان اس کی بات کو نہ سمجھ سکا۔

"جی ———!" بینا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا ———" احسان نے اپنے گاگلز رومال سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی سمجھائے دیتی ہوں میں ———!" بینا مسکرائی

احسان اس کی طرف دیکھنے لگا۔ فوزیہ اور فرزانہ بڑی پریشانی سے بینا کی طرف دیکھ رہی تھیں آخر اس نے ارادے کیا ہیں ——— یہ کہیں احسان کو مار نہ بیٹھے ——— اس کا انداز تو کچھ ایسا ہی تھا ——— اور پھر ——— اس مُوئی پاگل دیوانی لڑکی سے کچھ بھی بعید نہ تھا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر بینا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"چھوڑو عنبرین ——— کوئی اور بات کرو ———!"

"یہ میرا اور مسٹر احسان کا ذاتی معاملہ ہے تم دونوں کو بیچ میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ———!" بینا کے ہونٹوں پر شریری مسکراہٹ تھی۔

"آخر تمہارا کیا ارادہ ہے ———؟" فرزانہ نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا

"ارادہ یہ ہے کہ آج میں مسٹر احسان سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اس موضوع پر ——— جو بقول ...... احسان صاحب کے اُن کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا ہے ——— اور جس کا ڈھنڈورا یہ سارے زمانے میں پیٹ چکے ہیں کبھی تو ان کے بے انتہا لائق و فائق دوست اس موضوع پر مجھ سے گفتگو کر کے میرا دماغ کھوکھلا کرتے ہیں اور کبھی تم جیسی نالائق سہیلیاں میرا مغز کھاتی ہیں ———"

بینا نے اس انداز میں کہا جیسے وہ کل پاکستان بین الجامعاتی "مباحثے" کے موقعہ پہ

اسٹیج پر تقریر کر رہی ہو ——— وہ تینوں اس کی بات سن کر مسکراتے رہے۔

"آپ نے تو اچھی خاصی تقریر کر ڈالی ——" احسان مسکرایا

"اصل تقریر تو میں اب شروع کروں گی یہ تو محض تمہید تھی ———" بیناؔ نے ہنستے ہوئے کہا

احسان اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں تو مسٹر احسان ——— آپ کو یقین ہے کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے ——" بینا نے بلا کسی جھجک کے کہا۔

"جی ———" احسانؔ نے سر جھکا کر کہا

"بالکل سچی محبت ———" بیناؔ نے اس کی طرف دیکھا۔

"سو فیصدی سچی ———" احسان نے کہا

"یہ فیصلہ کرتے وقت آپ کا دل اور دماغ دونوں متفق تھے ———" بیناؔ نے کسی وکیل کی طرح جرح کی۔

"بالکل ———" احسان نے کہا

"اچھا ——— بڑی مسرت ہوئی مجھے یہ سن کر ———" بیناؔ نے سنجیدگی سے کہا

احسان خاموش رہا

"اچھا اب یہ ارشاد فرمائیے ——— کہ یہ جو سلسلہ آپ نے شروع کیا ہے اس کا انجام کسی شکل میں دیکھنا پسند کریں گے ———؟"

بیناؔ نے احسان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا

"معاف کیجئے گا میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ———" احسانؔ نے کہا

"دیکھئے صاحب — میں تو ہوں انتہائی بے تکلف قسم کی لڑکی ——— اب جبکہ موضوع پر آپ سے براہِ راست گفتگو کر رہی ہوں۔ تو بغیر کسی جھجک کے ہر بات جاؤں گی ———" بیناؔ نے کہا

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے ———" احسان نے سراہتے ہوئے کہا

"دیکھئے احسان صاحب ———" تقریباً سبھی محبت کرنے والوں کا نظریہ یہ رہتا ہے۔ کہ شادی محبّت کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتی ہے یا شادی محبّت کی معراج ہے"

بیناؔ نے احسان کی طرف دیکھا

"جی ہاں ——— میرا بھی یہی نظریہ ہے ———" احسان نے کہا

"اچھا مسٹر احسان! یہ بتایئے آپ محبّت میں میرے لئے کیا کچھ کر سکتے ہیں ———؟"

ا کی آنکھوں میں شرارت کی چمک تھی۔

"دیکھئے مس عنبرینؔ ——— میری محبّت بالکل سچی ہے ——— آپ مجھ سے کہہ تو دیکھئے میں مبالغہ سے کام نہیں لے رہا بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ اگر وقت ے تو میں آپ کی خاطر اپنی جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کروں گا ———!

سان نے سنجیدہ ہو کر کہا

"ماشاءاللہ ——— بڑا اچھا جذبہ ہے ———" بیناؔ نے بھی سنجیدگی سے کہا

احسان چپ رہا۔

"مجھے آپ سے ایک کام لینا ہے بس یوں سمجھئے کہ اسی ذریعہ سے میں آپ کی محبّت کو آزمانا چاہتی ہوں ——— کیجئے کریں گے ———؟"

بینا نے پوچھا۔

"ضرور بتایئے وہ کام ——— میں اسے پورا کرنے کی انتہائی کوشش کروں گا۔"
احسان نے بڑے عزم سے کہا

"آپ وعدہ کرتے ہیں کہ آپ وہ کام ضرور سرانجام دیں گے ———" بیناؔ اس
وقت بے انتہا سنجیدہ تھی۔

"وعدہ ——— پکا وعدہ ———" احسان نے کہا

"دیکھئے ایک بار پھر سن لیجئے ——— زبان سے کہی ہوئی بات کا پاس کیجئے گا۔"
بیناؔ نے کہا۔

"یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ کہ میں اپنے قول وفعل کا کس قدر سچا ہوں ———"
احسان نے کہا

"ٹھیک ہے احسان صاحب میں مطمئن ہوں ——— اگر واقعی آپ نے یہ میرا
کام کردیا تو میں بھی وعدہ کرتی ہوں کہ آپکے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کروں گی۔"
بیناؔ نے جواب دیا۔

"شکریہ ——— کام تو بتایئے ———" احسان خوشی کے مارے پھولا نہیں سما رہا تھا

"آپ میرے لئے ——— آسمان کا سب سے زیادہ چمکدار ستارہ لے آیئے ———" بیناؔ
نے احسان کی طرف دیکھا

"جی ———" احسان کی حالت عجیب تھی اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ وہ
بیناؔ کی اس بات کو مذاق سمجھے یا حقیقت ——— فرزانہ اور فوزیہ بھی بڑی پریشانی
سے بیناؔ کی طرف دیکھ رہی تھیں مگر بیناؔ کے چہرے پر اتنی گہری سنجیدگی چھائی ہوئی
تھی۔ کہ ان کے دماغ نے اس بات کو مذاق سمجھنے سے انکار کر دیا۔

"مس عنبرین ——— آپ کی بات کو میں محض مذاق سمجھوں ———"
احسان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں مسٹر احسان ——— آپ اس بات کو مذاق نہ سمجھیں ———" بیناؔ کی
سنجیدگی برقرار تھی۔

"مذاق نہ سمجھوں ——— مگر آپ ——— یہ تو سوچئے کہ آپ نے کتنی ناممکن سی بات
کہا ہے ———" احسان نے کہا۔

"احسان صاحب ——— کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی اور پھر آپ تو مجھ سے
محبت کا دعویٰ کرتے ہیں آپ کو معلوم ہے فرہاد نے شیریں کی محبت میں دودھ
کی نہر جاری کردی مہینوال نے سوہنی کی محبت میں ——— !

"اوہ ——— عنبرین صاحبہ آپ تو ———" احسان نے اس کی بات کاٹ دی
بیناؔ نے اس کا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔

"احسان صاحب ——— بس میں آگے کچھ نہیں سننا چاہتی آپ اگر میرے لئے
آسمان کا سب سے زیادہ چمکدار ستارہ لے آئے تو میں بصد شوق آپ سے شادی
کر لوں گی ——— ورنہ بصورت دیگر آپ کو اس مسئلے کو یہیں ختم کرنا پڑے گا۔ بیناؔ نے
بڑے رعب سے کہا۔ اور فوزیہ۔ فرزانہ کو چلنے کا اشارہ کیا مگر وہ دونوں جانے کس
سوچ میں تھیں۔ بیناؔ نے ان سے مزید کچھ کہے بغیر جانے کے لئے قدم اٹھائے

"مس عنبرین ———" احسان نے کہا

"مجھے جو کہنا تھا میں کہہ چکی ——— اب آگے آپ کا کام شروع ہوتا ہے" بیناؔ
جاتے ہوئے کہا۔

"سن لیا آپ نے مسئلے کا حل ——" فوزیہ نے احسان سے کہا اور فرزانہ کا ہاتھ پکڑ کر بینا کے پیچھے چل دی احسان نے ان دونوں کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر وہ دونوں کچھ جواب دیئے بغیر بینا کے قریب پہنچ گئیں

"بینا —— تو بھی بس اپنی طرز کی ایک ہی لڑکی پیدا ہوئی ہے ——" فوزیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فوزی اس وقت چپ رہو۔ ذرا جلدی سے اس خالی کلاس روم میں آجاؤ۔" بینا نے کہا۔

"خیریت ——" فرزانہ اور فوزیہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا

"بس —— تم لوگ جلدی سے آجاؤ —— بینا نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں حیران پریشان اس کے ساتھ کمرے میں چلی گئیں

بینا نے اپنی فائل اور بیگ ایک کرسی پر ڈالا۔ اور خود کرسی پر بیٹھ کر ہنسنا شروع کیا ہے۔ تو فوزیہ اور فرزانہ پریشان ہو گئیں

"بینا خدا کے لئے ہمیں بھی کچھ بتاؤ —— آخر تمہیں ہوا کیا ہے —— کیوں اس طرح ہنس رہی ہو ——" فوزیہ اور فرزانہ انتہائی پریشانی سے پوچھ رہی تھیں لیکن بینا ان کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر پیٹ پکڑے ہنسے جا رہی تھی

"خدا کے لئے بینا —— ہنسنا بند کرو —— یہ کیا دیوانگی ہے ——" فوزیہ نے کہا۔

"فوزی —— ذرا مجھے اچھی طرح ہنس لینے دو —— تمہیں کیا خبر —— میں نے کس مشکل سے اپنی ہنسی برداشت کی ہوئی تھی ——" بینا نے ہنستے ہوئے کہا ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا۔ فوزیہ اور فرزانہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اور بینا کو جھنجھوڑ رہی تھیں بشکل تمام بینا کی ہنسی آہستہ آہستہ ختم ہوئی تو اس نے آنکھوں سے پانی صاف کرتے ہوئے کہا

"فوزی —— ایمان سے بتاؤ —— میں نے چلنے جھگڑے کے مسئلے کا بہترین حل پیش کیا ہے یا نہیں ——"

"توبہ ہے! بینا!" فوزیہ نے ہنستے ہوئے کہا

"تو اس لئے اتنی ہنسی آرہی تھی ——" فرزانہ بھی ہنسنے لگی۔

"اور کیا —— مجھے تو حیرت ہو رہی ہے۔ تم لوگوں کو میری بات سن کر ہنسی نہیں آئی ——" بینا نے کہا۔

"سچ بینا —— ہم تو تمہاری بات سن کر اتنے حواس باختہ ہو گئے کہ تمہارے بات میں مذاق کے پہلو کو سمجھ ہی نہ سکے۔" فرزانہ نے ہنستے ہوئے کہا

"اور کیا —— یہ دیوانی کہہ بھی تو رہی تھی اتنی سنجیدگی سے ——" فوزیہ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں کیا بتاؤں فوزی —— کتنی مشکل سے میں نے اپنے اوپر سنجیدگی طاری کی تھی اپنی اس احمقانہ سی بات پر اس وقت میرا دل بے تحاشہ ہنسنے کو چاہ رہا تھا۔ مگر میں نے سوچا اگر ذرا بھی مسکرائی تو سارا کھیل بگڑ جائے گا ——!"

بینا نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا

"تمہارا کیا خیال ہے ——! کیا احسان اب راہ راست پر آجائے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"اونہہ —— میری بلا سے —— میں نے تو تھوڑی دیر کے لئے اس کے حواس گم کرکے اپنے دل کو خوش کرلیا۔

بینا نے کلاس روم سے نکلتے ہوئے کہا

فوزیہ اور فرزانہ کو ہنسی آگئی

"دیکھونا فرزانہ —— ڈیڑھ سال سے اس نالائق انسان نے مجھے تنگ کر رکھا ہے۔ اور گزشتہ دو مہینوں سے تو اس نے اس بری طرح میرا پیچھا کر رکھا ہے کہ بعض اوقات تو اسے مار بیٹھنے کو دل چاہتا تھا ——!"

بینا نے ہنستے ہوئے کہا

"میں تو آج ہی ڈر رہی تھی کہ کہیں تم احسان کو مار نہ بیٹھو ——!" فوزیہ نے کہا

"ہاں بھئی۔ اس کا انداز تو کچھ ایسا ہی تھا۔! فرزانہ مسکرائی

"اب میں اتنی بھی پاگل نہیں ہوں ——!" بینا نے کہا

"ویسے —— یہ اعتراف ہے تمہیں کہ تھوڑی سی پاگل ضرور ہو ——!" فوزیہ مسکرائی

"بھئی مجھے سارا زمانہ پاگل کہتا ہے تو سوچتی ہوں کہ اس مرض کے کچھ نہ کچھ جراثیم مجھ میں ضرور ہوں گے ——!" بینا نے سنجیدگی سے کہا اور وہ تینوں باتیں کرتی ہوئی بس اسٹاپ کی طرف چلی گئیں۔

٭

اس روز منگل تھا گذشتہ رات بینا تقریباً ساڑھے تین بجے تک پڑھتی رہی تھی صبح دیر تک سوتی رہی فرزانہ بیگم کے دو تین دفعہ جگانے پر نو بجے کے بعد اس نے بستر چھوڑا اپنے ں کو ہاتھوں سے برابر کرتی ہوئی وہ کھڑکی میں آکر کھڑی ہوگئی آسمان پر سورج کا کہیں نشان تک نہ تھا۔ ہر طرف سرمئی سرمئی بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور ہلکا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بے حد نرم اور خنک ہوائیں چل رہی تھیں درخت اور پودے ایک سرشاری عالم میں جھوم رہے تھے۔ سورج نہ نکلنے کی وجہ سے پھولوں کی پنکھڑیوں اور پتوں پر شبنم طرے اب تک چمک رہے تھے۔ بینا نے نیند بھری آنکھوں سے آسمان پر اڑتے ہوئے بادلوں طرف دیکھا۔ کتنا رومینٹک موسم ہے ——؟ اس نے سوچا اور دھیرے سے مسکرا ا —— شاید یہ آج بادل برس جائیں ——! کتنے مہینوں سے بارش نہیں ہوئی ہ، اس نے چنبیلی کے دو تین پھول توڑ کر ان کی خوشبو سونگھتے ہوئے دھیرے سے کہا

اور پھولوں کو اپنے بستر پر ڈال کر منہ دھونے چلی گئی منہ دھو کر باہر صحن میں نکلی تو مٹھو
نے بینا - بینا کی رٹ لگانی شروع کی۔ باورچی خانے میں امّی بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں،
چولہے پر رکھی ہوئی پتیلی سے گرم گرم بھاپ نکل کر دُودکش کے راستے سے نکلتی باہر
کی فضا میں تحلیل ہو رہی تھی۔ بینا طوطے کے پنجرے کے قریب زمین پر بیٹھ کر آہستہ
آہستہ گنگنانے لگی ؎

وہ جو ڈوبا ہے افق کے اُس پار
میری تقدیر کا تارا ہو گا ——!

مٹھو اپنی گول گول آنکھیں جھپکا کر بینا کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"کتنا پیارا موسم ہے نا مٹھو ——!" بینا نے بڑے پیار سے کہا مٹھو خاموش رہا
"آج میں یونیورسٹی نہیں جاؤں گی۔ دن بھر تم سے باتیں کروں گی ——!" بینا
نے زمین پر پڑی ہوئی ہری مرچ اٹھا کر پنجرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔
مٹھو نے پنجے میں مرچ دباتے ہوئے ٹیں ٹیں کی رٹ لگانی شروع کی۔
"صرف ٹیں ٹیں سے کام نہیں چلے گا۔ آج تو میں تمہیں بہت سے شعر یاد کرواؤں گی
خلیل جبران اور کنفیوشس کے اقوال یاد کرواؤں گی۔"
بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
مٹھو کوئی جواب دیئے بغیر مرچ کترتا رہا۔
"ایک بڑا اچھا سا شعر سنو مٹھو ——!"

؎ وہ ایک درد بنا زندگی کا سرمایہ
جسے پرو نہ سکے آنسوؤں کے تار میں ہم

بینا نے اپنے اڑتے ہوئے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے کہا
مٹھو نے جواب میں فقط ٹیں ٹیں کی صدا لگائی۔
"تمہیں معلوم ہے اردن ایڈیسن نے آوارہ مزاج لوگوں کے بارے میں بڑی اچھی سی
بات کہی ہے ——" بینا نے اس طرح سے کہا جیسے وہ کسی انسان سے باتیں کر رہی
ہو۔ مٹھو چپ رہا۔
"اردن نے کہا ہے کہ گلیوں میں پھرنے والے آوارہ مزاج اور لچر قسم کے لوگ سنجیدہ
لوگوں کے لئے سبق آموز شخصیتیں ہوتی ہیں ——" کیا سمجھے —— ؟ گونگے ——!"
بینا نے مٹھو کی خاموشی سے چڑ کر کہا
فرزانہ بیگم باورچی خانے میں بیٹھی بینا کی احمقانہ حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔
"کس قدر دیوانی ہے یہ لڑکی ——" انہوں نے چاقو ہاتھ سے رکھتے ہوئے
دل ہی دل میں کہا
"کچھ پاگل ہوتی ہے تو ——" فرزانہ بیگم نے کہا
"جی امّی —— مجھ سے کچھ کہا ——؟" بینا نے چونکتے ہوئے کہا
"تیرے ہوش و حواس کدھر رہتے ہیں ——" فرزانہ بیگم نے اسکی طرف دیکھا
"میرے ساتھ ساتھ ہی رہتے ہیں ——" بینا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا
"آج کیا ارادے ہیں آخر ——" فرزانہ بیگم نے پوچھا
"نہیں —— آج موڈ نہیں ہے ——" بینا نے بیزاری سے کہا
"دس بج رہے ہیں —— ناشتہ کب کرے گی ——" فرزانہ بیگم نے اٹھ کر
چائے کا پانی رکھتے ہوئے کہا۔

"جب آپ دے دیں ——" بینا مسکرائی

"دے دیں کیا مطلب —— ؟ میز پر پڑا جھک مار رہا ہے تمہارا ناشتہ چائے
ابھی بنی جاتی ہے ——" فرزانہ بیگم نے کہا

"اچھی بات ہے —— میں بھی وہیں جاکر جھک مارتی ہوں ——" بینا نے
اطمینان سے کہا اور باورچی خانے سے باہر نکل گئی۔

"پاگل —— دیوانی ——" فرزانہ بیگم زیر لب مسکرا کر بڑبڑائیں

"گھر میں —— دوپہر تک بالکل سناٹا رہا سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر لگے
ہوئے تھے باورچی خانے سے وقتاً فوقتاً برتنوں کی آواز آتی رہی —— زینب اپنا کام
کرکے چلی گئی تو پھر خاموشی چھا گئی۔

بینا اپنے بستر پر تکیوں کے سہارے آرام سے بیٹھی —— Hy James
کا Portrait of a Lady) پڑھتی رہی سیما عرفان اور زیبی ایک کے بعد
ایک گھر واپس آ گئے زیبی کھانا کھا کر سو گئی سیما اور عرفان باہر برآمدے میں کرکٹ
کھیلتے لڑتے اور شور مچاتے رہے کئی بار فرزانہ بیگم نے کمرے سے نکل کر ان دونوں کو ڈانٹا
بھی —— لیکن بینا ہر طرف سے بے نیاز ناول پڑھتی رہی اسے نہ کھانے کا ہوش تھا نہ
پینے کا —— اور پھر —— جب عرفان کی ایک زوردار ہٹ پر برآمدے کا بلب ایک
جھنکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹا تو بینا چونک پڑی۔

زیبی بھی سوتے سے جاگ گئی۔ سیما اور عرفان کے شور کی آواز بالکل بند ہوگئی

"کیوں تم لوگوں کی شامت آئی ہے —— دو گھڑی کے لئے پلک جھپکانا حرام
ہوگیا —— ہر وقت دھما چوکڑی ——"

فرزانہ بیگم برآمدے میں نکل کر ان دونوں کو ڈانٹ رہی تھیں۔ زیبی اور بینا بھی باہر
نکل آئیں۔

"یہ کرکٹ کھیلنے کی جگہ ہے نالائق ——" بینا نے آگے بڑھ کر عرفان کا کان کھینچا

"ایمان سے آپی —— میری غلطی نہیں ——" عرفان نے اپنا کان سہلاتے ہوئے کہا

"نہیں —— میری غلطی ہے بیوقوف ——" بینا نے گھورتے ہوئے کہا

"سیما کی بچی نے اتنی زور سے گیند پھینکی کہ ——!"

"نہیں آپی —— جھوٹ بول رہے ہیں یہ ——" سیما نے صفائی پیش کی

"تم دونوں سے میں نے کتنی دفعہ کہا ہے کہ چھت پر کھیلا کرو ——" بینا نے
سیما کی طرف دیکھا

"سیما —— تمہیں میں نے منع کیا ہے نا کہ اب تم چھوٹی سی بچی نہیں ہو۔ یہ لڑکوں
کے کھیل کھیلنا چھوڑ دو ——" زیبی نے بڑے رعب سے کہا اسے اپنی نیند خراب ہو
جانے پر بڑا غصہ آ رہا تھا

"آپی بھی تو کھیلتی ہیں ——" سیما نے کہا

"تمہاری آپی کو معلوم نہیں کون کون سی پاگل پن کی باتیں کرتی ہے —— تم بھی ہر بات
میں اسی کی تقلید کیا کرو ——!"

فرزانہ بیگم نے سیما کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں امی —— میں کب کھیلتی ہوں —— یہ سیما اول درجے کی جھوٹی ہے"
بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں امی —— سیما سچ کہہ رہی ہے پچھلے اتوار کو جب آپ اور ابو پھوپھی جان

کے یہاں گئے ہوئے تھے۔ تو آپی بھی برآمدے میں میرے ساتھ کرکٹ کھیل رہی تھیں۔ عرفان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مگر امی ـــــ میں تو صرف دس منٹ کھیلی تھی اور میں نے بلب بھی نہیں توڑا تھا ـــ“

بینا نے سنجیدگی سے کہا۔

”زیبی اور فرزانہ بیگم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔

”اور امی! آپی ایک روز آنگن میں گلی ڈنڈا بھی کھیل رہی تھیں ـــــ“

سیما نے کہا۔

”خواہ مخواہ ـــــ میں کھیل کب رہی تھی ـــــ؟ میں تو تمہیں بتا رہی تھی کہ اس طرح مارنے سے گلی بہت دور جاتی ہے۔!“

بینا نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا

”تم لوگ تو میرا دماغ کھولا کر دوگے ایک دن ـــــ!“

فرزانہ بیگم نے اپنا سر گھماتے ہوئے کہا

”عرفان چلو یہ بلا اٹھا کر رکھو ـــــ اور کانچ کے ٹکڑے احتیاط سے اٹھا کر کوڑے کے بِن میں ڈالو ـــ“ زیبی نے غصے سے کہا

”اور تم ـــــ! سیما کی بچی! جھاڑو لاکے پورا برآمدہ جھاڑو ـــــ!“ بینا نے اندر جاتے ہوئے کہا۔

نالائقوں نے سارا موڈ غارت کر کے رکھ دیا ـــــ! بینا نے کتاب میں نشان لگا کر اسے بند کرتے ہوئے کہا کتاب میز پر رکھنے لگی۔ تو اسے بھوک کا احساس ہوا اسے یاد آیا کہ اب تک دوپہر کا کھانا ہی نہیں کھایا ہے۔ شانے سے پھسلتے ہوئے دوپٹے کو سنبھالتی

باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔ کھانا کھا کر کمرے میں آئی تو زیبی پھر چادر تانے
تھی۔

”تم تو اپنی آدھی سے زیادہ عمر سو کر ہی گزارو گی زیبی ـــــ!“

بینا نے زیرلب کہا اور دریچے میں آ کر کھڑی ہو گئی صبح سے اب تک بادل گھرے
تھے اس وقت تو ہوا بھی نہیں چل رہی تھی کچھ حبس سا ہو رہا تھا
جب بادل گھر کر آ گئے ہیں تو یہ برس کیوں نہیں جاتے؟ کیا یہ بادل بن برسے
گزر جائیں گے۔ اگر یہ بادل گرج اور چمک کے ساتھ برس جائیں تو کیسا ہو۔ اس نے
بچے میں گھس کر سوچا ـــــ

کچھ دیر یوں ہی کھڑی باہر دیکھتی رہی پھر میز کے قریب آ گئی کتاب اٹھا کر پھر
پر لیٹ گئی۔ اور پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر وہ شام تک کتاب کو کیڑے کی طرح چاٹتی رہی آصف صاحب آفس سے باہر
ئے تو انہوں نے گرم گرم پکوڑوں کی فرمائش کی۔ زیبی نے امی کے ساتھ مل کر ڈھیروں
پکوڑے تل ڈالے۔ چائے اور پکوڑے تیار ہو گئے۔ تو آصف صاحب نے بینا کو آواز دے
بلایا۔ وہ لوگ چائے پی کر اٹھے ہی تھے کہ عاصم آ گئے بینا انہیں سلام کر کے اپنے
میں جانے لگی تو فرزانہ بیگم نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

”اس وقت مائی زینب نہیں آئے گی تم گھر کی صفائی کر دو ـــــ!“

”موڈ نہیں ہے امی ـــــ!“ بینا نے سستی سے کہا۔

”تمہارا تو کسی وقت بھی کام کرنے کا موڈ نہیں ہوتا ـــــ!“

فرزانہ بیگم نے عاصم کے لیے چائے بناتے ہوئے کہا۔

"امی پلیز ——!" ہم ناول پڑھ رہے ہیں ——" بینا نے خوشامدانہ لہجے میں کہا
"ناول پڑھنے کے علاوہ بھی کوئی کام ہے تمہارے پاس ——"
فرزانہ بیگم کو غصہ آگیا۔
"ہاں اور بھی بہت سے کام ہیں —— یونیورسٹی جانا —— کورس کی کتابیں پڑھنا سونا —— بڑے ماموں اور پھوپھی کے گھر جانا —— اور ——"
"تو میرا دماغ نہ چاٹا کر —— معلوم نہیں کب تجھے عقل آئے گی ——" فرزانہ بیگم نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔
"امی —— آپ کو شاید احساس نہیں ہے۔ اس گھر میں سب سے زیادہ عقلمند میں ہوں۔ کیوں ابو —— ٹھیک ہے نا ——"
بینا نے اپنے ابو کی تائید حاصل کرنا چاہی
"ہاں بالکل —— اس میں کیا شک ہے ——" میری بیٹی بہت عقلمند ہے۔"
آصف صاحب مسکرائے۔
"ہر بات میں اس کی حمایت نہ لیا کیجئے —— دن بدن سر پر چڑھتی جارہی ہے"
فرزانہ بیگم نے ناگواری سے کہا۔
بینا پھر اپنے کمرے میں چلی گئی اور ادھورا ناول پڑھنے لگی اپنے اردگرد کی باتوں سے بالکل بے نیاز وہ ناول پڑھنے میں منہمک رہی —— موسم ایک دم ہی بدل گیا تھا —— کہاں تو حبس تھا اور کہاں عجیب بے تکی تیز ہوائیں چلنے لگیں آسمان پر بادل بدستور چھائے ہوئے تھے جو لمحہ بہ لمحہ گہرے ہی ہوتے جارہے تھے۔
بینا سے فرزانہ بیگم دو تین دفعہ جھاڑو دینے کو کہہ چکی تھیں مگر بینا نے ہر دفعہ

اچھا کہہ کر ٹال دیا۔ فرزانہ بیگم کو اس کی ڈھٹائی پر غصہ آیا تو خود ہی گھر کی صفائی کرنے کھڑی ہوگئیں تب —— بینا کو ہوش آیا —— وہ جلدی سے کتاب بستر پر ڈال کر آگئی اور بڑی مشکل سے انہیں منایا۔
ہوا اتنی تیز اور بے تکی تھی کہ بینا کو جھاڑو دینا مشکل ہوگیا اگر ایک دروازے سے کوڑا باہر نکالتی تو وہ دوسری طرف اڑ جاتا —— دوسری طرف سے کوڑا باہر نکالنے کی کوشش کرتی تو وہ کسی اور سمت میں پھیل جاتا۔ وہ کافی دیر تک بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرتی رہی۔ لیکن آخر کہاں تک برداشت کرتی۔ اتنی دیر ہوگئی تھی اور وہ صرف آدھے گھر کی ہی جھاڑو دے سکی تھی۔ دل تھا کہ ناول میں اٹکا ہوا تھا آخر کار بینا کو غصہ جو آیا تو اس نے جھاڑو اٹھا کر دور پھینک دی۔ اور بڑبڑاتے ہوئے بولی
"بھئی امی —— مجھ سے نہیں ہوگی صفائی ——!"
جھاڑو سامنے سے آتے ہوئے عاصم کے پیروں پر جا کر گری۔
عاصم تو کچھ سمجھ ہی نہ سکے —— اور بینا اپنی اس نادانستہ حرکت پر خود ہی ہنس پڑی۔ وہ زمین پر بیٹھی گھٹنوں میں منہ چھپائے بے تحاشہ ہنس رہی تھی —— فرزانہ بیگم کو ایک دم غصہ آگیا۔
"آخر کب تجھے عقل آئے گی بینا ——؟" اُس کے جھاڑو ہی کھینچ ماری —— انہوں نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔
"امی جان بوجھ کر تھوڑی ماری ہے ——" وہ ہنستے ہوئے بولی
"تو ہوش میں رہ کر کام کیوں نہیں کرتی —— سامنے سے آتا ہوا اتنا لمبا چوڑا آدمی تجھے نظر نہیں آیا ——؟"

فرزانہ بیگم نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا

"یہ لمبا چوڑا آدمی تو ایک دم ہی سامنے آگیا امی ــــ میرا کیا قصور ــــ؟"
بینا کی ہنسی کسی طرح نہیں رک رہی تھی۔

"ایک تو اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی ہے اوپر سے ہنستی ہے ــــ" فرزانہ بیگم کا پارہ ہائی ہوتا جارہا تھا۔

"امی ــــ اس سلسلے میں کسی فلاسفر نے کہا ہے۔ کہ ہنسی علاجِ غم ہے ــــ"
بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حد ہوتی ہے ڈھٹائی اور بے شرمی کی ــــ کسی بات کا کوئی اثر ہی نہیں۔"
فرزانہ بیگم نے غصہ سے کہا

بینا کی مسکراہٹ کو ایک دم بریک لگ گیا۔

"تم سے تو بس کوئی بیکار کی کتابیں پڑھنے کو کہہ دے یا اوندھی سیدھی باتیں کرالے" فرزانہ بیگم نے کہا ان کے منہ میں اور بھی جو کچھ آیا وہ کہتی چلی گئیں دراصل انہیں اس وقت بے حد غصہ آگیا تھا۔

بینا کچھ دیر تو چپ چاپ سنتی رہی پھر ایک دم اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"یہ بہت برا ہوا پھوپھی جان آپ نے ناحق اسے ڈانٹ دیا۔ عاصم بینا کے رونے پر افسردہ ہو گئے۔

"بھئی ــــ یہ غلط بات ہے فرزانہ ــــ آخر اس بری طرح ڈانٹنے کی کیا ضرورت

تھی ــــ؟" آصف صاحب نے کہا

"آپ ہی کی سر چڑھائی ہوئی ہے۔ اول تو کسی کام میں ہاتھ نہیں لگاتی اور کبھی بھولے سے کوئی کام کرنے بیٹھ بھی گئی تو بے ڈھنگا پن دکھانا شروع کردے گی ــــ!"
فرزانہ بیگم نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا

لیکن ــــ اس وقت تو واقعی بہت بے تکی ہوائیں چل رہی ہیں اس کے لئے صفائی کرنا مشکل ہوگیا ــــ!

عاصم نے اس کی حمایت لیتے ہوئے کہا۔

"اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ جھاڑو ہی پھینک مارے ــــ" فرزانہ بیگم بولیں

"اُفوہ ــــ! پھوپھی جان ــــ! اس نے دانستہ تو ایسا نہیں کیا ــــ!"
عاصم نے کہا۔

"اور کیا ــــ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا۔ کہ اس وقت عاصم سامنے سے آجائیں گے ــــ" آصف صاحب نے کہا

"آپ لوگوں کی بے جا حمایت نے ہی اس کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ آخر زیبی بھی ہے اس سے تو کبھی ایسی اوندھی سیدھی حرکتیں سرزد نہیں ہوئیں ــــ" فرزانہ بیگم نے کمرے سے باہر جاتے ہوئے کہا

آصف صاحب بھی کمرے سے باہر چلے گئے۔

عاصم سر جھکائے کچھ سوچتے رہے انہیں بے حد افسوس ہو رہا تھا کہ ان کی وجہ سے ناحق بینا کو اتنی باتیں سننی پڑیں۔ وہ بینا کے کمرے میں آگئے بینا میز پر سر ٹکائے سسکیوں سے رو رہی تھی۔ عاصم کا دل دکھ کر رہ گیا۔

"بینا ——!" انہوں نے قریب جاکر آہستہ سے پکارا —— بینا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تم بہت پاگل لڑکی ہو —— اتنی سی بات پر رونا شروع کر دیا ——" عاصم نے اس کا سر میز پر سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آپ چپ رہیئے —— مت بات کیا کیجئے مجھ سے ——!"

بینا نے غصّے سے کہا۔

"خیریت ——" عاصم دھیرے سے مسکرائے

"سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے ہوا ہے ——" بینا نے تیز آواز میں کہا

"مجھے اس کا اعتراف ہے لیکن ——"

"بس میں نے کہہ دیا آپ مت بولا کریئے مجھ سے جب سے آپ نے آنا شروع کر دیا ہے۔ آئے دن مجھے امی کی ڈانٹ سننی پڑتی ہے —— آپ یہاں کیوں آتے ہیں —— مت آیا کریئے ——!"

بینا کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"بینا ——! بینا ——، اتنا غصہ نہیں کرتے ——!" عاصم نے نرمی سے کہا

"بینا کا نام لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو ——!"

وہ کرسی سے اٹھ کر جانے لگی۔

"بیوقوفی کی باتیں نہیں کرتے ——" عاصم نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے میں بیوقوف احمق۔ نالائق۔ پاگل کریک خبطی اور نہ جانے کیا کیا ہوں دوسروں کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے اس سے ——"

بینا نے عاصم کو گھورتے ہوئے کہا

عاصم نے بینا کا موڈ ٹھیک کرنے کی بہت کوشش کی لیکن بینا کو تو اس وقت عاصم کے اوپر اتنا شدید غصہ آرہا تھا کہ اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر انہیں بے نقط سنا ڈالیں اور انہیں اپنے گھر آنے سے قطعی طور پر منع کر دیا۔ زیبی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ زیبی پر برس پڑی عاصم اس سے مزید کچھ کہے بغیر تیز تیز قدموں سے باہر چلے گئے۔ زیبی ان کے پیچھے پیچھے گیٹ تک آئی اور انہیں روکنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن عاصم نے اس کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر گاڑی اسٹارٹ کر دی اور بڑی تیزی سے گاڑی آگے بڑھا لے گئے۔

پھر —— زیبی نے گھر کی صفائی کی اور بینا پیشانی پر بیشمار بل ڈالے بستر پر لیٹی رہی ہوائیں لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

آسمان پر گہرے بادل تھے اور فضا میں ہر طرف گرد ہی گرد تھی۔ ایک دم آندھی آئی اور موٹی موٹی بوندیں پڑنے لگیں۔ بینا اٹھ کر کھڑکی میں آگئی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو ہر طرف پھیل گئی تھی۔ درخت اور پیڑ پودے خوشی سے جھوم رہے تھے۔ محلّے کے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ہلکی ہلکی بارش میں اچھل کود رہے تھے۔ شور مچا رہے تھے۔

"اللہ میاں پانی دے —— سو برس کی نانی دے!"

ان کی آوازیں لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھیں —— کچھ بچے کاغذ کی ناؤ بنا کر پانی میں تیرا رہے تھے بینا کا موڈ آہستہ آہستہ خود بخود ہی ٹھیک ہو رہا تھا۔ وہ بچوں کے شور کو بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی اور ان کی معصومانہ حرکتوں پر مسکرا رہی تھی۔ گیٹ کے سامنے سے کوئی آوارہ مزاج نوجوان سائیکل پر گاتا ہوا گزر گیا۔

میرا دل یہ پکارے آجا ــــ میرے غم کے سہارے آجا
بھیگا بھیگا ہے سماں ــــ ایسے میں ہے تو کہاں

بینا کافی دیر تک کھڑکی میں کھڑی رہی ہوا کے جھونکوں سے بوندیں اندر آ
رہی تھیں اور بینا کے چہرے کو بھگو رہی تھیں
بالوں پر پانی کی ننھی ننھی بوندیں چمک رہی تھیں

"آپی ــــ ہٹو نہ کھڑکی میں سے ــــ بھیگ رہی ہو ــــ!"
زیبی نے کہا۔

بینا نے مڑ کر زیبی کی طرف دیکھا اور کھڑکی بند کر کے ہٹ گئی۔ اپنے پلنگ پر آ
وہ جانے کیا سوچنے لگی ــــ؟

زیبی چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر ڈرتے ڈرتے بولی
"تم نے عاصم بھائی کو ناراض کر دیا نا ــــ"
بینا خاموش رہی۔

"اتنا غصہ بھی اچھا نہیں ہوتا ــــ بلا سوچے سمجھے تم نہیں جانے کیا کچھ کہہ
زیبی نے اس کے جھکے ہوئے سر کی طرف دیکھا

بینا نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے خود بڑا افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے یہ
عاصم کو اس بری طرح ڈانٹ دیا۔ اور انہوں نے اتنی باتیں سن کر بھی اس سے تیز
بات نہیں کی ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ہرگز برداشت نہیں کرتا ان باتوں کو ــــ
بینا! تم ہمیشہ ہی عاصم بھائی کے ساتھ زیادتی کرتی ہو ــــ اس نے سوچتے ہ
خود سے کہا ــــ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس وقت عاصم کے گھر پہنچ کر ا

انی مانگ لے۔

زیبی اسے خاموش دیکھ کر کمرے سے چلی گئی اس وقت بارش ختم ہو گئی تھی بینا پھر کھڑکی میں
ڑی ہو گئی اور عاصم کے ساتھ اپنے انتہائی خراب برتاؤ کو یاد کر کے افسوس کرتی رہی پھر وہ کھڑکی
ہٹی ہی تھی کہ باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا اس نے جلدی سے جھانک کر دیکھا بڑے ماموں کی
ڑی تھی چند لمحوں بعد وہ اندر آتے ہوئے نظر آئے بینا نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ وہ بڑے ماموں
واپسی ایران کے ساتھ جائے گی۔ اور عاصم سے معافی مانگ کر انہیں منالے گی۔

اور پھر ہوا بھی یوں ہی ــــ جب رضا عباس گھر جانے لگے تو بینا بھی اپنی چند ضروری
یں اٹیچی کیس میں رکھ کر ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ فرزانہ بیگم نے بہت روکا
کوئی جانے کا وقت ہے کل چلی جانا ــــ مگر اس نے ایک نہ سنی اور پھر اپنے ماموں اور
ذ کی حمایت بھی تو اسے حاصل تھی۔

بینا جب رضا عباس کے ساتھ ان کے گھر پہنچی تو سوائے بڑی ممانی اور ملازموں کے کوئی
تھا منتصم بھائی نجمہ آپا کے ساتھ اپنی سسرال گئے ہوئے تھے عاصم کے متعلق ممانی نے بتایا
کچھ کہہ کر نہیں گئے۔

"تو عاصم بھائی ہمارے گھر سے کہیں اور چلے گئے۔"

بینا نے ایک لمحہ کو سوچا کچھ دیر وہ اپنی ممانی سے باتیں کرتی رہی پھر ماموں جان کے
ساتھ تلاش کھیلتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد منتصم بھائی اور نجمہ آپا واپس آ گئے۔ بینا کھیل
ادھورا چھوڑ کر نجمہ آپا کے کمرے میں آ گئی۔ اور منتصم بھائی نجمہ آپا کو تنگ کرتی رہی کھانا
کھانے کے بعد وہ تھوڑی دیر اپنی ممانی کے پاس بیٹھی انہیں اردو ڈائجسٹ پڑھ کر سناتی رہی
پھر زریچہ کے کمرے میں آ گئی۔ فریحہ کی شادی کے بعد سے بینا جب بھی یہاں رہنے کے لئے آتی

اسے فریحہ کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی باہر رُک رُک کر بارش ہو رہی تھی اور آسمان
سیاہ ہیبت ناک نظر آرہا تھا بینا نے ٹرانسسٹر آن کر دیا اور چادر تان کر لیٹ گئی۔ ریڈیو سیلون
سے اس کے پسندیدہ اناؤنسر گوپال شرما کی آواز سنائی دی۔ یہ ریڈیو سیلون کا دیا پارہ دھاگ
ہے۔ اس سمے ٹھیک رات کے دس بجکر پچیس سیکنڈ ہوئے ہیں تو لیجئے سنئے میری پسند کے
گیتوں کا کارِکرم ——!

سب سے پہلے سنئے میری پسند پر زہرہ بائی انبالہ والی اور کرن دیوان کو فلم "رتن" میں
دو ایک سیکنڈ بعد ہی بینا کا پسندیدہ گانا شروع ہو گیا۔

ساون کے بادلو اُن سے یہ جا کہو

تقدیر میں یہی تھا ساجن میرے نہ رو

برسات کی بھیگی ہوئی سانولی حسین رات ——! بینا کے پسندیدہ اناؤنسر گوپال شرما
کی مدھر آواز اور فلم رتن کا اتنا خوبصورت گیت —— بینا کی روح تک سرشار ہو گئی

زیرو پاور بلب کی مدھم نیلگوں روشنی میں آنکھیں بند کئے بینا دیر تک پرانے پرانے
گیت سنتی رہی۔ خورشید سہگل، جگ موہن، لتا منگیشکر زہرہ بائی، کرن دیوان اور سریندر کی
جادو بھری آوازیں اسے ایک عجیب سحر انگیز وادی میں لے گئیں جہاں ہر طرف موسیقی کی
مترنم آوازیں تھیں اور مدھر گیتوں کے حسین بول —— ساڑھے دس بجے تک وہ ریڈیو
سیلون سے گانے سنتی رہی اور جب گوپال شرما نے نمستے شُبھ رات کہہ کر آگیا مانگی تو بینا کا
دل اداس ہو گیا۔

اتنے حسین لمحات اور اتنی جلدی بیت گئے۔ وقت پر جمود کیوں طاری ہو گیا وہ لمحات
ٹھہر کیوں نہ گئے۔ اُس نے دکھ سے سوچا۔ اور ٹرانسسٹر بند کرتے ہوئے اس نے گوپال شرما

عادی۔ بھگوان تمہیں سکھی رکھے۔ چادر ہٹا کر وہ بستر سے اتر کر کھڑکی میں آ گئی اور گوپال شرما
ئیو کمار سروج کے بارے میں سوچنے لگی ریڈیو سیلون کے ان دونوں اناؤنسرز کی آواز اور
کا اناؤنس کرنے کا انداز اسے بے حد پسند تھا۔ وہ اکثر ان کے بارے میں سوچتی تھی جانے دونوں
یہ ہوں گے ——؟

شاید درمیانے قد کے سانولے سلونے اور پُرکشش سے انسان ہونگے ——! جن کی
یں وقار ہو گا۔ اور چہرے پر تمکنت ——! شاید جوان العمر ہونگے یا پھر ادھیڑ عمر
—— بوڑھے تو ہرگز نہ ہوں گے۔ اور پھر خود ہی اپنی سوچوں پر مُسکرا دیتی۔ بھلا تمہیں
ت سے کیا دلچسپی ہے۔ سنبرنی آصف ——؟
وہ کیسے بھی ہوں ——؟

وہ اس وقت بھی وہ دریچے کے قریب رُک رُک کر سوچنے لگی شاید اس وقت سیلون میں بھی
ہو رہی ہو وہاں تو تیز اور موسلا دھار بارش ہو رہی ہو گی۔ گلیوں میں پانی بھر گیا ہو گا اور
یں پانی میں ڈوب گئی ہوں گی۔ کشادہ اور طویل "گال روڈ" کے دونوں طرف لگے ہوئے ناریل
اونچے درخت اور سرخ پھولوں والے درخت تیز بارش میں بھیگ رہے ہوں گے۔ گھنے جنگلوں
یہاں سبز سبز جھیلوں کی سطح پر تیرتے ہوئے کنول کے حسین پھول تیز بارش میں ادھر سے
بھٹک رہے ہوں گے۔

بانس کے گھنے جنگل پان اور سپاری کے کھیت اور چائے کے خوشنما باغات بارش میں بھیگے
ے جانے کتنے حسین نظر آرہے ہوں گے۔ بارش کا پانی مکانوں کی چھتوں سے پھسلتا ہوا دیواروں
بگڑ رہا ہو گا۔ بنگلوں کے سامنے لگے ہوئے لکڑی کے جنگلے میں پانی بھیگ کر کتھئی اور کالے ہو گئے
گے کیلے کے درختوں میں لٹکتے ہوئے زرد زرد کیلوں کے گچھے اور ترمزی پودیں پانی میں

ڈھل کر نکھر گئی ہوں گی۔ مندروں کے چمکدار کلس اور سیڑھیاں بارش میں نہا کر بالکل صاف ستھری ہو گئی ہوں گی اور مندروں کے اندر جلتی ہوئی مومی شمعوں کی زرد روشنی میں پجاریوں پجارنوں کے سائے اپنے قد اور جسامت سے کہیں زیادہ بڑے اور اونچے نظر آ رہے ہوں گے اور ـــــ سب سے بڑھ کر ریڈیو سیلون کی خوبصورت عمارت کتنی پرکشش ہو گئی ہو گی ناریل، شریفے اور سرخ پھولوں والے درخت عمارت کے احاطے میں سر جھکائے کھڑے بھیگ رہے ہوں گے۔

کاش ـــــ! وہ اس حسین جزیرے کی سیر کر سکتی ـــــ اگر کبھی اس جزیرے میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہ ریڈیو سیلون ضرور جائے گی۔ اور اپنے پسندیدہ اناؤنسرز سے ملے گی۔ بینا کے خیالات کی پرواز اسے جانے کہاں کہاں لئے جا رہی تھی۔

"عاصم بھائی اب تک واپس کیوں نہیں آئے ـــــ؟" بینا نے چونک کر سوچا اور اٹیچی کیس میں سے "تخلیقات خلیل جبران" نکال کر پڑھنے لگی یوں ہی پڑھتے پڑھتے بارہ بج گئے۔ گھنٹے کی آواز سن کر وہ چونک پڑی کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نکل گئی۔

"عاصم بھائی کہاں رہ گئے ـــــ؟" وہ لمحہ بہ لمحہ فکر مند ہوتی جا رہی تھی ساتھ ہی اسے عاصم پر غصہ بھی آ رہا تھا۔

"یہ کوئی شرافت ہے ـــــ بارہ بج گئے اور اب تک گھر سے غائب آ تو جائیں وہ اچھی طرح نبٹ لوں گی۔" اس نے برآمدے کی بھیگی ہوئی ریلنگ پر کہنی ٹیکتے ہوئے سوچا

بارش تھم گئی تھی۔ بھیگی ہوئی حسین جوان رات خاموش کھڑی تھی اس کی نظریں کھلے ہوئے گیٹ کے باہر بھٹکنے لگیں کولتار کی چلتی سٹرک پر پانی بکھرا ہوا تھا سٹرک پر جلتی ہوئی بتیوں کی زرد روشنی پانی کی سطح پر اپنا حسین عکس چھوڑ رہی تھی بجلی کے تاروں پر ننھی

ننھی بوندیں چمک رہی تھیں اور ایک کے بعد ایک پھسلتی ہوئی ٹپ ٹپ کی آوازوں کے ساتھ نیچے پانی میں گر رہی تھیں روش۔ بلبوں کے ارد گرد بیشمار پروانے دیوانہ وار ناچ رہے تھے اور ماحول میں ہر طرف مینڈکوں کے ٹرانے کی آواز گونج رہی تھی بینا نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا اس قدر برس جانے کے بعد بھی بادل چھٹے نہیں تھے اس نے ایک بار اور سٹرک کی جانب دیکھا۔ اور عاصم کے کمرے میں آ گئی۔ کتاب میز پر رکھ کر وہ کچھ پریشان سی صوفے پر بیٹھ گئی۔

دو تین منٹ گزر گئے پھر باہر پانی میں کسی گاڑی کے گزرنے کی آواز آئی بینا جلدی سے باہر نکل آئی۔ عاصم کی گاڑی میں داخل ہو کر گیرج کی طرف بڑھ گئی چند منٹ بعد عاصم برآمدے کی طرف آئے بینا کو وہاں کھڑے دیکھ کر وہ ایک لمحہ کیلئے ٹھٹک گئے۔ انہیں اپنی بصارت پر یقین نہیں آیا بینا بڑی تیکھی نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی

"تم کب آئیں بینا ـــــ؟" عاصم نے سکوت کو توڑا

"پہلے آپ یہ بتائیے یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا ـــــ؟" بینا نے رعب سے کہا۔

عاصم کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"محترمہ کو کچھ اعتراض ہے ـــــ؟" عاصم نے اس کے شانے پر بکھرے ہوئے بالوں کی طرف دیکھا

"آپ اندر چلئے تو خبر لوں گی اچھی طرح آپ کی ـــــ"

بینا نے سنجیدگی سے کہا

"اچھا ـــــ!" عاصم کو ہنسی آ گئی

"ہنس لیجئے ابھی جی بھر کے صبح ماموں جان سے آپ کو ڈانٹ نہ پڑوائی تو میرا

نام بینا نہیں——" بینا نے کہا

"سوال یہ ہے کہ آپ کو میرے معاملات سے کیا دلچسپی——؟"

عاصم نے دانستہ اپنا موڈ خراب کرتے ہوئے کہا

بینا چپ چاپ ان کی طرف دیکھتی رہی۔ عاصم ترچھی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

بینا بھی ان کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہو گئی۔

"آپ آرام کیجئے جاکر——" عاصم نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا

"یہ آپ جناب کیا لگا رکھی ہے——" بینا نے بگڑ کر کہا

"کیا کیا جائے——؟ آپ اتنی بڑی ہستی ہیں کہ آپ کے حضور انتہائی ادب و احترام سے بولنا پڑتا ہے——"

عاصم نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا اور منہ پھیر کر مسکرا دیئے

"آپ ہی ہوں گے اہم ہستی——جبھی ہر وقت SHOW مارتے رہتے ہیں"

بینا نے ابرو چڑھا کر کہا

عاصم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا صوفہ پر بیٹھ کر گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں والہانہ پن——چند لمحے وہ یونہی بینا کی طرف دیکھتے رہے بینا اپنی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں سے انہیں گھورتی رہی۔

"بینا——" عاصم کی آواز بہت دور سے آ رہی تھی۔

"جی——؟" بینا نے لٹھ سا مار دیا

"ادھر آؤ——" عاصم کا انداز تحکمانہ تھا۔

بینا نے ایک لمحہ کے لئے ان کی طرف دیکھا اور پھر حکم کی تعمیل میں ان کے قریب جاکر کھڑی ہو گئی۔

"یہاں بیٹھو——" عاصم نے کہا

بینا نیچے قالین پر بیٹھ گئی۔

"شام کو کیوں لڑی تھیں مجھ سے——" عاصم نے اس کی طرف جھک کر کہا

"ہمیں غصہ آ گیا تھا——" بینا نے اطمینان سے کہا

"کس پر——؟" عاصم نے انتہائی محبت سے اس کی طرف دیکھا

"آپ کے اوپر——" بینا نے کہا

"کیوں——؟" عاصم مسکرائے

"آپ کی وجہ سے مجھے ڈانٹ جو سننی پڑی——" بینا نے پلکیں جھپکائیں

"اب میں تمہارے گھر کبھی نہیں جاؤں گا——" عاصم نے کہا

"کیوں——" بینا نے گھبرا کر عاصم کی طرف دیکھا

"میری وجہ سے تمہیں ڈانٹ سننی پڑتی ہے پھر تم مجھ سے لڑتی ہو——" عاصم کا انداز والہانہ تھا۔

"اچھا اب نہیں لڑوں گی——پکا وعدہ——" بینا نے نہایت ہی معصومیت سے کہا۔

"نہیں بینا بیگم——اب تو قطعی فیصلہ کر لیا ہے میں نے نہ کبھی تمہارے گھر جاؤں گا نہ خود سے تمہیں مخاطب کرنے کی کوشش کروں گا——" عاصم بینا کی

معصومیت پر زیر لب مسکرا رہے تھے۔

"آپ کو شاید معلوم نہیں عاصم بھائی۔ میں صرف آپ سے معافی مانگنے اور آپ کو منانے کے لیے اتنی دور سے آئی ہوں ——" بینا نے ان کی طرف دیکھا

"سچ ——؟" عاصم نے بے اعتباری سے اس کی طرف دیکھا

"بالکل سچ ——" بینا نے کہا —— اور اب میں آپ سے لڑا بھی نہیں کروں گی ——"

"اب تو یوں بھی اس کی نوبت نہیں آئے گی بینا ——" عاصم نے کہا

"کیوں ——" بینا نے پوچھا

"میں عنقریب ہی یورپ چلا جاؤں گا ——" عاصم نے کہا

"کیوں ——" بینا نے پوچھا

"یہاں میرا دل نہیں لگتا ——" عاصم نے اسکی جھکی ہوئی پلکوں کی طرف دیکھا

"واپس کب آئیں گے ——" بینا نے پلکیں اٹھائیں

"شاید کبھی نہیں ——" عاصم نے ایک طویل سانس لی

"عاصم بھائی ——" بینا کا سر جھک گیا —— عاصم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"میں —— میں آپ کو نہیں جانے دوں گی ——" بینا کا سر صوفے پر جھک گیا

عاصم نے بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھا

"کیوں بھئی —— تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے میری وجہ سے تمہارا سکون غارت ہو گیا ہے نا ——" عاصم نے اس کی پشت پر بکھرے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

"آپ ہنسی خوشی یہاں سے جائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر آپ مجھ سے [ناراض] ہو کر جائیں گے تو میں آپ کو ہرگز ناراض نہیں ہونے دوں گی ——" بینا [نے عا]صم کا ہاتھ پکڑ کر پیشانی کے نیچے رکھ لیا —— معلوم نہیں کیوں وہ اس وقت [ج]ذباتی ہو رہی تھی۔

"آخر تم —— چاہتی کیا ہو بینا ——؟" عاصم کی آواز افسردہ تھی۔

"مجھے خود نہیں معلوم —— میں تو آج تک اپنے آپ کو سمجھ ہی نہیں سکی ——" [بی]نا کی آواز مدھم تھی۔

"کبھی مجھے بھی سمجھنے کی کوشش کی ——؟" عاصم نے پوچھا

"ہاں کئی بار ——" بینا نے اعتراف کیا

"پھر —— کیا سمجھ میں آیا ——؟" عاصم مسکرائے

"عاصم بھائی —— آپ اچھے ہیں —— بہت اچھے —— مجھے آپ سے تو [ڈ]ر نہیں لگتا۔ لیکن آپ کے اندر جو دوسرا انسان چھپا ہوا ہے نا —— میں اس سے ڈرتی [ہو]ں —— بہت ڈرتی ہوں —— جانے کیوں —— مجھے ایسا لگتا ہے عاصم بھائی وہ دوسرا انسان اچھا نہیں —— بالکل اچھا نہیں ——" بینا کی گرم گرم سانسیں [عا]صم کے ہاتھ کو چھو رہی تھیں

عاصم خاموش بیٹھے جانے کیا سوچتے رہے۔

"پتہ نہیں کیوں —— کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بینا چپ ہو گئی

"کیا محسوس ہوتا ہے ——" عاصم نے پوچھا

"پچھلے سال جب ایک قصہ شروع ہوا تھا تو ممی نے ایک بڑا عجیب سا جملہ کہا تھا

کہ جو لوگ خدا کی دی ہوئی چیزوں کو ٹھکراتے ہیں خدا انہیں ضرور سزا دیتا ہے اور زیبی نے کہا تھا ـــــ کہ ـــــ!

"کیا کہا تھا زیبی نے ـــــ؟" عاصم نے نرمی سے پوچھا

زیبی نے کہا تھا کہ خدا کے ایک بندے کو تمہاری ذات سے زندگی بھر تکلیف پہنچتی رہے۔ اور تم سمجھتی ہو کہ خدا پھر بھی تمہیں معاف کر دے گا۔ اس بھول میں مت رہنا بینا کی آواز بہت مدھم تھی۔

"مجھے بہت ڈر لگتا ہے عاصم بھائی ـــــ معلوم نہیں خدا مجھے کون سی سزا دے کیا میری باتوں سے سچ مچ آپ کا دل دکھا ہے ـــــ" بینا نے کہا

عاصم خاموش رہے۔

"بولئے نا ـــــ" بینا نے سر اٹھا کر عاصم کی طرف دیکھا

"بینا ـــــ" عاصم نے ایک طویل سانس لی ـــــ اور اس کی طرف دیکھنے لگے

"دنیا میں اور بھی لڑکیاں ہیں عاصم بھائی ـــــ آپ کو مجھ میں کیا نظر آیا۔ آپ مجھے کیوں چاہتے ہیں ـــــ کیوں چاہتے ہیں ـــــ مجھ سے محبت نہ کیجئے عاصم بھائی مجھ سے نفرت کیجئے ـــــ اتنی شدید نفرت کہ جس کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے ـــــ"

بینا نے عاصم کو جھنجھوڑ ڈالا ـــــ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ اور پھر ـــــ ایک دم ہی وہ عاصم کا ہاتھ تھام کر ان کے گھٹنوں پر جھک گئی اس کی آنکھوں سے نکلتے ہوئے گرم گرم آنسو عاصم کے ہاتھ پر انگاروں کی طرح سے گرنے لگے۔

"اس لڑکی کو کیسے سمجھاؤں ـــــ؟" عاصم نے افسردگی سے سوچا۔ غم اور افسوس

کی زیادتی سے ان کے دماغ کی رگیں کھنچنے لگیں۔ بینا روتی رہی اور عاصم چپ چاپ بیٹھے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"عاصم بھائی ـــــ کچھ دیر بعد بینا نے سر اٹھا کر بھیگی ہوئی آنکھوں سے ان کی طرف غور سے دیکھا۔

"بینا ـــــ" عاصم کی آواز اپنی محبت کا ہر خزانہ لٹا رہی تھی۔

"آپ وعدہ کیجئے کہ آپ مجھ سے نفرت کریں گے ـــــ! شدید نفرت ـــــ" بینا کی پلکوں پر ستارے چمک رہے تھے۔

"نہیں بینا ـــــ کبھی نہیں ـــــ مرتے دم تک نہیں ـــــ"

عاصم کی نظریں دکھ اور چاہت کا امتزاج لئے اس کے چہرے پر جم گئیں بینا پلکیں جھپکائے بغیر عاصم کی طرف دیکھتی رہی۔

"جاؤ ـــــ سو جاؤ ـــــ تمہارا ذہن اس وقت پریشان ہے ـــــ" عاصم نے اس کی طرف جھک کر کہا

"نہیں ـــــ" بینا کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی

"بینا ـــــ! تمہارا حصول میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے ـــــ لیکن میں تمہاری مرضی کا بھی بہت احترام کرتا ہوں ـــــ تم نے انکار کر دیا میں نے سر جھکا دیا اب اگر تم یہ چاہو کہ میں محبت کی بجائے تم سے نفرت کروں تو یہ میرے اختیار میں نہیں۔ دل کے اختیار میں ہے۔ اور انسان کا دل کبھی اس کے اختیار میں نہیں ہوتا اور شاید ـــــ زندگی کے اس موڑ سے سارے المیئے جنم لیتے ہیں ـــــ" عاصم کی آواز جیسے بہت دور سے آ رہی تھی۔

بیناؔ خاموش افسردہ بیٹھی تھی اور عاصم کا دل اس بات کو برداشت کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں تھا وہ تو چاہتے تھے کہ بیناؔ ہنسی مسکراتی اور شرارتیں کرتی رہے۔
عاصم نے بیناؔ کی طرف دیکھا وہ بھی ان ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عاصم دھیرے سے مسکرا دیئے۔ مگر بیناؔ کے ہونٹ جب بھی نہ مسکرا سکے۔

"تم اس طرح خاموش افسردہ بیٹھتی ہو تو مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا بیناؔ۔"
عاصم نے پیار سے کہا۔

"پھر کیا کروں ——؟" بیناؔ نے پریشان ہو کر کہا

"خوش رہا کرو —— بس صرف اپنے آپ کو خوش رکھو —— دوسروں کے غموں اور فکروں کی طرف سے آنکھیں بند کرلو ——" عاصم نے کہا

"یہ بات تو انسان کی فطرت کے خلاف ہے عاصم بھائی —— اور میں بھی انسان ہوں ——"

بیناؔ نے عاصم کی طرف دیکھا۔

"اونہہ —— چھوڑو اس ذکر کو —— یہ بتاؤ تمہارے امتحان کب سے ہیں؟"
عاصم نے بات کو ٹالنے کی غرض سے کہا

"بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں ——" بیناؔ نے کہا

"اور تم یہ کتابیں پڑھ کر امتحان کی تیاری کر رہی ہو —— ؟" عاصم نے میز پر پڑی ہوئی کتاب کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں ——" بیناؔ مسکرا دی

"بڑی اچھی بات ہے نا یہ —— ! بیوقوف —— پاگل ——!"

عاصم نے مسکرا کر کہا۔

"ایک دن کورس کی کتابیں پڑھتی ہوں ایک دن یہ کتابیں ——"

بیناؔ کا موڈ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہا تھا۔

"تم اتنی نالائق لڑکی ہو آتے ہی بیکار باتیں شروع کر دیں مجھ سے کھانے کو بھی نہیں پوچھا ——" عاصم نے اس کی ناک پکڑتے ہوئے کہا

"بارہ بجے رات کو کوئی وقت ہوتا ہے کھانے کا ——؟"

بیناؔ نے گھور کر عاصم کی طرف دیکھا

"بھئی بھوک جو لگ رہی ہے ——" عاصم مسکرائے

"اب بھی لگ رہی ہے ——" بیناؔ نے پوچھا

"ہاں ——" عاصم نے کہا

"چپ چاپ سے سو جائیے —— اس وقت میں ہرگز کھانا نہیں دوں گی آپ کو —— آخر ہضم کس وقت ہوگا ——" بیناؔ نے رعب جمایا

"اچھا جناب —— جیسی آپ کی مرضی ——" عاصم مسکرائے —— بیناؔ کھڑی ہوگئی۔

"جائیے —— سوئیے شب بخیر ——" عاصم نے کہا

"ہمیں کمرے تک چھوڑ کر آئیے۔ ڈر لگے گا ——" بیناؔ نے کہا

"ڈرپوک ——" عاصم نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا —— اور اس کے ساتھ لے تک آگئے۔

"شب بخیر ——" دروازے کے قریب پہنچ کر عاصم نے کہا۔

"شب بخیر ـــــ" بیناؔ نے عاصم کی طرف دیکھا اور کچھ سوچنے لگی

"آپ سیدھی طرح آنکھیں بند کر کے سو جایئے ـــــ اگر بیکار کی باتیں سوچیں تو آپ بدولت کے ہاتھوں پٹ جائیں گی ـــــ!"

عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی کچھ نہیں سوچیں گے بس اب تو خوش ـــــ!"

بیناؔ نے عاصم کے کان کے قریب منہ لے جا کر زور سے کہا۔

ـــــ اور ہنستی ہوئی اندر چلی گئی۔

ایک بار پھر ـــــ سب کے امتحان شروع ہوئے اور ختم بھی ہو گئے۔ ذہن سے
ھ اتر گیا۔ امتحان کے بعد چھٹیاں ہوئیں تو زیبی معتصم بھائی اور نجمہ آپا کے
رایبٹ آباد چلی گئی۔ بیناؔ نے کچھ چھٹیاں تو گھر پر گزاریں اور باقی چھٹیاں نادرق
ادر شمع کے ساتھ لائل پور میں گزاریں۔
دو مہینے کی چھٹیاں اتنی خاموشی سے اور اتنی جلدی سے گزریں کہ پتہ بھی نہ چلا
ری سب کے رزلٹ بھی آ گئے بیناؔ کا رزلٹ ابھی تک نہیں آیا تھا زیبی نے بھی
ٹی میں داخلہ لے لیا تھا۔ اپنے پسندیدہ مضمون کیمسٹری میں اس نے بہت اچھے
ے تھے کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ میں اسے بآسانی داخلہ مل گیا یونیورسٹی میں ایڈمیشن
لہ جاری تھا۔ اور پڑھائی اب تک نہیں شروع ہوئی تھی۔
بیناؔ کو ان دنوں فرصت ہی فرصت تھی۔ سوائے ادھر ادھر گھومنے اور کتابیں

پڑھنے کے اسے اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ فاروق بھائی اور شمع آجاتے تو ان سے
گپیں ہانکنے بیٹھ جاتی۔

مٹھو کے پنجرے کے قریب بیٹھی اس سے دیوانے پن کی باتیں کرتی رہتی اپنی
طرف سے پوری پوری کوشش کرتی ـــــ کہ کسی نہ کسی طرح مٹھو کو اپنے پسندیدہ اشعار
یاد کرادے۔ خلیل جبران ـــــ والٹیئر ـــــ کنفیوشس ـــــ حکیم رازی ـــــ ارسطو
سقراط اور چانگ چاؤ کے اقوال اسے ازبر کرادے ـــــ اور جب اپنی کوشش میں کامیاب
نہ ہوتی تو مٹھو کے سینکیں چبھو کر اسے پریشان کرتی۔ اپنی نئی پالتو بلی جس کا نام
اس نے "انجلیک" رکھا تھا ـــــ اسے اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر مٹھو کے پنجرے کے
قریب بٹھا دیتی۔ مٹھو بلی کو دیکھ دیکھ کر ٹیں ٹیں کرکے شور مچاتا۔ سارا گھر سر پر اٹھا
لیتا اور بینا اسے یوں پریشان کرکے خوب خوش ہوتی ہنستی ـــــ

"آخر اس غریب نے تیرا کیا بگاڑا ہے ـــــ؟ کیوں اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر
پڑ گئی ہے تو ـــــ؟" فرزانہ بیگم ڈانٹتیں۔

"امی ـــــ! میں آپ کے مٹھو کو جان سے مار ڈالوں گی ـــــ اگر اس نے میرا کہنا
نہ سنا ـــــ!" بینا مسکرا کر کہتی۔ اور فرزانہ بیگم اس کے ہاتھوں سے بلی چھین کر اسے
دور بھگا دیتیں۔

عاصم بھی اکثر و بیشتر آتے رہتے تھے۔ بینا اُن سے گھنٹوں اوٹ پٹانگ باتیں کیا کرتی
بات بات پر انہیں شعر سناتی اپنی پسندیدہ کتابوں کے پسندیدہ پیراگراف ـــــ جو
اسے زبانی یاد تھے۔ انہیں سناتی اور عاصم اس کی باتوں کو اس قدر دلچسپی سے سنتے
کہ بعض اوقات تو بینا حیرت زدہ نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر سوچتی کہ آخر دو...

...ل اس کی باتوں کو اتنی دلچسپی سے کیوں نہیں سنتے ـــــ؟ عاصم بھائی پاگل ہیں یا دوسرے تمام
...گ پاگل ہیں ـــــ یا میں خود پاگل ہوں ـــــ"

تنہائی کے لمحات میں اب وہ اکثر و بیشتر عاصم کے بارے میں نادانستہ طور پر ہی سوچنے
...گی تھی ذہن خواہ مخواہ ہی عاصم کے بارے میں سوچنے لگتا۔ اس میں بینا کے ارادے کو کوئی
...خل نہیں ہوتا تھا۔ دل سے اکثر یہ صدا آتی تھی بینا ـــــ! عاصم درحقیقت وہ نہیں جو
...م سمجھتی ہو گذشتہ دو سال کے عرصہ میں اس کے ساتھ عاصم کا جو رویہ رہا تھا کسی فلم کے مناظر کی
...طرح اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگتا ـــــ ہر بار پوری فلم شروع ہو کر ختم ہو جاتی۔ لیکن
بینا کو کوئی سین بھی ایسا نظر نہیں آتا جس میں عاصم نے اپنے آپ کو ایسے روپ میں پیش کیا
ہو جو ان کے کردار اور ان کی شخصیت کو بینا کی نظروں سے گرا دے ان کے وقار کو کم کر دے
اسے یاد نہیں آتا تھا کہ عاصم نے کبھی کسی بات میں اس کی مخالفت کی ہو۔ کبھی ـــــ کسی
بات کو منوانے کیلئے اس پر جبر کیا ہو ـــــ وہ تو بس اس کی خوشی میں خوش رہتے تھے بینا
کسی وقت اداس یا خاموش رہے یہ انہیں بالکل پسند نہیں تھا۔

شادی کے سلسلے میں وہ اس پر زور دے سکتے تھے۔ اپنی بات منوا سکتے تھے۔ کیونکہ
ہر شخص ان ہی کی حمایت میں تھا لیکن صرف بینا کی ناپسندیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے
انہوں نے بات کو وہیں ختم کر دیا۔ اور یہ بات تو زیبی نے بینا کو بہت بعد میں بتائی تھی
کہ عاصم نے اس کی امی اور ابو کو شرمندگی سے بچانے کیلئے اپنے گھر میں بات کو کس طرح
نبھایا تھا۔ زیبی کی زبان سے یہ جملہ سن کر تو بینا چند لمحے بے اعتباری سے زیبی کی طرف
دیکھتی رہ گئی کہ پھوپھی جان ـــــ! آپ فکر نہ کیجئے۔ اگر آئندہ بھی بینا راضی نہ
ہوئی تو میں ہر بات ـــــ ہر برائی اپنے اوپر لے لوں گا۔ میں امی ابو سے یہ کہہ دوں گا

کہ میں خود راضی نہیں ہوں۔

بیناؔ —— کسی کے جذبات کی صداقت اور اس کے خلوص کو پہچاننے کے لئے تم اس سے بھی بہتر بات سننے کی توقع رکھتی ہو —— بیناؔ کے دل سے آواز آئی —— اور بیناؔ کا ذہن الجھتا ہی چلا گیا۔

اور بیناؔ کے ذہن سے کہیں زیادہ فرزانہ بیگم کا ذہن ان دنوں الجھا ہوا تھا۔ انہیں ہر لمحہ بیناؔ کی ہی فکر رہتی تھی اس وقت تک عاصم نے یہ کہہ کر بات بنالی تھی کہ بیناؔ کی تعلیم ختم ہونے سے قبل اس قسم کی کوئی بات نہ کی جائے۔ لیکن اب تو بیناؔ اپنے امتحانوں سے بھی فرصت پا چکی تھی۔ اور حالات جوں کے توں تھے —— اس لڑکی کو کون سمجھائے۔ اور کیسے سمجھائے —— ؟

فرزانہ بیگم پریشان ہو کر سوچتیں —— انہوں نے اس سلسلے میں بیناؔ سے دوبارہ بات کرنے کے ارادے کا اظہار کیا تو عاصم نے انہیں روک دیا۔

"نہیں پھوپھی جان —— ! آپ —— میں یا کوئی اور شخص بیناؔ سے اس موضوع پر اس وقت تک بات نہیں کریں گے جب تک خود وہ نہ چاہے —— !"

اور فرزانہ بیگم کا ذہن پھر پریشانیوں کے جال میں الجھ جاتا۔

عاصم آخر کس معجزے کے انتظار میں ہے۔" وہ دکھ سے سوچتیں —— اور دن یوں ہی پریشانیوں —— الجھنوں اور سوچوں میں گزر رہے تھے۔

اس روز نائلہ کے بھتیجے کی سالگرہ تھی۔ زیبی، سیماؔ اور بیناؔ تینوں مدعو تھیں اسی روز سیماؔ کی ایک کلاس فیلو صوفیہ کی بڑی بہن کی شادی تھی۔ سیماؔ کو تو شادی میں جانا تھا۔ زیبی نے حامی بھر لی۔ لیکن وہ نہ جا سکی۔ اس روز اس کے سر میں شدید

درد تھا اور نزلے نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔

اور جانے کیا بات تھی —— بیناؔ کا دل اس روز بے حد پریشان تھا گزشتہ رات سے اس کے دل کی عجیب کیفیت تھی اسے خود بھی نہیں معلوم تھا۔ کہ ایسا کیوں ہو رہا تھا —— ؟ لگتا تھا کہ اندر ہی اندر بیٹھا جا رہا تھا تھوڑی دیر بعد ایک انجانی سی صدا آتی تھی —— بیناؔ —— آج کچھ ہونے والا ہے —— یہ کیسی آواز ہے —— وہ سر تھام کر سوچتی تو طویل اور پُراسرار خاموشی میں دل کے دھڑکنے کی آواز کے سوا اور کوئی آواز نہ آتی —— اس روز بیناؔ کا دل کسی کام میں بھی نہیں لگا۔ صبح اس نے بمشکل تمام برائے نام ناشتہ کیا اور اپنے کمرے میں آکر چپ چپ سی بیٹھی رہی۔ خلاف معمول اس نے کسی بھی کتاب میں ہاتھ نہیں لگایا۔ بس —— بک شیلف کے پاس کھڑی اپنی کتابوں کو چپ چاپ اداسی سے دیکھتی رہی۔ پھر قرینے سے رکھی ہوئی کتابوں پر اپنا سر ٹیک دیا۔

"بیناؔ —— ! تمہیں کیا ہو گیا ہے —— ؟ یہ کیسا پاگل پن ہے۔ یہ کیسی اُداسی ہے —— ؟ دل نے سوال کیا —— وہ دل کو کیا بتاتی —— ؟ وہ تو خود دل سے یہی سوال کر رہی تھی لیکن سمجھ ہی کون سکا تھا۔ ان باتوں کو —— ؟ جو جواب دیتا —— !

اس نے مٹھو کو بھی بالکل پریشان نہیں کیا اس کو کوئی شعر نہیں سنایا اس کے سامنے کوئی غزل نہیں دہرایا۔ نہ خلیل جبران کا نہ لینن کا اور نہ سقراط ارسطو —— اس کے پنجرے کے قریب بیٹھی دو تین منٹ اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"بیناؔ —— ! تم تو اس طرح دیکھ رہی ہو —— جیسے —— جیسے اب کبھی مٹھو کو نہیں دیکھ سکو گی —— ! دل نے کہا

کون جانے ایسا ہی ہو —— اگلے لمحے کی خبر کسے ہے۔ آنیوالے اس ایک لمحے میں کیا ہو

جانے ـــــ؟ کتنا بڑا حادثہ ہو جائے ـــــ کتنا بڑا المیہ جنم لے لے ـــــ" ایک انجانی
سی آواز آئی ـــــ جانے کہاں سے ـــــ؟ جانے کدھر سے ـــــ؟ اس نے سہم کر ادھر
ادھر دیکھا اور مٹھو کے پاس سے ہٹ گئی ـــــ باورچی خانے کے دروازے سے "انجلیک" نکل
رہی تھی۔ بینا اسے پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔

"مجھے کیا ہو گیا ہے انجلیک ـــــ میرا دل کیوں اس قدر پریشان ہے۔ اس سے پہلے
تو میرا دل اتنا اداس اور پریشان نہیں ہوا ـــــ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کبھی نہیں ہوا ـــــ!
پھر آج مجھے کیا ہو گیا ہے ـــــ کیا ہو گیا ہے انجلیک ـــــ" بینا نے انجلیک کے نرم
ریشم جیسے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی اداسی سے کہا اور "انجلیک" صرف میاؤں
میاؤں کے اور کچھ نہ کہہ سکی۔

مائی زینب کام کرنے آئی تو بینا نے کچھ دیر اس سے بات کی اپنے دل کو خوش رکھنے کی
انتہائی کوشش کی لیکن جب اس روز اس کی قسمت میں خوشی لکھی ہی نہیں تھی تو وہ کیا
کرتی ـــــ؟

دن ڈھلنے لگا۔ لیکن بینا کی خاموشی بدستور رہی ـــــ دوپہر میں اس نے سب کے اصرار کے
باوجود بھی کھانا نہیں کھایا آصف صاحب اس روز آفس سے جلدی واپس آ گئے تھے بینا خلاف
معمول نہ تو انہیں کتابیں پڑھتی ہوئی نظر آئی اور نہ ہی اوٹ پٹانگ باتیں کر کے ہنستی اور
ہنساتی ہوئی چپ چاپ چادر اوڑھے لیٹی رہی۔

"آج بینا صبح سے بہت خاموش ہے ـــــ!" فرزانہ بیگم نے کہا

"کیوں ـــــ؟ خیریت ـــــ؟" آصف صاحب نے پوچھا

"معلوم نہیں کیا بات ہے ـــــ؟" میں نے بہت پوچھا۔

زینبی نے پوچھا کچھ بنایا ہی نہیں ـــــ" فرزانہ بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"طبیعت تو ٹھیک ہے نا اس کی ـــــ؟" آصف صاحب نے فکرمندی سے کہا

"ہاں طبیعت تو ٹھیک ہے۔" فرزانہ بیگم نے کہا

"اسے اپنے رزلٹ کی فکر ہو گی ـــــ بس آج یا کل میں آ جائے گا ـــــ!"
آصف صاحب بولے اور اٹھ کر بینا کے کمرے میں آ گئے۔

"بینا ـــــ!" آصف صاحب نے قریب جا کر اسے آواز دی

"جی ابو ـــــ!" بینا نے منہ پر سے چادر ہٹائی

"کیسی طبیعت ہے ـــــ" انہوں نے پوچھا

"ٹھیک ہے۔" بینا نے کہا

"کھانا کیوں نہیں کھایا ـــــ؟" آصف صاحب نے اس کی طرف دیکھا

"دل نہیں چاہا ـــــ!" بینا نے آہستہ سے کہا

"رزلٹ کی فکر ہے ـــــ؟" آصف صاحب مسکرائے۔

"نہیں تو ـــــ! بس ـــــ!" وہ چپ ہو گئی۔

"بس ـــــ؟" آصف صاحب نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا

"ابو ـــــ" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی

"پتہ نہیں کیوں ـــــ؟ آج صبح سے میرا دل بہت گھبرا رہا ہے ـــــ!" بینا نے سہمی
ہوئی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"مجھے معلوم ہے تمہیں رزلٹ کی فکر ہے ـــــ گھبرانے کی کیا بات ہے ـــــ تم نے
اتنی محنت کی ہے انشاءاللہ اچھی ڈویژن ہی آئے گی۔" آصف صاحب نے اس کے

سر پر ہاتھ پھیرا تو بینا کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"ارے واہ بھئی ——— رونے کی کیا بات ہے ——— ہم تو اپنی بیٹی کو بہت بہادر سمجھتے تھے۔ یہ کیا بزدلی ہے ——" آصف صاحب نے ہنستے ہوئے کہا اور اسے تسلی دے کر چلے گئے لیکن خود ان کا دل پریشان ہوگیا تھا۔ بینا کی عادت وہ جانتے تھے وہ معمولی معمولی بات پر رونے والی لڑکی نہیں تھی۔ اور رزلٹ کی تو اس نے اپنی زندگی میں کبھی فکر کی ہی نہیں تھی معلوم نہیں کیوں پریشان ہے ——؟

آصف صاحب نے سوچا۔

بینا کچھ دیر بیٹھی رہی۔ پھر وہ لیٹنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ باہر سے عاصم کی گاڑی کا مخصوص ہارن سنائی دیا۔ کچھ دیر فرزانہ بیگم اور آصف صاحب سے ان کی باتیں کرنے کی آواز آتی رہی۔ پھر وہ بینا کے کمرے میں آ گئے۔

"کیسے مزاج ہیں محترمہ ——" عاصم اس کے قریب آ کر مسکرائے۔

"ٹھیک ہیں ——" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا سفید کپڑوں میں ان کا حسن اور شخصیت کا وقار کچھ اور نمایاں ہوگیا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ خلافِ معمول آج آپ بہت خاموش ہیں ——" عاصم کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

بینا کوئی جواب دیئے بغیر ان کی طرف دیکھتی رہی۔

"آپ یہیں ہیں یا کہیں اور ——؟" عاصم نے اسکی طرف جھک کر پوچھا

"یہیں ہوں ——" بینا نے آہستہ سے کہا

"شکر ہے خدا کا —— میں تو سمجھا تھا کہ آپ اس وقت مصر کے اہراموں کی

اپنے پسندیدہ جزیرے سیلون کی یا پھر خلیل جبران کے گاؤں بشری کی سیر کر رہی ہیں ——!"

عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا

بینا بھی دھیرے سے مسکرا دی لیکن اس کی مسکراہٹ میں نہ وہ شگفتگی اور تازگی تھی اور نہ ہی وہ فطری پن —— جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ عاصم حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ بینا سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"بینا —— تم نے میری کبھی کوئی بات نہیں مانی۔ کم از کم اس بات کو تو مان لو ——!"

عاصم نے افسردگی سے کہا

"کون سی بات ——؟" بینا نے پلکیں اٹھائیں

"یہی کہ تم خوش رہا کرو اداس اور خاموش مت رہا کرو ——" عاصم نے اس کے پلکوں کی گرتی اٹھتی چلمن کی طرف دیکھا

"عاصم بھائی —— میں تو خود اداس اور خاموش رہنا نہیں چاہتی ——" بینا نے عاصم کی طرف دیکھا

"مجھے خود نہیں معلوم کہ کل رات سے میرا ذہن، میرا دل و دماغ اس قدر پریشان کیوں ہے ——" بینا نے سنجیدگی سے کہا

"بلا وجہ ہی ——" عاصم نے پوچھا

"ہاں ——" بینا نے کہا

"بغیر وجہ کے تو کوئی اداس اور پریشان نہیں ہوتا ——" عاصم نے کہا

"میں تو خود یہی سوچ رہی تھی کہ بغیر کسی سبب کے تو کوئی بھی اداس اور پریشان نہیں ہوتا پھر —— میری یہ اداسی یہ پریشانی کیسی ہے۔ کیوں ہے —— کچھ سمجھ

میں نہیں آتا عاصم بھائی ـــ میں کیا کروں ـــ" وہ دونوں
ہاتھوں سے منہ چھپا کر رو پڑی۔

"بینا ـــ یہ کیا پاگل پن ہے ـــ" عاصم اس کے رونے پہ ایک دم ہی
پریشان ہو گئے۔

"مجھے اداس رہنا بالکل اچھا نہیں لگتا عاصم بھائی ـــ میں تو خوش رہنا
چاہتی ہوں ـــ" بینا نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر عاصم کی طرف دیکھا۔ آنسو اس کے رخساروں
سے پھسل کر دوپٹے میں جذب ہو رہے تھے۔

پھر ـــ عاصم اسے بڑی دیر تک سمجھاتے رہے ـــ نرمی سے ـــ اور محبت سے
اور جب عاصم گھر جانے کے لئے اٹھے تو بینا نے ایک دم ہی ان کا ہاتھ تھام لیا

"عاصم بھائی مت جائیے ـــ" اس کی آنکھوں میں التجا تھی

عاصم نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور چند لمحے دیکھتے ہی رہ گئے

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے عاصم بھائی کہ آج کے بعد میں آپ کو کبھی نہیں دیکھ سکوں
گی۔" بینا کی آنکھوں میں اتنی اداسی تھی کہ عاصم کا دل کانپ گیا

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو بینا ـــ" عاصم نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں کسی کو کیسے سمجھاؤں کہ میں کیا محسوس کر رہی ہوں ـــ کیا جانے کیا ہونے والا
ہے ـــ کوئی نہیں جانتا ـــ آپ بھی نہیں جانتے اور ـــ اور میں خود بھی
نہیں جانتی ـــ"

بینا کی پیشانی عاصم کے ہاتھ پر ٹک گئی۔

"اس لڑکی کو کیا ہو گیا ہے ـــ اسے کیسے سمجھاؤں ـــ" عاصم نے اس

ھرے ہوئے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا

"آپ نہیں جائیں گے نا عاصم بھائی ـــ" بینا نے پوچھا

"میں اگر رک بھی جاؤں بینا تو ـــ" عاصم چپ ہو گئے

"تو ـــ" بینا نے پوچھا

"تم تو اس وقت نائلہ کے گھر جا رہی ہو نا ـــ" عاصم نے کہا

"نہیں ـــ میں نہیں جاؤں گی ـــ میں آج کہیں نہیں جاؤں گی ـــ" بینا نے
م آواز میں کہا۔

عاصم رک گئے ـــ بینا ان سے باتیں کرتی رہی ـــ لیکن اس کی باتیں شگفتگی سے
لی تھیں۔

زیبی اور فرزانہ بیگم نے اسے یاد دلایا۔ کہ نائلہ کے گھر جانا ہے ـــ مگر اس نے جانے سے
کار کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد فرزانہ بیگم نے آکر اس سے کہا کہ نائلہ کے گھر چلی جاؤ۔

"آج میرا کہیں جانے کو دل نہیں چاہ رہا امی ـــ" بینا نے کہا

"تجھے ہوا کیا ہے بینا ـــ میں صبح سے دیکھ رہی ہوں اور سوچ کر پریشان
ہوں ـــ" فرزانہ بیگم نے کہا

"مجھے خود نہیں معلوم امی ـــ" بینا نے افسردگی سے کہا

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ نائلہ کے گھر چلی جاؤ ـــ سب سہیلیاں مل جل کر بیٹھو
گی تو موڈ ٹھیک ہو جائے گا ـــ" فرزانہ بیگم نے کہا۔

"امی ـــ مجھے آج کہیں نہیں بھیجئے۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" اس نے دونوں
تھوں سے اپنا سر تھامتے ہوئے کہا۔

فرزانہ بیگم حیرانی پریشانی سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئیں۔

"جانے کیوں ـــــ امی ـــــ میرے دل سے بار بار یہ آواز آتی ہے کہ اگر آج میں کہیں گئی تو ـــــ پھر میں کبھی آپ لوگوں کو نہیں دیکھ سکوں گی ـــــ"

بینا نے اداسی سے کہا

"خدا نہ کرے بیٹی ـــــ کیسی بدفال منہ سے نکال رہی ہو ـــــ"

فرزانہ بیگم نے سہم کر کہا۔

آصف صاحب بھی وہیں آگئے تھے۔

"بلاوجہ وہم نہیں کرتے بینا ـــــ" آصف صاحب نے کہا

"اکیلی نہیں جانا چاہتیں تو منصور چھوڑ آئے گا تمہیں ـــــ"

فرزانہ بیگم نے پیار سے کہا۔

اور پھر ـــــ سب نے اس سے اصرار کیا اسے سمجھایا کہ نائلہ دو دفعہ آکر اسے بلا گئی ہے آج دوپہر بھی اس کا ٹیلیفون آیا تھا وہ بُرا مان جائے گی ـــــ"

"سب کے کہنے سننے پر بینا بڑی بے دلی سے تیار ہوگئی چلتے وقت اس نے گھر کی ایک ایک چیز کو بڑی عجیب اور پریشان نظروں سے دیکھا آنکھوں میں اداسی کے سائے لہراتے رہے ـــــ اور وہ منصور اور عاصم کے ساتھ چلی گئی۔ منصور اور عاصم اسے نائلہ کے گھر چھوڑ کر جانے لگے تو وہ انہیں خدا حافظ کہہ کر کچھ دیر تک باہر کھڑی رہی اور نظروں سے اوجھل ہوتی ہوئی گاڑی کو دیکھتی رہی۔

نائلہ کے گھر بھی وہ زیادہ دیر نہ رک سکی۔ سہیلیوں کی چھیڑ چھاڑ اور ہنسی مذاق کوئی بات بھی اسے خوش نہ کر سکی اور مغرب کی اذان ہوتے ہی وہ گھر جانے کے لئے تیار ہوگئی

سب نے اسے بہت روکا مگر اس نے کسی کی ایک نہ سنی۔ منصور نے کہا تھا کہ وہ اس کا انتظار کرے وہ خود آکر اسے ساتھ لے جائیگا مگر اس نے منصور کا انتظار کئے بغیر نائلہ کے ملازم سے رکشہ منگوایا اور گھر روانہ ہوگئی ـــــ اس کا دل جانے کیوں اندر ہی اندر سہما جا رہا تھا ـــــ بیٹھا جا رہا تھا ـــــ رکشہ والا پوری رفتار سے رکشہ چلا رہا تھا۔ بینا نے دو ایک دفعہ اس سے آہستہ رکشہ چلانے کو کہا مگر اس نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا۔ اور پھر ـــــ یوں ہوا کہ ـــــ گرو مندر کے چوراہے کے قریب ـــــ داہنی طرف سے آتی ہوئی ایک کار رکشے سے ٹکرا گئی۔ سنبھلنے کی کوشش تو سب ہی نے کی مگر جب قسمت میں ہی سنبھلنا نہ لکھا ہو تو ـــــ ؟

بینا کی ایک ہلکی سی چیخ بلند ہوئی اور پھر ـــــ اس کے ہر طرف خاموشی چھا گئی اندھیرا چھا گیا ـــــ کوئی آواز نہیں تھی ـــــ کوئی صدا نہیں تھی۔ سکوت تھا۔ گہرا اور لامتناہی سکوت ـــــ مگر ایسا سکوت ـــــ جس کا احساس خود بینا کو نہ ہو سکا۔

جانے کن لوگوں نے اسے اسپتال پہنچایا ـــــ اس کے بیگ میں یونیورسٹی کا شناختی کارڈ ہمیشہ پڑا رہتا تھا۔ معلوم نہیں کس نے اس کے گھر ٹیلیفون کیا ـــــ آصف صاحب نے کال ریسیو کی اور پوری بات سننے سے پہلے ہی ان کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ ڈرائینگ روم میں اس وقت کوئی نہیں تھا ـــــ انہوں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔

"یہ خبر ـــــ کس طرح میں دوسروں کو سناؤں ـــــ" انہوں نے سر تھام کر سوچا ـــــ انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے نمبر ڈائیل کرکے رضا عباس کے گھر ٹیلیفون کیا ـــــ"

اور جب ـــــ وہ لوگ اسپتال پہنچے تو بیناؔ کی مرہم پٹی کی جا چکی تھی لیکن اسے
اب تک ہوش نہیں آیا تھا اس کے بستر کے قریب دو ڈاکٹر جھکے ہوئے تھے اور ایک نرس
کھڑی سوچوں میں گم بیناؔ کی طرف دیکھ رہی تھی ہر شخص اپنی اپنی جگہ اداس اور پریشان
تھا۔ عاصم کی پریشان نظریں بیناؔ کے چہرے پر تھیں

بیناؔ تو ان کی زیست کا حاصل ہے۔ ان کی متاعِ زندگی ہے ان کا سب سے قیمتی
خزانہ ہے۔ اگر خدانخواستہ اسے کچھ ہو گیا تو کیا ہوگا۔ وہ بے تحاشہ سگریٹ پھونکتے
ہوئے سوچ رہے تھے۔

"بیناؔ ـــــ! تمہاری اداسی اور پریشانی بے سبب نہیں تھی جانے تم کیا محسوس
کر رہی تھیں ہم میں سے کوئی بھی سمجھ نہ سکا۔ ہر شخص کے ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا

اور پھر ـــ تھوڑی دیر بعد بیناؔ کے پپوٹے تھرتھرائے۔ پلکوں کے سائے
کانپے اور اسے ہوش آ گیا۔

"امی ـــ ابو ـــ!" اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

"تھینک گاڈ ـــ" ڈاکٹروں نے کہا

"بیناؔ ـــ!" شفقت و محبت سے لبریز کتنی ہی آوازیں کمرے کے پُرسکوت
ماحول میں گونجیں ـــ

"میں کہاں ہوں زیبی ـــ یہ کیا ہوا ـــ" اس کی آواز بہت مدھم تھی
فرزانہ بیگم اور آصف صاحب نے قریب پہنچ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ کس کے ہاتھ ہیں امی ـــ میرے چاروں طرف اندھیرا کیوں ہے ـــ؟
بیناؔ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"بیناؔ تم ہوش میں تو ہو نا ـــ ہماری آواز سن رہی ہو نا ـــ؟" رضا عباس نے
جھک کر پیار سے پوچھا

"ماموں جان ـــ! میں بالکل ہوش میں ہوں۔ آپ سب کی آوازیں بھی سن
رہی ہوں اور مجھے اپنے سر کے پچھلے حصے ٹانگوں اور ایک بازو میں شدید تکلیف کا احساس
بھی ہو رہا ہے۔ لیکن ـــ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ماموں جان ـــ!

بیناؔ کی آواز سہمی ہوئی اور مدھم تھی۔

"بیناؔ ـــ" کئی پریشان آوازیں بلند ہوئیں

"امی مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا ـــ کہیں کہیں ـــ میں ـــ اندھی تو نہیں
ہو گئی امی ـــ" بیناؔ کی آواز پریشان اور دکھ سے بھرپور تھی کوئی کچھ نہیں بولا سب
ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایسی عجیب نظروں سے جن کو الفاظ میں بیان کرنا
بھی مشکل ہے ـــ!

رضا عباس نے قریب کھڑے ہوئے ڈاکٹروں کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا
ڈاکٹر ایک دوسرے کی طرف مایوسی سے دیکھ رہے تھے۔

"ہمیں اس بات کا پہلے ہی خطرہ تھا جناب ـــ!
ایک ڈاکٹر نے رضا عباس سے انتہائی مدھم اور افسردہ آواز میں کہا

فرزانہ بیگم نے ڈاکٹر کے الفاظ سنے اور پھر وہ خود کو سنبھال نہ سکیں۔ بیناؔ کے
ہاتھ پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ـــ ان کے قدم لڑکھڑائے۔ قریب کھڑے
ہوئے معتصم بھائی نے انہیں سہارا دیا۔ اور پھر انہیں کچھ ہوش نہیں رہا۔

"ابو ـــ میں اندھی ہو گئی ہوں ـــ؟ میں سچ مچ اندھی ہو گئی ہوں"

بیناؔ نے بڑے کرب سے پوچھا

اس کی بے نور آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے آصف صاحب کی آواز گنگ ہو گئی ـــــ انہوں نے کچھ بولنا چاہا ـــــ مگر آواز اندر ہی اندر گھٹ کر رہ گئی

"تم ـــــ تم ـــــ ٹھیک ہو جاؤ گی بیٹی ـــــ" عاصم کی امّی نے اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے پیار سے کہا

"ماموں جان ـــــ میں ٹھیک ہو جاؤں گی ـــــ" بیناؔ نے بے اعتباری سے پوچھا۔

آنسو اس کی آنکھوں کے کناروں سے بہتے ہوئے تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔

"خدا کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے بیٹی ـــــ"

رضا عباس نے بے حد شفقت سے کہا

"اور اگر میں ٹھیک نہ ہو سکی ابّو ـــــ تو کیا ہو گا ـــــ کیا میں زندگی بھر دوسروں کے سہارے کی محتاج بنی رہوں گی ـــــ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیے ـــــ نہیں چاہیے ابو ـــــ" بیناؔ کے آنسو بڑی تیزی سے بہنے لگے۔ اور وہ پھوٹ پھوٹ کر کچھ اس طرح روئی کہ ہر شخص کا دل دہل گیا ـــــ ڈاکٹر ـــــ نرس ـــــ!

معتصم بھائی ـــــ آصف صاحب ـــــ غرضیکہ ہر شخص اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ مگر بیناؔ کی سسکیاں بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھی۔ زیبی۔ نجمہ آپا اور عاصم کی امی نے اپنے آپ کو بہت سنبھالا۔ مگر بینا کچھ اس طرح تڑپ تڑپ کر روئی کہ وہ خود پر قابو نہ رکھ سکیں ان کے آنسو بھی بڑی روانی سے بہنے لگے۔ اور ان کی سسکیاں بیناؔ کی سسکیوں سے ہم آہنگ ہونے لگیں معتصم بھائی ان تینوں کو سمجھا کر باہر لے گئے

ملیاں دینے لگے ـــــ خدا پر بھروسہ رکھئے۔ اگر آپ لوگ اس طرح روئیں گی۔ تو کیا حال ہو گا ـــــ"

اندر ڈاکٹر اور نرس بیناؔ کو تسلیاں دے رہے تھے۔ مگر سب کچھ بے سود ثابت ہو۔

ا۔ بینا ایک ایک فرد کا نام لے کر اپنی بے بسی اور لاچاری پر سسک رہی تھی وارڈ
ب سے گزرنے والے ہر شخص کو تجسس تھا کہ آخر اس خاندان پر کیا قیامت ٹوٹ ہے ـــــ

"ڈاکٹر صاحب ـــــ" بیناؔ نے اپنے سر پر رکھا ہوا ڈاکٹر کا ہاتھ ٹٹول کر چھوتے کہا۔

"صبر کرو بی بی ـــــ" بوڑھے ڈاکٹر نے شفقت سے کہا

"آپ ـــــ آپ مجھے زہر دے دیجئے ـــــ" بیناؔ نے سسکتے ہوئے کہا

"مایوسی کی باتیں مت کرو بی بی ـــــ خدا پر بھروسہ رکھو ـــــ" ڈاکٹر دوں نے مجھایا۔

"نہیں ـــــ میں اس طرح جینا نہیں چاہتی ـــــ یہ مُردوں سے بدتر زندگی یں چاہیے۔" بیناؔ کی سسکیاں بلند ہو گئیں اور اس کی دلدوز چیخیں وارڈ کے گونجنے لگیں اور آخر کار وہ روتے روتے بیہوش ہو گئی۔

نرزانہ بیگم کو ہوش آیا تو وہ اپنی بھاوج سے لپٹ کر سسک پڑیں

بھابی جان ـــــ یہ کیا ہو گیا میری بیناؔ کو ـــــ؟

ان کی آنکھوں سے بے پناہ کرب جھانک رہا تھا۔ آصف صاحب تو مرد تھے رو
بھی نہیں سکتے تھے بڑی اداسی اور خاموشی سے وہ ایک ایک کی صورت تکتے اور ایک
دبی ہوئی سانس لے کر طویل سوچوں میں ڈوب جاتے۔

بینا کو ہر شخص نے تسلی دی تھی۔ اسے سمجھایا تھا لیکن عاصم اس وقت سے اب
تک بالکل خاموش تھے۔ سگرٹ پر سگرٹ پھونک رہے تھے۔ آنکھیں سوچوں میں ڈوبی
ہوئی تھیں۔ ذہن و دماغ الجھا ہوا تھا۔ اور روح تڑپ رہی تھی۔ ان کے چہرے سے
دلی تکلیف اور غم کا اظہار ہو رہا تھا وہ سب سے الگ تھلگ ایک طرف چپ چاپ
کھڑے تھے۔ اور اندر ــــ ڈاکٹر بینا کو دوبارہ ہوش میں لانے کی کوشش بھی کر
رہے تھے ــــ!

معتصم بھائی نے عاصم کے قریب پہنچ کر ان کے شانے پر ہاتھ رکھا تو بھی عاصم
اسی طرح کھڑے رہے۔

"عاصم ــــ!" معتصم بھائی نے آہستہ سے کہا

عاصم نے چونک کر ان کی طرف دیکھا

"کیا سوچ رہے ہو ــــ؟" معتصم بھائی کے انداز میں شفقت تھی اور جواب میں
عاصم نے معتصم بھائی کی طرف اتنی عجیب نگاہوں سے دیکھا کہ معتصم بھائی کی روح
تک کانپ گئی۔

بینا کو دوبارہ ہوش آگیا ــــ لیکن ــــ! اس کے ارد گرد کہیں روشنی
نہیں تھی ــــ کہیں اجالے نہیں تھے ــــ اجالے کی کوئی کرن تک نہ تھی۔ ہر
سو اندھیرے پھیلے ہوئے تھے۔ تاریک۔ بھیانک اور پر اسرار اندھیرے ــــ جن کے

پرہول سناٹوں میں اس کا دماغ اس کا دل اس کی روح اور اس کے خیالات بھٹکتے پھر رہے
تھے بالکل اس طرح جیسے آسمان کی خاموش اور بے کراں وسعتوں پر بادلوں کے ٹکڑے آوارگی
سے بھٹکتے پھرتے ہیں۔

دوبارہ ہوش میں آکر بینا نے کسی کو نہیں پکارا۔ کسی سے فریاد نہیں کی۔ کسی سے شکوہ
نہیں کیا۔ اپنی بے بسی کی روداد کسی کو نہیں سنائی۔ چپ چاپ لیٹی رہی۔ اور آنسو
اس کی بے نور آنکھوں سے بہتے رہے۔ اسے سمجھانے اور تسلی دینے کی اپنی سی کوشش ہر
شخص نے کی۔ لیکن خود ان کے اپنے دل اپنی عزیز بینا کی زندگی کے اس دردناک روپ
کو دیکھ کر اشکبار تھے ان کے دماغ اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھے کہ ان کی
بینا اب نابینا ہو گئی ہے۔

اور ــــ اس وقت سب کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ عاصم تو دوبارہ کمرے
میں آئے ہی نہیں تھے۔ معتصم بھائی نے انہیں بہت سمجھا بجھا کر بینا کے پاس بھیجا عاصم نے
سگرٹ زمین پر پھینک کر جوتے سے مسلا اور بوجھل قدموں سے اندر چلے گئے۔ چند لمحے
دروازے کے قریب کھڑے انتہائی کرب سے بینا کی طرف دیکھتے رہے۔

"تم نے ٹھیک ہی کہا تھا بینا ــــ! مجھے ایسا لگتا ہے۔ اب میں آپ کو کبھی
نہیں دیکھ سکوں گی ــــ" عاصم نے دل میں کہا۔

"بینا ــــ تمہیں تسلی دینے کیلئے عاصم کے پاس تو الفاظ بھی نہیں ہیں ــــ" عاصم
نے سوچا اور آہستہ قدموں سے آگے بڑھ کر بینا کے قریب بیٹھ گئے۔ بینا خاموش لیٹی
جانے کیا سوچ رہی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے گردن گھمائی

"کون ہے ــــ؟" اس نے مدھم آواز میں پوچھا

"بینا ___ عاصم کی آواز دکھ اور محبت کا امتزاج لیے ہوئے تھی
"عاصم بھائی ___؟" بینا نے ایک دبی ہوئی سانس لی
عاصم نے اس کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا لیا
زبان سے کچھ نہیں کہا
"آپ ابھی آئے ہیں ___؟" بینا نے پوچھا
"نہیں میں بھی سب کے ساتھ ہی آیا تھا ___" عاصم نے کہا۔
"اچھا ___ ابھی کی آواز سنی تھی میں نے آپ کی آواز نہیں آئی۔ تو میں سمجھی کہ شاید آپ نہیں آئے ___" بینا نے کہا

عاصم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتے رہے۔ وہ اسے کیسے بتاتے کہ ان کے پاس تو بینا کو تسلی دینے کے لئے الفاظ ہی نہیں ہیں ___۔
عاصم نے دکھ سے سوچا۔

"اب تو آواز سن کر ہی سمجھا کروں گی کہ میرے پاس کس وقت کون آیا ہے ___"
بینا نے اداسی سے کہا
عاصم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ دیا
"تمہارے سر اور بازو کے زخموں میں تکلیف زیادہ تو نہیں ___؟" عاصم نے پوچھا
"ان زخموں سے کہیں زیادہ گہرا ایک اور زخم ہے عاصم بھائی ___ جو شاید زندگی بھر میرے لئے تکلیف کا باعث بنا رہے گا ___" بینا کی آواز کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عاصم نے اداسی سے اس طرف دیکھا

سر بازو اور ٹانگوں کے زخم تو آج نہیں کل مندمل ہو جائیں گے۔ لیکن یہ دوسرا زخم

تو شاید رِستا ہوا ناسور بن جائے گا ___" بینا کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔
"مایوسی کی باتیں نہیں کرتے بینا ___ تمہیں معلوم ہے۔ ڈاکٹروں نے کیا کہا ہے" عاصم نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔
"کیا کہا ہے ڈاکٹروں نے ___" بینا نے پوچھا
"ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ سر کے پچھلے حصے میں گہرا زخم آنے کی وجہ سے دماغ کی کچھ رگیں مجروح ہو گئی ہیں ___ ممکن ہے اس کی وجہ سے بینائی وقتی طور پر چلی گئی ہو آپریشن سے ...."
"آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں عاصم بھائی ___ ہمارے ملک میں اس نوعیت کے آپریشن کہاں ہوتے ہیں ___؟" بینا عاصم کی بات کاٹ کر بے بسی سے مسکراتے ہوئے بولی
"کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی بینا ___ آئی سپیشلسٹ ڈاکٹر سعید آنکھوں کے کئی کامیاب آپریشن کر چکے ہیں ___" عاصم نے کہا
"لیکن اس نوعیت کا تو کوئی آپریشن اب تک نہیں ہوا جس سے بینائی واپس آ جائے" بینا نے کہا۔
"خدا کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہئے ___" عاصم نے سمجھایا ___ بینا خاموش رہی۔
"ڈاکٹر سعید آج کل ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں ___ کسی کانفرنس میں شرکت کرنے ___ ان کی واپسی پر ___"
"لیکن عاصم بھائی ___ اگر ___ خدانخواستہ آپریشن کامیاب نہ ہو سکا

"تو ـــــ تو ـــــ!" بینا نے عاصم کی بات کاٹتے ہوئے کہا وہ اپنی بات پوری نہ کر سکی اس کا گلا رندھ گیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"بینا ـــــ! تم ایسی بات کیوں سوچتی ہو ـــــ" عاصم نے پیار سے کہا

"تصویر کے دوسرے رُخ کو تو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا ـــــ"

بینا نے افسردگی سے کہا۔

"اگر خدانخواستہ ڈاکٹر سعید کا آپریشن کامیاب نہ ہو سکا تو میں تمہیں باہر لے جاؤں گا۔ میں بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے بھی تمہاری آنکھوں کی کھوئی ہوئی روشنی واپس لانے کی کوشش کروں ـــــ"

عاصم کے جذبات کی صداقت ان کی آواز سے نمایاں ان کے چہرے اور ان کی آنکھوں سے ظاہر تھی۔ لیکن بینا تو صرف ان کی آواز سن کر ہی جذبات کی گہرائی اور صداقت کا اندازہ لگا سکی۔ عاصم کے چہرے پر کیسے جذبات تھے ان کی آنکھوں میں کیا تھا بینا کس طرح دیکھ سکتی تھی۔

"آپ میرے لئے خود کو کیوں پریشانیوں میں الجھاتے ہیں ـــــ" بینا نے دبی ہوئی سانس لی۔

"میرے لئے اس سے بڑی پریشانی اور کوئی نہیں کہ میں تمہیں اس طرح مجبور دیکھوں۔ میں تمہاری خاطر ہر تکلیف ہر مصیبت برداشت کروں گا بس تم ٹھیک ہو جاؤ ـــــ!" عاصم نے اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ سچ ہے عاصم بھائی ـــــ" بینا نے پوچھا

"میری بات پر اعتبار نہیں ـــــ" عاصم نے جھک کر پوچھا

"یقین اور اعتماد کی دیواریں اکثر و بیشتر کمزور بھی ثابت ہوتی ہیں ـــــ" بینا نے مدھم آواز میں کہا۔

"لیکن ہر دیوار کمزور نہیں ہوتی ـــــ یہ مت بھولو ـــــ مجھ پر یقین کرو ـــــ اعتماد کرو ـــــ یہ دیواریں کبھی متزلزل نہیں ہونگی ـــــ کبھی نہیں گریں گی۔" عاصم نے کہا۔

بینا نے زبان سے کچھ نہیں کہا ـــــ لیکن عاصم کے ہاتھ پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی ـــــ بہت مضبوط ـــــ! چند لمحے گزر گئے۔ بڑی خاموشی سے ـــــ! عاصم بینا کی طرف دیکھتے ہوئے جانے کیا سوچ رہے تھے۔ سوچوں میں تو بینا بھی ڈوبی ہوئی تھی۔ لیکن وہ عاصم کی طرف یا کسی اور طرف کیسے دیکھتی ـــــ؛ اس کے تو چاروں طرف اندھیرا تھا ـــــ تاریکی تھی ـــــ روشنیوں اور اجالوں کی تو صرف یادیں رہ گئی تھیں۔ روشنیاں اور اجالے تو اس کے لئے ایک بھولا بسرا حسین سپنا بن کر رہ گئے تھے۔

چند لمحے دونوں اپنی اپنی جگہ خاموش رہے ـــــ خاموشی اور سکوت کا تیز دھارا وقت کے گزرتے ہوئے لمحات کو کسی زہریلی ناگن کی طرح چاٹتا رہا۔ پھر بینا نے ہی اس سکوت کو توڑا۔

"یہ کونسا وقت ہے عاصم بھائی ـــــ؟" اس نے پوچھا

"ہوں ـــــ رات ہے بینا ـــــ" عاصم چونک گئے۔

"رات ـــــ میرے لئے تو اب ہر لمحہ رات ہی رات ہے۔ بھیانک اور تاریک رات ـــــ!" بینا کے ہونٹوں پر ایک مجروح سی مسکراہٹ تھی۔ عاصم کے دل پر دھچکا

سا لگا۔ دل کی تکلیف کو برداشت کرنے کی خاطر انہوں نے دانتوں تلے ہونٹ دبا لئے
اور پھر سب ہاسپٹل سے چلے گئے۔

فرزانہ بیگم اور رضا عباس بیناؔ کے پاس رہ گئے۔ اس اچانک حادثے سے ہر شخص
کا ذہن ماؤف ہو کر رہ گیا تھا اس رات ان میں سے کوئی بھی نہ سو سکا۔ اور بیناؔ کے
لئے تو نیند کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق نرس نے اسے
نیند کی گولی کھلانی چاہی تو اس نے ایک پھیکی مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے کہا
"تم بے فکر رہو نرس ——! مجھے اس گولی کے بغیر ہی اچھی نیند آجائے گی"

تمام رات وہ آنکھیں بند کئے آنکھوں پر ایک بازو رکھے سوچتی رہی۔ اور دوسروں
پر یہ ظاہر کرتی رہی کہ وہ بڑے آرام سے سو رہی ہے —— اس کے زخموں میں بہت
تکلیف تھی۔ لیکن اس کے ذہن نے اس تکلیف کی طرف توجہ ہی نہ دی۔ وقت کے بیرحم
ہاتھ اسے جو ایک دوسرا گہرا اور بھیانک زخم سونپ گئے تھے۔ اس کی تکلیف کی شدت
کے سامنے بھلا ان زخموں کی تکلیف کیا حیثیت رکھتی تھی۔ اس کی زندگی کی بھیانک اور
تاریک رات ہر لمحہ گزرتی جا رہی تھی۔ اور اس کا ذہن خیالات کے خاموش ویران اور
تاریک صحرا میں بھٹکتا پھر رہا تھا —— بچپن سے اب تک کے واقعات جو اس کے شعور
اور لاشعور کی گہرائیوں میں موجود تھے۔ ایک کے بعد ایک سامنے آ رہے تھے اپنی تمناؤں
اپنے ارمانوں اور اپنی آرزوؤں کو یوں زندہ درگور دیکھ کر اس کا دل اپنی بے بسی پر
چیخ چیخ کر رونا چاہتا تھا۔ مگر دماغ ہر لمحے یہ کہتا تھا۔ کہ رونے سے فائدہ —— ؟ آنسو
بہانے سے حاصل —— ؟ اپنی قسمت پر شاکر رہو۔!

ایک کے بعد ایک ہر فرد کی یاد آ کر اس کے دل کو کچوکے لگا رہی تھی۔ پھوپھی اماں

اور فاروق بھائی کو یاد کر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ان کو تو شاید اب تک خبر بھی
نہ ہوئی ہو گی۔ کہ ان کی بیناؔ کس حال میں ہے —— ؟ اپنے گھر —— اپنے کمرے اپنی
چیزوں کو یاد کر کے اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی —— اب تم انہیں کیسے دیکھ
سکو گی بیناؔ —— ؟

بک شیلف میں قرینے سے سجی ہوئی میری عزیز کتابیں —— میرے کمرے کی کھڑکی۔ جس
کے باہر چنبیلی کی بیل آہستہ آہستہ سرسراتی ہے۔ اس میں اب بھی سعید منہ بند کلیاں کھلیں گی آم
جامن اور امرود کے درختوں میں پھول آئیں گے۔ پھل آئیں گے۔ سامنے والے میدان میں
بچے ہمیشہ کی طرح کھیلیں گے۔ شور مچائیں گے۔ سامنے والی کولتار کی چکنی سڑک پر سے سواریاں
گزریں گی۔ قبرستان میں نئی قبروں کا اضافہ ہو گا۔ جنازے آئیں گے خزاں رسیدہ شاموں
میں قبرستان کے باہر لگے ہوئے برگد اور پیپل کے درختوں سے زرد سوکھے پتے جھڑیں گے اور
راہ سے گزرنے والے اجنبی مسافروں کے پیروں تلے آ کر درد سے کراہ اٹھیں گے۔ سہ پہر
کے وقت سڑک پر سے کیلے کی طرف سے آنے والی گھوڑا گاڑیوں میں سُرخ سُرخ گوشت
لدکر دو کانوں کی طرف جائیگا —— رات کی خاموشیوں میں سبزی فروش ٹھیلے گھسیٹتے ہوئے
سبزی منڈی کی طرف جائیں گے۔ اور یوسفی ہاؤس کے سامنے والی دیوار پر کیلے کے جھالر
دار پتوں کا عکس لہرائے گا۔

مگر —— یہ سب کچھ اب تمہارے لئے نہیں بیناؔ —— تم بھلا ان سب چیزوں کو
کیسے دیکھ سکو گی —— بک شیلف میں سجی ہوئی اپنی پسندیدہ کتابوں کو کیسے پڑھ
سکو گی —— ؟ بس انہیں ٹٹول کر —— ہاتھ سے چھو کر محسوس کر سکو گی۔ ان کو شمار
کر کے یہ اندازہ لگا سکو گی۔ کہ پہلے خانے میں داہنے ہاتھ سے پانچویں نمبر پر میکاویلی کی

"دی پرنس" رکھی ہے۔ چھٹے اور ساتویں نمبر پر "روح قوانین" اور "جمہوریہ" رکھی ہے دوسرے خانے میں بائیں ہاتھ سے پہلے نمبر پر ٹیگور کی گیتانجلی" اور دوسرے نمبر پر جذبی کی فروزاں رکھی ہے ——!

تمہارا پی ایچ ڈی کرنے کا خواب اب کبھی پورا نہ ہو سکے گا۔ مصر کے اہراموں، راون کے دیس لنکا —— خلیل جبران کے گاؤں لبشری اور عباسی خلفاء ابو العباس سفاح اور ابو جعفر منصور کے پایۂ تخت بغداد کو تم کبھی انہیں دیکھ پاؤ گی —— روم کے تباہ و برباد اور ویران کھنڈروں کو دیکھنے کے لئے تم زندگی بھر ترستی رہو گی اب تم خود کیا روم کے کسی تباہ شدہ ویران کھنڈر سے کم ہو —— ؟ اب تو تمہارا سینہ تمہاری ناکام تمناؤں اور آرزوؤں کا مدفن بنے گا۔ تمہارے حسین خواب اب زندگی بھر ادھورے رہیں گے تو یہ ہے انجام تمہاری اس زندگی کا ——!

میری عزیز سہیلی نائلہ کی عنقریب ہی شادی ہو جائے گی۔ وہ دلہن بنے گی مگر میں اسے دلہن کے روپ میں نہیں دیکھ سکوں گی۔ محمود کو میں نے کتنا غلط سمجھا تھا۔ میں یہ سمجھتی تھی کہ وہ محض فلرٹ کر رہا ہے۔ مگر وہ تو سچ مچ نائلہ کے لئے سیریس تھا۔ ہو سکتا ہے احسان پائلٹ بھی میرے لئے سیریس ہو۔ میں نے اس کا دل توڑ دیا۔ میں نے تو عاصم بھائی جیسے انسان کا بھی دل توڑ دیا۔ وہ ہمیشہ ہر بات میں میری حمایت کرتے رہے۔ اور میں ان کے دل کو تکلیف پہنچاتی رہی —— شائد ان ہی سب باتوں کی سزا آج مجھے ملی ہے۔

"خدا ایسے بندوں کو کبھی معاف نہیں کرتا —— جو اس کی دی ہوئی چیز کو ٹھکراتے ہیں۔ اس دنیا میں نہیں تو دوسری دنیا میں اس کی سزا ضرور مل جاتی ہے ——"

"خدا کے ایک بندے کو تمہاری ذات سے زندگی بھر تکلیف پہنچتی رہے اور تم سمجھتی ہو کہ خدا پھر بھی تمہیں معاف کر دے گا اس بھول میں بھی مت رہنا ——"

امی اور زینی کے جملے اس کے کانوں میں گونجنے لگے امی اور زینی نے سچ ہی کہا تھا شائد اسی کی سزا آج میں بھگت رہی ہوں۔

مگر —— مگر —— احسان پائلٹ اور عاصم بھائی کی محبت کو آزمانے کا اب بہترین وقت آیا ہے اب دیکھنا ہے۔ کہ کون کتنے پانی میں ہے اب معلوم ہو گا کہ کس کی محبت کتنی گہری سچی اور پائیدار ہے۔ اس وقت تو ہر شخص زندگی بھر کے لئے ہاتھ تھامنے پر آمادہ تھا۔ وہ تو جب کی بات تھی جب بینا —— بینا تھی —— نابینا نہیں۔ اب دیکھوں گی اس بینا کا ہاتھ کون خوشی سے تھامتا ہے۔ جس کی پوری زندگی ہی اب سراپا اندھیرا بن کر رہ گئی ہے۔

دل سے ایک آواز آئی —— بینا اور کسی کی محبت سچی اور پر خلوص ہو یا نہ ہو لیکن عاصم کی محبت اور ان کے خلوص میں تم کوئی فرق یا کمی محسوس نہ کرو گی —— تم دیکھ لینا عاصم اب بھی بڑی خوشی سے تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر راضی ہوں گے ——!

"نہیں نہ! یہ کیسے ممکن ہے —— ؟ جانے کس طرف سے آواز آئی اور پھر —— بینا —— کیا تم یہ پسند کرو گی کہ اپنی تاریک زندگی سے عاصم کے جیون میں بھی تاریکی اور اندھیرے بکھیر دو —— یہ تو سراسر خود غرضی ہے۔ جب تم کسی قابل تھیں تو تم نے عاصم کو ٹھکرا دیا۔ اور اب جبکہ تم مجبور و بے بس ہو۔ تو عاصم کے سہارے کے متعلق سوچ رہی ہو۔ یہ بات تمہارے ذہن میں پہلے کیوں نہ آئی۔ انصاف کا یہ

تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر عاصم اب بھی چاہیں تو تم پہلے ہی کی طرح انکار کر دینا ——!

خاموش اندھیری رات لمحہ بہ لمحہ گزرتی رہی۔ ڈھلتی رہی —— اور بیناؔ کے دل کے مرجھائے ہوئے کنول اپنی ویران زندگی کا ماتم کرتے رہے۔

دوسرے روز بیناؔ کو دیکھنے بیشمار لوگ آئے عزیز رشتے دار محلّے کے لوگ اور اس کی سہیلیاں —— جس جس کو بھی خبر ملی تھی۔ سب ہی آئے تھے۔ اس اچانک اندوہناک خبر کو سن کر چند لمحے کے لئے ہر شخص اپنی جگہ سکتے کے عالم میں رہ گیا۔ چند منٹ کے لئے انہیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ ان کے دلوں نے اس خبر کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا۔ لوگ آتے رہے۔ اظہار ہمدردی کرکے آنسو بہاتے اور تسلیاں دیتے رہے اور بیناؔ چپ چاپ لیٹی سب کی باتیں سنتی رہی۔ اب تو اس کے آنسو بھی خشک ہو چکے تھے

"ہاں —— پھوپھی اماں، فاروق بھائی اور نائلہ سے مل کر ایک بار پھر وہ صبر و ضبط کے سارے بندھنوں سے آزاد ہو گئی۔ دل میں ہوک اٹھی آنکھوں سے آنسو بہے سسکیاں کی بلند ہوئیں اور پھر بلند تر ہوتی گئیں وہ روتی رہی سسک سسک کر۔ پھوٹ پھوٹ کر کمرے میں موجود ہر شخص کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

بیناؔ کو اپنے زخم مندمل ہونے تک ہاسپٹل میں ہی رہنا تھا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر سعید کی آمد کا بھی انتظار تھا۔ ہر شخص کو ایک امید سی تھی —— ایک آس سی تھی۔ کہ شاید ڈاکٹر سعید کا آپریشن کامیاب ہو جائے —— اور بیناؔ کی زندگی میں چھائے ہوئے اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہو جائیں —— عیادت کو آنے والے آتے رہے۔ بینا اور اس کے گھر والوں کے غم پر اظہار افسوس کرتے رہے۔ ہر شخص اپنی جگہ اداس اور غمگین تھا مگر سب کے دل کی کیفیت ایک سی نہ تھی۔ سب سے بڑا روگ تو آصف صاحب اور

فرزانہ بیگم کے لئے تھا جن کی بیٹی عین عالم شباب میں شاید زندگی بھر کے لئے اندھیروں کے ویران صحرا میں بھٹکنے کیلئے زندہ درگور ہو گئی تھی۔ یہ گہرا گھاؤ تو عاصم کے لئے دلی اور روحانی تکلیف کا باعث بن گیا تھا جن کی بیناؔ یوں مجبور اور بے کس ہو کر رہ گئی تھی۔ بیناؔ ان کے لئے کیا تھی یہ تو ان کا ہی دل جانتا تھا یہ حادثہ تو رمنا عباس اور ان کی بیوی کے لئے غم کا باعث بن گیا تھا جن کی ہونے والی بہو اپنی آنکھوں کے نور سے محروم ہو گئی تھی۔

جن گھروں میں کبھی بیناؔ کے قہقہے گونجا کرتے تھے اس کی پیاری اور معصوم آوازیں جنبی۔ ندیم قاسمی —— ساحر —— انشرالایران فیض —— اقبال و غالب کے اشعار اور خلیل جبران۔ ارسطو۔ سقراط۔ چانگ چاؤ —— کنفیوشس —— والٹیئر۔ ابن خلدون اور حکیم رازی کے اقوال گونجا کرتے تھے۔ اب وہاں سناٹا تھا۔ اور خاموشی۔ مٹھو دن بھر بیناؔ بیناؔ کی رٹ لگا کر دروازے کی طرف دیکھتا رہتا تھا۔ کہ شاید اب بیناؔ باہر آئے گی! انجلیک سارے گھر میں میاؤں میاؤں کرتی اپنی بیناؔ کو ڈھونڈا کرتی تھی کمرے کی ویران اور سونی کھڑکی منتظر رہتی تھی کہ اب یہاں بیناؔ آ کر کھڑی ہو گی بک شیلف میں قرینے سے سجی سجائی سرود عاقل کتابیں محو انتظار تھیں۔ سوچوں میں گم تھیں کہ وہ نازک ہاتھ کہاں گئے۔ جو ہر روز ہمیں انتہائی پیار سے چھوتے تھے —— مگر انہیں کون بتاتا —— کہ تم لوگ جس کے انتظار میں ہو وہ کس حال میں ہے۔ ان سے کون کہتا کہ اب شاید وہ معصوم نگاہیں تمہیں کبھی نہ دیکھ سکیں ——!

پھوپھی اماں کے محلّے کے بچے۔ چینی گڑیا۔ سلیم لاؤڈ سپیکر مرزا نوشہ سب یہ خبر سن کر اداس ہو گئے۔ کہ ان کی بے حد پیاری سی بینا باجی اب اندھی ہو گئی ہیں

پھوپھی اماں سے قرآن شریف پڑھ کر وہ اپنی آنکھوں میں آنسو بھرے معصو
اور سچے دل سے دعا مانگتے۔

"اللہ میاں ـــــ! تو بینا باجی کو اچھا کر دے ـــــ!"

پھوپھی اماں کے ساتھ وقتاً فوقتاً دو تین تین بچے ہاسپٹل آتے تھے اور جب ال
کی بینا باجی ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر ان کے چہروں اور ہاتھوں کو چھوتیں انہیں پیار
کرتیں۔ بے نور آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں کے پلکیں جھپکا کر پینے کی کوشش کرتیں تو
ان کی معصوم نگاہیں افسردہ ہو جاتیں اور دل رو اٹھتے۔

بیناؔ کے ساتھ عاصم کی زندگی بھی روم کے تباہ شدہ ویران کھنڈر سے کم نہ تھی
ان کی پوری زیست جیسے سراپا درد اور حسرتوں کا خاموش افسردہ مزار بن کر رہ گئی تھی
ان کے صبح و شام سوچتے ہوئے اور بے تحاشہ سگرٹ پھونکتے ہوئے گزر جاتے تھے اور
نظروں کے سامنے ہر وقت بیناؔ کی معصوم شبیہ رہتی تھی اور ذہن ہر لمحہ بیناؔ کے
متعلق سوچتا تھا۔ وہ جو اتنی معصوم سی لڑکی ہے۔ اس کے ساتھ قدرت نے
اتنا سنگین مذاق کیا ہے۔ اس کی مسکراہٹیں اس کی ہنسی اس کے قہقہے اور اس کی
دلچسپ باتیں ـــــ سب خاموشیوں کے ویران جزیرے میں جا سوئے اسے تو اداس
اور خاموش رہنا بالکل پسند نہیں تھا۔ وہ تو ہمیشہ خوش رہنے کی تمنا کرتی تھی۔ میرے
معبود ـــــ! اس کے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیوں ہوا ہے ـــــ؟ اس کی خوشیاں
اس کی مسکراہٹیں ـــــ اس کی ہنسی اور اس کے قہقہے ـــــ تو سب کچھ لوٹا دے
وہ دل ہی دل میں دعا کرتے ـــــ!

اپنے بچپن میں بڑوں کی ہدایت پر عاصم نے کبھی کبھار نمازیں پڑھی تھیں

ایک طویل عرصے سے انہوں نے نماز چھوڑ دی تھی۔ لیکن اب وقت پڑا
سوائے خدا سے مدد مانگنے کے انہیں اور کوئی راہ نظر نہ آئی۔ دل نے کہا عاصم
یا کی کوئی دولت کوئی خزانہ تمہاری بینا کی خوشیاں اس کی زندگی کے اجالے
بس نہیں لوٹا سکتا۔ دنیا کا کوئی شخص تمہاری بینا کی آنکھوں کا نور نہیں واپس
لکتا۔ اب تو صرف ایک ہی راستہ ہے۔ ایک ہی دربار ہے۔ اور ایک ہی ہستی ہے
دتر عظیم اور رحیم ـــــ اب تک اسے بھولے رہے۔ سو بھولے رہے۔ لیکن
، تو اسے یاد کر لو۔ اسے مانگ کر تو دیکھو ـــــ اس کے سامنے جھک کر تو دیکھو
ی کی طرف سے جو فرض عائد ہوتا ہے۔ اسے پورا کر کے تو دیکھو ـــــ

اور عاصم کا سر سچ مچ اس عظیم ہستی کے
نے جھک گیا۔ کہاں تو عاصم ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھتے تھے اور اب دل پر
ٹ پڑی خود کو مصیبت میں گھرے ہوئے پایا اپنی متاع زندگی کو اندھیروں میں بھٹکتے
ا تو پانچوں وقت سر معبود حقیقی کے سامنے عاجزی اور انکساری سے جھکنے لگا۔ اور دل
ہر لمحہ تقویت سی ملنے لگی مایوسیوں کے گھور اندھیروں میں امیدوں کی شمع جھلملانے لگی

بیناکے زخم آہستہ آہستہ مندمل ہوگئے۔ وہ ہسپٹل سے ڈسچارج ہوکر گھر آگئی۔
رضا عباس اور سلطانہ بیگم یہ کہہ کر اسے اپنے گھر لے گئے۔ کہ ہمارے گھر بینا زیادہ آرام
سے رہ سکے گی۔ بات بھی معقول تھی۔ اس لئے آصف صاحب اور فرزانہ بیگم نے کوئی
اعتراض نہیں کیا رضا عباس کے یہاں بینا کی دیکھ بھال کے لئے ہر وقت ایک بوڑھی
ملازمہ اور اس کی نواسی بینا کے کمرے میں رہتی تھیں سمیعہ آپا اور سلطانہ بیگم ہر وقت
اس کا خیال رکھتی تھیں عاصم کا زیادہ تر وقت گھر میں بینا کے پاس گزرتا تھا کاروبار
سے ان کا دل بالکل اچاٹ ہوگیا تھا۔ بمشکل تمام دو تین گھنٹے کے لئے باہر جاتے تھے۔
فرزانہ بیگم زیادہ تر یہیں رہتی تھی اسی دوران میں بینا کا رزلٹ بھی آگیا تھا وہ سکینڈ
ڈویژن میں پاس ہوئی تھی۔ جس رزلٹ آیا تھا۔ ہاسپٹل میں بیشمار لوگ اس کے
وہ پاس آئے تھے۔ اپنی سہیلیوں سے مل کر ان کا ہاتھ تھام کر وہ اس دن بیشمار روئی تھی

محمود ۔۔۔ ہارون احسان پائلٹ اور دوسرے بیشمار کلاس فیلوز پہلے بھی آچکے تھے
ٹ والے دن وہ سب آئے تو بینا کو مبارک باد دیتے وقت ان کی آنکھیں نم ہوگئیں۔
ر کھوکھر و۔ ڈاکٹر سبحان اور ڈیپارٹمنٹ کے دوسرے کئی اساتذہ اس سے ملنے آئے
۔ وہ خاموش بیٹھی سب کی باتیں سنتی رہی اور دل ہی دل میں اپنی بے بسی پر روتی
۔ اس کو یوں خاموش اور افسردہ دیکھ کر ہر شخص اداس تھا۔ کتنی شوخ شریر اور
ا مکھ لڑکی تھی ۔۔۔ کیسی مرجھا کر رہ گئی ہے ۔۔۔؟
زیبی اپنی امی کی غیر موجودگی میں پورے گھر کو سنبھالے رہتی تھی۔ اور یونیورسٹی بھی
ا تھی۔ اس کی کلاسز شروع ہوچکی تھیں۔ مگر یونیورسٹی میں ایک منٹ کے لئے
اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ لیکچر سنتے ہوئے پریکٹیکل کرتے ہوئے ۔۔۔ ہر لمحہ نظروں
سامنے اپنی آپی کی تصویر رہتی تھی۔
ڈاکٹر سعید کا انتظار بڑی شدت سے کیا جارہا تھا۔
یہ سب کچھ تھا ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ اس کے ساتھ ہی ایک تبدیلی اور آئی تھی۔
وہ تبدیلی تھی۔ کچھ لوگوں کے خیالات کی تبدیلی ۔۔۔ آرا کی تبدیلی ۔۔۔ سلطانہ بیگم
ل سے اب یہ بات یکسر نکل گئی تھی کہ وہ بینا کو عاصم کی دلہن بنائیں۔ سمیعہ آپا
ر یحیٰ کے ذہنوں میں اب یہ خیال بھولے سے بھی نہیں آتا تھا۔ کہ وہ اپنے بہت
ے عاصم بھائی کی شادی بینا سے کریں گی۔ اور بینا کو اپنی بھابی بنا کر لائیں گی۔
کے لئے اب ان کے پاس صرف رحم۔ ترس اور ہمدردی کے جذبات رہ گئے تھے
ان کے ذہنوں اور خیالات کی یہ تبدیلی کوئی انوکھی انہونی بات نہیں تھی یہ تو
ے کا تقاضہ تھا بھلا کون سی بہن یہ خواہش کرے گی۔ کہ اس نے بھائی کی شادی

ایک نابینا لڑکی سے ہو کون سی ماں ایسی ہوگی جو یہ پسند کرے گی کہ اپنے حسین اور خوبرو بیٹے کی زندگی کے لئے ایک ایسی لڑکی کی زندگی کو وابستہ کردے جس کی پوری زندگی محض اندھیروں اور تاریکیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو وقت بدلا قسمت بدلی اور اس کے ساتھ بیناکے چاہنے والوں کے نظریات اور خیالات بھی بدل گئے۔

عاصم کو حادثے کے ابتدائی دن سے ہی اس بات کا اندیشہ تھا ان کے دل میں بارہا اس خدشے نے سر ابھارا تھا کہ کہیں حالات یہ صورت نہ اختیار کرلیں لیکن انہوں نے ہر دفعہ دل کو یہ کہہ کر تسلی دے دی کہ بینا سے سب محبت کرتے ہیں اور خود ان سے بھی سب کو والہانہ پیار ہے ان کی بات کبھی رد نہیں کی جائے گی۔ ان کی خواہش کو ہرگز پامال نہیں کیا جائے گا۔

مگر جب وقت آیا تو ہر امید اور ہر تسلی جھوٹی ثابت ہوئی عاصم نے جب بھی اس بات کا تذکرہ کرنا چاہا۔ سلطانہ بیگم نے بات ٹال دی۔ سمعیہ اور فریحہ کے سامنے ذکر ہوا تو انہوں نے بھی بات بدل دی۔

ایک بار نہیں ــــ دو بار نہیں ــــ کئی بار ایسا ہوا آخر کار عاصم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ انہوں نے اپنی امی سے اس سلسلے میں بالکل صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

اور ایک دن ــــ جب بینا ان سے خلیل جبران کی "ٹوٹے ہوئے پر" سنتے سنتے سو گئی تو عاصم اٹھ کر اپنی امی کے پاس آگئے۔ وہ کمرے میں تنہا تھیں عاصم کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر اصل موضوع پر آگئے۔ اپنی شادی کا ذکر چھیڑ دیا اور بینا سے شادی پر آمادگی ظاہر کی۔

سلطانہ بیگم سنبھل کر بیٹھ گئیں کچھ دیر خاموش رہیں پھر کچھ سوچتے ہوئے بولیں

"عاصم! انسان کو کوئی فیصلہ کرتے وقت اپنے ذہن اور دماغ کو جذبات سے عاری رکھنا چاہیئے ــــ"

عاصم چپ چاپ ان کی طرف دیکھتے رہے۔

"تم خود سوچو بھلا کوئی ماں یہ بات پسند کرے گی کہ اپنے بیٹے کے ہاتھ میں ایک اندھی لڑکی کا ہاتھ تھمادے؟" انہوں نے عاصم کی طرف دیکھا

"امی زندگی تو مجھے گزارنی ہے جب میں ہر بات برداشت کرنے کیلئے تیار ہوں تو ــ؟"

عاصم نے بات ادھوری چھوڑ دی

"ابھی تمہارے ذہن پر جذبات کا غلبہ ہے اسلئے میری صحیح بات بھی تمہیں غلط معلوم ہو رہی ہے بعد میں جب ذہن و دماغ سے جذبات کا پردہ ہٹے گا۔ تب تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا ــ" سلطانہ بیگم نے سمجھایا

"مجھے یقین ہے امی ــــ مجھے اپنے اس فیصلہ پر کبھی نہیں پچھتانا پڑے گا۔" عاصم بولا

"تم تو ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ بینا کے دل میں میرا کوئی خیال نہیں ہے تو پھر اب ــ" سلطانہ بیگم نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا

"میرا خیال غلط تھا امی ــــ" عاصم نے صریحاً جھوٹ بولا

"لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ بینا اب ہرگز یہ پسند نہیں کرے گی کہ اپنی تاریک زندگی سے تمہاری زندگی میں بھی اندھیرا کردے۔" سلطانہ بیگم کا لہجہ کچھ تلخ سا ہوگیا

"امی خدا کے لئے بار بار میرے سامنے یہ نہ کہا کیجئے کہ بینا کی تمام زندگی تاریک ہے" عاصم نے افسردہ ہو کر کہا۔

"کوئی غلط بات تو نہیں کہہ رہی ہوں میں ——"
سلطانہ بیگم نے کہا
"خدا نہ کرے جو بینا ساری زندگی اندھیروں میں بھٹکے ——" مجھے تو یقین ہے
امی —— وہ ٹھیک ہو جائے گی —— انشاء اللہ وہ بہت جلد ہی ٹھیک ہو
جائے گی —— بالکل ٹھیک ہو جائے گی ——"
عاصم نے بے حد یقین کے ساتھ کہا
"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے بیٹے —— ہم سب تو خود یہ دعا کرتے
ہیں بینا ٹھیک ہو جائے لیکن ——!"
انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔
"لیکن ——؟" عاصم نے پوچھا
"بیٹے ——! ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں ایک روشن اور دوسرا تاریک
اگرچہ ہم لوگ روشن پہلو کی ہی تمنا کرتے ہیں۔ اسی کی امید ہمیں ڈھارس بندھاتی ہے
لیکن اس کے ساتھ ہی تاریک رخ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ——"
سلطانہ بیگم نے گہری نظروں سے عاصم کے چہرے کا جائزہ لیا۔
"ٹھیک ہے امی —— لیکن میں تو دوسری صورت میں بھی بینا کا ساتھ دوں
گا ——" عاصم نے ان کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا
"نادانی کی بات مت کرو عاصم ——"
سلطانہ بیگم نے کہا۔
"امی —— آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ تو بینا سے بہت محبت کرتی تھیں!

عاصم نے دکھ سے ان کی طرف دیکھا
"بینا سے مجھے اب بھی محبت ہے ——"
سلطانہ بیگم بولیں
"یہ جھوٹ ہے امی —— اب آپ کو اور سمعیہ فریحہ کو بینا سے محبت نہیں
ہے —— اب تو آپ لوگ اس پر صرف ترس کھاتی ہیں —— رحم کھاتی ہیں۔
عاصم کا لہجہ قدرے تیز ہو گیا۔
"یہ محض تمہارا خیال ہے ——"
سلطانہ بیگم نے کہا۔
"میرا خیال غلط نہیں ہے ——"
عاصم نے ان کی طرف دیکھا سلطانہ بیگم ان کی طرف دیکھتی رہیں ——
"مجھے بڑا فخر تھا اس بات پر —— کہ سب مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن
اب سوچتا ہوں کہ سب جھوٹی باتیں تھیں —— کسی کو مجھ سے محبت نہیں ——"
عاصم نے دبی ہوئی سانس لی
"خواہ مخواہ کی بدگمانی اچھی نہیں ہوتی عاصم ——!"
"اگر آپ لوگوں کی محبت سچی ہے تو پھر آپ لوگ کیوں میری خواہش کو پامال کر رہے
ہیں ——" عاصم نے کہا۔
"تمہاری یہ خواہش بے جا ہے ——!"
"یہ محض آپ لوگوں کا خیال ہے ——"
عاصم نے مدھم آواز میں کہا۔

"بیناؔ کا خیال دل سے نکال دو عاصم ——— تمہارے لئے لڑکیوں کی ———!"

"امی خدا کے لئے آئندہ میرے سامنے یہ بات مت کہیئے گا۔!"

عاصم نے انتہائی کرب سے ان کی طرف دیکھا

سلطانہ بیگم خاموش رہیں۔

"آپ لوگوں کو کیا معلوم ——— میرے لئے بیناؔ کیا ہے ؟ وہ جیسی بھی ہے۔ جس حال میں بھی ہے ——— مجھے قبول ہے ——— بیناؔ کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا کبھی نہیں لے سکتا ———"

عاصم نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔

چند لمحے وہ اسی طرح بالکل چپ چاپ بیٹھے رہے۔

سلطانہ بیگم بھی خاموش بیٹھی سوچتی رہیں ——— پھر ——— یکایک عاصم کرسی سے اٹھ کر سلطانہ بیگم کے بستر پر بیٹھ گئے۔ اور ان کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے انتہائی افسردہ آواز میں بولے

"امی ——— میں یہ بات کہنا تو نہیں چاہتا تھا۔ مگر آپ مجھے مجبور کر رہی ہیں!"

سلطانہ بیگم خاموش رہیں ———

"آپ ——— آپ کیسی ماں ہیں ——— اپنے بیٹے سے محبت کرتی ہیں ——— مگر اس کی ایک خواہش کو اس طرح رد کر رہی ہیں ———"

عاصم نے آہستہ سے کہا

"عاصم ——— کاش تم میری جگہ ہوتے۔ تو تمہیں احساس ہوتا کہ ماں کی ممتا کیا چیز ہوتی ہے ——— ؟ ہر ماں اپنی اولاد کے لئے ہمیشہ بہتری کی ہی بات سوچتی ہے تمہیں

کیا معلوم کہ ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہی میں یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوں ———!"

سلطانہ بیگم نے عاصم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

عاصم خوشامد کرتے رہے ——— آخر کار ——— بڑی منت سماجت کے بعد سلطانہ بیگم نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ سوچ کر بتائیں گی۔

لیکن بہت سوچنے کے بعد بھی سلطانہ بیگم اپنا فیصلہ نہ بدل سکیں۔

رضا عباس، معتصم بھائی اور نجمہ آپا عاصم کی ہی حمایت میں تھے انہیں یقین تھا کہ بیناؔ ٹھیک ہو جائے گی۔ گھر میں ایک نازک ترین مسئلے نے جنم لے لیا تھا۔ رضا عباس اور معتصم بھائی نے سلطانہ بیگم کو بہت سمجھایا تو سلطانہ بیگم نے یہ کہہ کر بات ٹال دی۔ کہ ابھی تو بیناؔ کا آپریشن ہونا ہے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ لیکن عاصم اس بات پر بضد تھے کہ بیناؔ کا آپریشن ہونے سے پہلے ہی منگنی ہو ——— وہ کسی کو کیا بتاتے کہ ان کے دل و دماغ میں کیا ہے ——— اور بیناؔ کے آپریشن سے پہلے وہ اپنی یہ بات کیوں منوانا چاہتے ہیں۔؟

گھر میں اصل حالات کا علم تو کسی کو بھی نہ تھا وہ کسی کو کیسے سمجھاتے کہ اب ہی تو وقت آیا تھا جب وہ بیناؔ کو اپنی محبت کی گہرائی اور اپنے خلوص کی صداقت کا یقین دلا سکتے تھے۔

سب کے بے حد سمجھانے پر اور عاصم کی بڑی منتوں اور سماجتوں کے بعد سلطانہ بیگم راضی ہو گئیں ——— عاصم کو وہ بے پناہ چاہتی تھیں۔

عاصم کی گرتی ہوئی صحت اور مرجھائے ہوئے چہرے کو وہ آخر کہاں تک برداشت کرتیں ———!

اب عاصم کے سامنے بینا کی مرضی کا مسئلہ تھا۔ اگر بینا راضی نہ ہوئی تو ——
اور ہوا بھی یوں ہی —— بینا کے سامنے جب عاصم نے یہ تذکرہ چھیڑا —— تو بینا
نے انکار کر دیا۔

"آپ نے یہ سوچا ہوگا عاصم بھائی —— کہ اب تو بینا مجبور و بے بس ہے وہ
تو خود کسی سہارے کی متلاشی ہوگی ——"

بینا کے ہونٹوں پر زخم خوردہ سی مسکراہٹ تھی۔

"مجھے غلط مت سمجھو بینا ——"

عاصم نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"عاصم بھائی —— ! یہ تو سچ ہے کہ اب میرے ذہن میں وہ پہلے سے خیالات
نہیں رہے —— اور شائد آپ کو یقین نہ آئے کہ میرے دل میں آپ کے لئے بہت عزت
عقیدت پیدا ہو گئی ہے لیکن ——!" بینا ایک دم چپ ہو گئی۔

"لیکن ——" عاصم نے پوچھا

"اب تو میں اتنے عجیب راستے پر کھڑی ہوں کہ میرا دل چاہتا ہے آپ کی تمنا کرے لیکن
میرا دماغ اور میرا ضمیر مجھے ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دے گا۔ کہ میں آپ کا ہاتھ
تھام لوں ——"

بینا نے بڑی اداسی سے کہا۔

"بینا تم بیکار باتیں سوچ کر اپنے ذہن کو کیوں الجھاتی ہو ——"

عاصم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"عاصم بھائی —— ! میں نے کبھی خواب میں بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ کوئی مرد

اتنی بلندیوں پر پہنچ سکتا ہے اور اب بھی آپ کی بات سن کر ایک ہلکا سا شبہ ہے کہ شائد
یہ محبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ترحم ہمدردی اور ترس کے جذبات ہیں ——"

بینا نے مدھم آواز میں کہا

"بینا سوچتا ہوں کہ میری زندگی میں وہ دن —— وہ لمحہ کب آئے گا۔ جب تمہیں
میرے جذبات کی صداقت کا اندازہ ہوگا ——؟"

عاصم نے ایک دبی ہوئی سانس لی۔

"آپ ناراض ہو گئے ——؟ میں نے تو ایک موہوم سے شبہ کا اظہار کیا تھا۔ جو
میرے دل میں پیدا ہوا تھا ——!"

بینا نے کہا۔

عاصم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"آپ کی محبت کی گہرائی اور وسعت —— اور آپکے جذبات کی صداقت کا اس
سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا۔ کہ آپ ایک ایسی لڑکی کا ہاتھ تھامنا چاہتے ہیں۔ جس
کے پاس سوائے اندھیروں کے اور کچھ نہیں ——"

بینا نے عاصم کا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور اسکی پلکیں بھیگ گئیں۔

"تو تمہیں میری بات منظور ہے —— بینا ——!"

عاصم نے بے خود ہو کر پوچھا

"بڑا عجیب موڑ ہے عاصم بھائی —— اور پھر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ممانی جان
سمعیہ آپا اور فریحہ نہیں چاہتیں ان کا خیال بدل گیا ہے۔ اور اس میں ان کا کوئی
قصور نہیں —— یہی وقت کا تقاضہ ہے ——"

بینا نے کہا۔

"بینا ــــ! خواہ مخواہ کی باتوں کو دل میں جگہ مت دو ــــ بس تم ایک بار "ہاں" کہہ دو ــــ!"

عاصم نے بیتابی سے کہا

بینا کچھ دیر سوچتی رہی ــــ پھر ایک دم رو پڑی ــــ پھر وہ سسکتے ہوئے بولی ــــ

"نہیں ــــ نہیں عاصم بھائی ــــ میں اتنی خودغرض نہیں ــــ"

بینا روتی رہی ــــ اور عاصم اسے سمجھاتے رہے ــــ اور جب بینا کی سسکیاں تھمیں تو عاصم نے پھر اپنی بات دہرائی

بینا پھر بھی راضی نہ ہوئی تو عاصم یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ اب میرے اور تمہارے درمیان ہر تعلق ہر واسطہ ختم ہو گیا۔ میں عنقریب یہاں سے چلا جاؤں گا۔

بینا چپ چاپ لیٹی رہی۔ عاصم چلے گئے اور بینا کے دل و دماغ میں کشمکش ہوتی رہی دل کہتا تھا کہ عاصم کی بات مان لو اور دماغ "نہیں ــــ نہیں" کی تکرار کرتا تھا ــــ!

پورا ایک دن گزر گیا ــــ عاصم بینا کے پاس نہیں آئے۔

بینا کو ان کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی۔ عاصم تو جب تک گھر میں رہتے تھے بینا کے پاس سے ذرا دیر کے لئے بھی ہٹنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اور اب ــــ!

دوسرے روز بینا نے عاصم کو بلوالیا۔ ایک بار نہیں ــــ دو بار نہیں ــــ تین چار بار ــــ لیکن عاصم نہیں آئے۔ اور پھر ــــ بینا مزید برداشت نہ کر

کی۔ وہ بوڑھی ملازمہ کے سہارے عاصم کے کمرے میں آ گئی

"اب آپ جایئے بوا ــــ میں چلی جاؤں گی ــــ!" بینا نے دروازہ کے قریب پہنچ کر کہا۔

ملازمہ واپس لوٹ گئی تو بینا ٹٹولتی ہوئی آگے بڑھی عاصم صوفے پر بیٹھے تھے دروازے کی طرف ان کی پشت تھی۔ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بینا یوں ان کے کمرے میں چلی آئے گی۔

بینا آگے بڑھی "چھوٹی میز سے ٹھوکر لگی ــــ اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔

عاصم نے چونک کر دیکھا

انہیں اپنی بصارت پر یقین نہ آیا ــــ وہ ایک دم گھبرا گئے۔ اور چشم زدن میں آگے بڑھ کر بینا کو تھام لیا۔

"تم یہاں کیوں چلی آئیں بینا ــــ؟" عاصم کا لہجہ دکھ اور پیار کا امتزاج لئے ہوئے تھا۔

"جب چار دفعہ بلانے پر بھی آپ نہیں آئے تو میں نے سوچا ــــ کہ خود ہی چلا جاؤں ــــ!" بینا کے ہونٹوں پر ایک مجروح سی مسکراہٹ تھی۔

عاصم اداس نظروں سے اس کی طرف دیکھتے رہے

"کب تک ناراض رہیں گے عاصم بھائی ــــ"

بینا نے افسردگی سے پوچھا

عاصم نے کوئی جواب دیئے بغیر اسے سہارا دے کر صوفے پر بٹھا دیا

"کچھ تو بولئے عاصم بھائی ــــ! اس خاموشی سے تو وحشت ہوتی ہے"

بینا نے کہا۔

"کیا بولوں — کیا لکھوں — سب کچھ تو کہہ چکا —"

عاصم نے ایک طویل سانس لی

"تمہیں شاید معلوم نہیں بینا — میں نے امی کو بڑی مشکل سے منایا تھا
تمہارا انکار مجھے ان کی نظروں کے سامنے کس قدر شرمندہ کرے گا۔ ؟ کاش تم سوچ
سکو —!"

عاصم نے بیحد اداس ہوکر کہا

"آپ نے بہت غلط فیصلہ کیا ہے —"

بینا نے آہستہ سے کہا

"مجھے اپنے فیصلے پر نہ صرف اطمینان بلکہ مسرت بھی ہے —"

عاصم نے کہا

"بہت جذباتی فیصلہ ہے آپ کا — بعد میں سوائے پچھتاووں کے اور کچھ
حاصل نہ ہوگا —"

بینا نے کہا

"یہ جذباتی فیصلہ نہیں بینا — میرا دل اور دماغ دونوں اس فیصلے پر
مطمئن ہیں —!"

عاصم نے کہا

"عاصم بھائی —"

بینا پریشان ہوگئی

"میرا چین — میرا سکون — سب کچھ ختم ہوگیا ہے بینا اور ذہن اس
قدر الجھ کر رہ گیا ہے کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کسی وقت بھی میرے دماغ کی رگیں
پھٹ جائیں گی —"

عاصم نے شکست خوردہ لہجے میں کہا

"بینا — تمہیں میری پہلی اور آخری قسم — میری بات کو یوں رد نہ کرو"

عاصم اس کے دونوں ہاتھ تھام کر جھک گئے۔

اور پھر — جانے کیا ہوا — جانے کیسے ہوا — ؟ کہ بینا کے دل کے ساتھ
ہی دماغ نے بھی چپکے سے کہا۔

"بینا — ! عاصم کی بات مان لو — تم تو انہیں ہمیشہ سے دکھ ہی دیتی
آئی ہو اب اگر اسی بات سے وہ سکون محسوس کرتے ہیں تو یونہی سہی —!

"مجھے — مجھے آپ کی بات منظور ہے لیکن میری بھی ایک شرط ہے —"

بینا نے آہستہ سے کہا

"شرط —؟"

عاصم نے اس کی طرف دیکھا

"اگر خدانخواستہ میرا آپریشن کامیاب نہ ہوا تو آپ کو اپنا فیصلہ بدلنا ہوگا"

بینا نے کہا۔

"مجھے یقین ہے بینا — اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی —"

عاصم کی آنکھوں میں دیئے سے جلنے لگے۔

بینا کا دل غم سے لبریز ہوگیا وہ عاصم کے کندھے پر سر رکھ کر سسک پڑی

"کچھ دیر بعد اس کے آنسو تھمے تو عاصم اسے اس کے کمرے میں لے آئے۔ بینا اب تک افسردہ تھی۔ عاصم نے اس کی توجہ ہٹانے کے لئے میز پر سے "تخلیقات خلیل جبران" اٹھائی اور بینا کو پڑھ کر سنانے لگے۔ بینا کی طبیعت کی افسردگی آہستہ آہستہ دور ہو گئی۔

کتاب پڑھتے پڑھتے ایک دم عاصم دھیرے سے مسکرا دیئے اور بینا کے قریب جھک کر بولے۔

"بینا ___ تم نے یہ کتاب پوری پڑھی ہے ___؟"

"ہاں کئی بار ___ کیوں ___؟"

بینا نے پوچھا

"نہیں تو یاد ہو گئی ہو گی یہ کتاب ___!"

عاصم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ہاں ___ کئی صفحات حفظ ہو گئے ہیں ___"

بینا نے جواب دیا۔

"تمہیں معلوم ہے۔ خلیل جبران نے محبت کے بارے میں کیا کہا ہے ___؟"

عاصم نے مسکرا کر پوچھا

"یاد نہیں ___" بینا زیر لب مسکرائی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یاد ہے ___ لیکن اگر نہیں بتانا چاہتیں تو مجھ سے سنو ___"

عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

بینا خاموش رہی۔

"خلیل جبران نے کہا ہے۔ کہ "محبت سے خالی دل کا نام جہنم ہے" اور محبت ایک نورانی کلمہ ہے۔ جسے نورانی ہاتھ نے ایک نورانی کاغذ پر لکھا ہے"

عاصم بینا کا ہاتھ تھام کر آہستہ سے ہنسے

بینا ہونٹوں پر دوسرا ہاتھ رکھ کر مسکراتی رہی

تیسرے روز ___ بڑی خاموشی سے عاصم اور بینا کی منگنی ہو گئی۔ نہ کسی کو بلایا گیا ___ نہ کوئی دھوم مچی ___

بس سلطانہ بیگم نے چپ چاپ بینا کو انگوٹھی پہنا کر اسے سینے سے لگا کر دعائیں دیں اور آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں کو پلکیں جھپکا کر پی گئیں۔ اور یہی کچھ فرزانہ بیگم نے بھی کیا اگر ان کے دل میں خوشی کے جذبات تھے تو شرمندگی اور دکھ کے جذبات بھی تھے۔ کہ اپنے بھائی کے اتنے حسین بیٹے کے لئے بیٹی بھی دی تو نابینا ___ عاصم کے لئے تو ان کے جسم کا رواں رواں دعا کر رہا تھا۔

سب چلے گئے تو عاصم بینا کے کمرے میں آ گئے بینا گلابی رنگ کے غرارے سوٹ میں سجی بنی بے حد افسردہ اور خاموش بیٹھی تھی اس کے ایک ہاتھ کی انگلیاں انگوٹھی ٹٹول رہی تھیں عاصم چند لمحے اس کے قریب کھڑے خاموشی سے اسے دیکھتے رہے نگاہوں میں بینا کے لئے بے پناہ چاہت اور محبت تھی بینا کے معصوم چہرے پر اس قدر نکھار اور روپ تھا کہ عاصم دیکھتے ہی رہ گئے ___ لیکن اس کے چہرے پر چھائی ہوئی اداسی کو دیکھ کر ان کا دل ڈوب گیا۔

"بینا ___!" عاصم نے والہانہ انداز سے پکارا

"جی ——" بینا عاصم بھائی کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو ——؟" عاصم اس کے سامنے بیٹھ گئے

"کچھ نہیں ——" بینا کی آواز مدھم تھی

"ہمیشہ اچھی بات سوچا کرو بینا —— خوش رہا کرو ——" عاصم نے اس کی انگلی میں پڑی انگوٹھی کو گھماتے ہوئے کہا

بینا خاموش رہی۔

"میں کیا سمجھوں بینا —— تم خوش تو ہو نا ——!" عاصم نے جھک کر پوچھا

بینا نے ٹٹول کر عاصم کا ہاتھ تھام لیا اور آنکھوں سے لگا کر رو پڑی۔

"معلوم نہیں —— میں اس انگوٹھی کو دیکھ بھی سکوں گی یا نہیں ——" بینا نے کہا

"خدا پر بھروسہ رکھو بینا ——!" عاصم نے اسکے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

ایک ہفتہ بعد بینا پھر ہاسپٹل میں داخل ہوگئی۔ ڈاکٹر سعید کانفرنس میں شرکت ے واپس آگئے تھے۔ اور عنقریب ہی بینا کا آپریشن ہونا تھا۔

جس روز بینا کا آپریشن تھا اس سے ایک روز قبل ہی سے بینا کی حالت بہت ہز تھی اس کے دل کی جو کیفیت تھی اسے وہی اچھی طرح سمجھتی تھی۔ بڑی مشکل سے نے خود کو سنبھال رکھا تھا آپریشن روم میں جانے سے قبل اسے بیشمار لوگوں نے ائیں اور تسلیاں دیں۔ وہ اپنے دل کو سنبھالے چپ چاپ سب کی باتیں سنتی ی۔ اور زیر لب دبی دبی سانسیں لیتی رہی۔ سب سے بعد میں عاصم اس کے یب آئے عاصم نے صرف اس کا نام ہی لیا تھا کہ بینا صبر و ضبط کے ہر بندھن سے زاد ہوگئی۔ عاصم کے دونوں ہاتھ آنکھوں سے لگائے پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ اس مجھاتے اور تسلی دینے کی کوشش میں عاصم کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔

بینا آپریشن روم میں چلی گئی اور بیشمار لوگ خدا کے حضور جھکے اس کے لئے دعائیں کرتے رہے۔

زبانیں خاموش تھیں ـــــ لیکن دل دھڑک دھڑک کر فریاد کر رہے تھے گڑگڑا رہے تھے۔ جانے کس کی دعا قبول ہونی تھی۔

بینا کا آپریشن ہو گیا ـــــ نتیجے کا انتظار تھا۔ پٹی کھلنے کا انتظار تھا۔ آخر کار طویل انتظار کے بعد وہ دن بھی آ گیا ـــــ لیکن جب نتیجہ آیا تو معلوم ہوا کہ سب کی دعائیں رائیگاں گئیں۔

عاصم ـــــ فرزانہ بیگم ـــــ آصف صاحب ـــــ رضا عباس اور دوسرے بیشمار لوگوں کی شب بیداری ان کی عبادتیں اور ان کی دعائیں کچھ بھی تو کام نہ آ سکیں بینا اندھیروں میں تھی۔ اور اندھیروں ہی میں رہیں ـــــ سب کے دل ٹوٹ گئے اور بینا کی تو غم اور صدمے سے اتنی عجیب کیفیت تھی کہ کچھ دیر تو وہ بالکل ہی گم سم رہی نہ رو سکی اور نہ کچھ بول سکی بڑی مشکل سے اس کی حالت سنبھلی تو بھی اس نے خود کو رونے سے باز رکھا۔

ان آنسوؤں کو بہانے سے کیا حاصل بینا ـــــ یہ اندھیرے تو اب تمہارا مقدر بن گئے ہیں ـــــ"

اس نے خود سے کہا

بہت دن اجالوں میں رہیں اب اندھیروں میں بھی تو رہ کر دیکھو ! وہ دل ہی دل میں کہہ کر شکست خوردہ انداز میں مسکرادی۔

فرزانہ بیگم اور آصف صاحب اتنے دنوں میں صدمے سے آدھے بھی نہیں رہے

تھے۔ اور اب تو ان کی ہمت بالکل ہی جواب دے گئی تھی۔

" یہ کیسا انصاف ہے خدایا ـــــ ! ہماری معصوم بیٹی کو آخر کس جرم کی سزا مل رہی ہے ـــــ ؟" فرزانہ بیگم سوچ کر رو پڑتیں۔ اور آصف صاحب گم صم بیٹھے سوچتے رہتے۔ منصور۔ عرفان۔ زینی اور سیما کے ہونٹوں سے عرصہ ہوا مسکراہٹیں غائب ہو چکی تھیں۔

سلطانہ بیگم کو بینا سے جو کچھ ہمدردی اور محبت تھی وہ اپنی جگہ تھی۔ لیکن اب تو انہیں یہ غم بھی کھائے جا رہا تھا۔ کہ میرے عاصم کی بیوی نابینا ہے ـــــ !

رضا عباس اپنی جگہ اداس اور پریشان تھے اور عاصم کی پریشانی اور اداسی کا تو پوچھنا ہی کیا ـــــ ؟ لیکن ان دونوں نے ہمت نہیں ہاری تھی ـــــ بینا کو ہاسپٹل سے واپس آئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ کہ رضا عباس اور عاصم نے بینا کو باہر لے جانے کے لئے اپنا اور اس کا رخت سفر باندھ لیا۔ بینا کے لئے رضا عباس اور عاصم کی اتنی محبت اور چاہت دیکھ کر ہر شخص حیران تھا اور بینا کی خوش قسمتی پر رشک کر رہا تھا۔

اور پھر ـــــ وہ دن بھی آ گیا۔ جب بینا اپنے وطن کی سرزمین کو الوداع کہہ رہی تھی۔ ایئرپورٹ پر بے شمار لوگ اسے الوداع کہنے آئے تھے۔ وہ تو صرف آوازیں سن کر ہی اندازہ لگا سکتی تھی کہ کون آیا ہے ـــــ ؟ بے شمار لوگوں نے اسے گلے سے لگایا اور دعائیں دے کر بھیگی ہوئی آنکھوں اور رندھے ہوئے گلے سے خدا حافظ کہا۔

شاید ـــــ میرا وہ انٹرنیشنل پاسپورٹ اسی دن کے لئے بنا تھا اور

ہاتھ میں جو لمبے سفر کی لکیر ہے وہ اسی سفر کی لکیر ہو گی ـــــ ! بینا نے اداس ہو کر سوچا۔

بینا رضا عباس اور عاصم کے ساتھ لندن چلی گئی۔ اور اس کے پیچھے رہ جانے والے لوگ ہر لمحہ اسے شدت سے یاد کرنے لگے۔ اس کے لئے دعائیں کرنے لگے پُرنور آنکھوں کے ساتھ اس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ عاصم اور رضا عباس کے خطوط بڑی پابندی سے ان لوگوں کے پاس آتے تھے جن میں ہر بات تفصیل سے لکھ کر بھیجی جاتی تھی۔ ـــــ بینا کی صحت یہاں آ کر بہت اچھی ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر لیونارڈ عنقریب ہی اس کا اپریشن کریں گے۔ انہوں نے بینا کے اچھے ہو جانے کی پوری پوری اُمید دلائی ہے ـــــ ! یہ اور اسی قسم کی بے شمار باتیں۔ جن کا تعلق بینا سے تھا خطوں کے ذریعے سب کو معلوم ہوتی رہتی تھیں۔ عاصم کے آخری خط کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ بینا کا آپریشن ہو گیا ہے۔ کامیابی کی پوری توقع ہے ـــــ ! لیکن اس کے بعد کافی عرصے تک نہ عاصم کا کوئی خط آیا اور نہ رضا عباس کا ـــــ ! سب پریشان تھے اور فکر مند ـــــ ! جانے اس آپریشن کا انجام کیا ہوا؟ دلوں میں اُمید کی شمع جھلملاتی کہ انجام اچھا ہی ہوا ہو گا ـــــ لیکن پھر عاصم اور رضا عباس کی خاموشی سوالیہ نشان بن کر سامنے آ جاتی۔ اور دل وسوسوں میں ڈوب جاتے۔

دن یونہی گزر رہے تھے۔ تب ـــــ ایک دن اچانک ہی ان لوگوں کی آمد کا ٹیلیگرام آیا۔ سب کے دل دھڑک اُٹھے اب تو سب کو یقین ہو چلا تھا کہ بینا کی آنکھوں کے سامنے چھائے ہوئے اندھیرے چھٹ نہیں سکتے۔

سوگوار دل۔ افسردہ اور فکر مند چہرے لئے سب کے سب ایئرپورٹ پہنچے۔

دل میں موہوم سی اُمید بھی تھی اور شبہات کے سائے بھی لہرا رہے تھے۔ جہاز کی آمد کی انتظار میں وقت کسی طرح نہیں کٹ رہا تھا۔ ایک ایک لمحہ ایک صدی معلوم ہو رہا تھا۔ اور پھر دور ـــــ آسمان کی وسعتوں میں دھندلاہٹوں کے درمیان جہاز نظر آیا۔ جہاز قریب آیا۔ نیچا ہوا۔ اور نیچا۔ اور نیچا۔ اور پھر رَن وے کو چھونے لگا۔ خدا خدا کر کے جہاز رکا ـــــ سیڑھی لگی اور لوگ اترنے لگے۔ گیلری میں کھڑے ہوتے بینا کے منتظر لوگوں کے دِل دھڑکنے لگے اور نگاہیں سیڑھی سے اُترنے والے لوگوں میں بینا، عاصم اور رضا عباس کو تلاش کرنے لگیں۔ اور ـــــ آخر کار ـــــ وہ تینوں چہرے نظر آ گئے۔ سب نے اپنے اپنے رومال لہرائے۔ بینا نے ایک نظر عاصم پر ڈالی اور پھر مسکرا کر اپنا چھوٹا سا گلابی رومال ہوا میں لہرایا۔ سب کے چہرے کھِل اُٹھے۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملائے اور سر معبودِ حقیقی کی عظمت کے سامنے جھک گئے۔

اور جب بینا اپنوں کے درمیان آئی۔ تو سب ایک کے بعد ایک اس سے اس طرح لپٹے۔ کہ آس پاس کھڑے دوسرے لوگ انہیں حیرت سے دیکھنے لگے۔

سلطانہ بیگم اور باقی سب لوگ رضا عباس اور عاصم کے پیچھے پڑ گئے۔ کہ آخر اتنے دنوں سے خط کیوں نہیں لکھا، یہاں سے اتنے خط بھیجے گئے۔ کسی کا جواب کیوں نہیں دیا گیا۔ ہم لوگ کس قدر پریشان ہو گئے تھے ـــــ ؟ کچھ تو احساس کیا ہوتا؟

ان دونوں کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا کہ جو کچھ ہوا۔ بینا کی مرضی سے ہُوا ـــــ یہ اسی کی شرارت ہے ـــــ !

آنے جانے والوں کا سلسلہ کچھ رکا۔ تو عاصم نے اطمینان کا سانس لیا ـــــ وہ

روز گزر گئے تھے۔ انہیں بینا سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ تیسرے روز بمشکل تمام بینا کے پاس گئے ہوئے انہیں پانچ منٹ ہوئے ہوں گے کہ بینا کے محلے کی کچھ عورتیں آ گئیں۔ ان سے فرصت ملی تو شہناز اور اس کی امی وغیرہ آ گئیں۔ شہناز بہت خوش تھی۔ عنقریب ہی فاروق ضمیر سے اس کی منگنی ہونے والی تھی۔ اب تک بھی محض بینا کی وجہ سے اس کا معاملہ رکا ہوا تھا۔

سہ پہر کے قریب بینا کو تنہائی ملی تو وہ خود ہی عاصم کے کمرے میں آ گئی۔ چہرے پر وہی معصومیت تھی۔ آنکھوں میں شوخی اور ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ! عاصم دروازے کی طرف پشت کئے صوفے پر بیٹھے تھے۔ بینا نے چپکے سے آگے بڑھ کر ان کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دیئے۔

"فرصت مل گئی تمہیں مہمانوں سے"——! عاصم نے مسکرا کر اسکے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"ہاں — مل گئی ——!" بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور عاصم کے برابر بیٹھ گئی۔ عاصم نے والہانہ انداز سے اس کی طرف دیکھا۔

"مولانا صاحب —— ! ظہر کی نماز بھی پڑھی یا نہیں ——!" بینا نے مسکرا کر پوچھا۔

"پڑھ لی ——!" عاصم مسکرائے۔

"چلیئے میرے اندھے ہونے سے اتنا تو ہوا کہ آپ مولانا بن گئے ——!" بینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

عاصم چپ چاپ اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"اب آپ ہمیں گھر چھوڑ آیئے —— ! ہمیں اپنا مٹھو یاد آ رہا ہے اور انجلیک

[...]ی یاد آ رہی ہے"—— ! بینا نے کہا۔

"کل صبح —— !" عاصم نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ آج۔ اور ابھی —— آپ کو معلوم بھی ہے۔ ہم نے کتنے مہینوں سے مٹھو [...]د کوئی شعر نہیں سنایا۔ کوئی مقولہ نہیں سنایا ——!" بینا نے اپنی چوٹی کو ہاتھ پر [...]یٹتے ہوئے کہا۔

"مٹھو کے بجائے تم مجھے سنا دو یہ سب چیزیں ——!" عاصم مسکرائے۔

"آپ کو تو اب زندگی بھر سنانا ہے۔ کیا سمجھے —— ؟" بینا شرارت آمیز انداز [...]ں مسکرائی۔

"کچھ نہیں سمجھے ——!" عاصم نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"مابدولت پہلے بھی فرما چکے ہیں اور پھر فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس جتنی بھی کتابیں [...]ں۔ وہ سب آپ کو یاد کرنی ہونگی —— ہمیں جتنے اشعار یاد ہیں وہ آپ کو ہم سے [...]ن کر زبانی یاد کرنے ہونگے۔ جتنے مقولے یاد ہیں وہ آپ کو بھی یاد کرنے پڑیں گے [...]رنہ —— !" بینا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"ورنہ ہم آپ کی انگوٹھی واپس کر دیں گے اور اپنی لے لیں گے ——!" بینا مسکرائی۔

"دماغ صحیح ہے —— !" عاصم نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"ہاں۔ بالکل صحیح ہے —— !" بینا نے اطمینان سے کہا۔

عاصم سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"اچھا ایک بات سنیئے عاصم بھائی —— ! اوہ سوری!" بینا کے ہونٹوں پر شریر [...]مسکراہٹ تھی۔ عاصم نے اس کی طرف گھور کر دیکھا۔

" بھئی ہم کیا کریں۔ عادت پڑی ہوئی ہے ـــــ!" بتیا نے بڑی معصومیت سے کہا۔

" اتنے دن ہو گئے۔ اب تک تمہاری عادت چھوٹی نہیں ـــــ؟" عا نے کہا۔

" چھوٹ جائے گی۔ کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ اس سلسلے میں کنفیوشس نے کہا ہے کہ ......!"

" یہ سب باتیں تم مٹھو کو ہی سنانا ـــــ!" عاصم مسکرائے۔

" آپ کیا مٹھو سے کم ہیں ـــــ؟" بیا ہنسی۔

" اب تم ہٹ جاؤ گی بتیا ـــــ!" عاصم مسکرائے۔

" اچھا جانے دیجئے۔ میں آپ سے یہ کہہ رہی تھی۔ کہ اگر امی نے وہ طوطا یہاں نہ لانے دیا۔ تو آپ مجھے دوسرا طوطا خرید کر دیجئے گا۔ پھر میں اسے سب کچھ سکھاؤں گی۔!" بتیا نے سنجیدگی سے کہا۔

" اور کچھ ـــــ!" عاصم مسکرائے۔

" اور یہ بتایئے کہ آپ مجھے مصر۔ بغداد۔ روم۔ لبنان اور سیلون کی سیر کروائیں گے نا ـــــ!" بتیا نے پوچھا۔

" ہاں۔ بالکل ـــــ!" عاصم نے والہانہ انداز سے اس کی طرف دیکھا۔

" آپ کو معلوم ہے سیلون میں جو "کوہ آدم" ہے اس کی سب سے اونچی چوٹی پر کسی دیو جیسے انسان کا نقشِ پا کھدا ہوا ہے ـــــ؟" بتیا نے پوچھا۔

" نہیں مجھے تو نہیں معلوم ـــــ!" عاصم مسکرائے۔

وہ ضرور دیکھیں گے ـــــ!" بتیا نے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

بہت بہتر ـــــ! لیکن آپ اتنی اونچی چوٹی پر چڑھ بھی سکیں گی ـــــ؟"
نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ہاں ـــــ بالکل چڑھ جائیں گے۔ اور سنئے ـــــ!"

سنایئے ـــــ!" عاصم نے اس کی طرف دیکھا۔

سیلون میں ایک سیتا ایلیا نامی گاؤں بھی تو ہے جس کے کسی باغیچے میں سیتا کو
گیا تھا وہ بھی دیکھیں گے ـــــ!" بتیا نے کہا۔

بہت اچھا جناب ـــــ!" عاصم ہنسے۔

سی وقت معتصم بھائی کمرے میں آ گئے۔

یوں بڑی بی ـــــ؟ تم یہاں کیسے آئیں ـــــ؟" معتصم بھائی نے
پوچھا۔

وں سے چل کر آئے ـــــ!" بتیا نے برجستہ کہا۔

تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہ ہے بُری بات۔ تمہیں تو عاصم سے پردہ کرنا چاہیئے!"
بھائی مسکرائے۔

ا لئے تو میں ان سے کہہ رہی تھی۔ کہ مجھے گھر چھوڑ آیئے ـــــ!" بتیا نے
سے کہا۔

م بھائی کو ہنسی آ گئی۔ پھر ایک دم وہ بتیا کے کان کے قریب منہ لے
ے ـــــ "تم عاصم کے برابر میں کیوں بیٹھی ہو۔ بہت بُری بات ہے۔"
لے۔

"آپ کیوں نجمہ آپا کے برابر بیٹھے ہوئے تھے"۔۔۔۔۔؟ بتینا نے مسکرا کر زور سے کہا۔

"تم سے کوئی نہیں جیت سکتا۔۔۔۔!" معتصم بھائی نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔ بتینا کی بات سن کر عاصم کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اپنی مسکراہٹ کو چھپانے کے لئے انہوں نے سگریٹ ہونٹوں میں دبا لیا۔

معتصم بھائی ہنستے ہوئے چلے گئے۔ تو عاصم نے مڑ کر بتینا کی طرف دیکھا۔

"بہت پاگل ہو تم۔۔۔۔!" عاصم کے ہونٹوں پہ مدھم سی مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں پیار کی جوت۔۔۔!

"میں پاگل ہوں۔۔۔۔؟" بتینا نے گھور کر عاصم کی طرف دیکھا۔

"صرف پاگل ہی نہیں بے وقوف بھی۔۔۔۔!" عاصم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"آپ خود ہوں گے پاگل۔ بے وقوف۔ دیوانے۔ اور معلوم نہیں کیا کیا۔۔!" بتینا نے جلدی سے کہا۔ اور عاصم کے ہاتھ سے سگریٹ چھین کر ایش ٹرے میں مسل دیا۔ عاصم نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔۔۔ لیکن ان کی نگاہوں میں بتینا کے لئے بے پناہ محبت کروٹیں لے رہی تھی۔

ختم شد